بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ

جس شخص نے اطاعت کی رسول کی بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی

دروس الحدیث

افادات

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی

بانی

جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مرتب

الحاج لعل دین، ایم اے (علوم اسلامیہ)

ناشر

ادارہ نشر و اشاعت جامعہ نصرۃ العلوم

فاروق گنج گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَنْ یُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ

جس شخص نے اطاعت کی رسول کی بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی

دروس الحدیث

قسط

افادات

مفسرِ قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ

بانی

جامعہ نُصرۃُ العُلُوم گوجرانوالہ

مرتب

الحاج لعل دینؒ، ایم اے (علومِ اسلامیہ)

ناشر

ادارہ نشرواشاعت جامعہ نصرۃ العُلوم

فاروق گنج گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دروس الحدیث

جلد سوم

افادات

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ

بانی جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مرتب

الحاج لعل دین ایم اے علوم اسلامیہ

ناشر

ادارہ نشر و اشاعت جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

طبع دوم

نام کتاب .... دروس الحدیث (جلد سوم)

افادات .... حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ بانی جامعہ نصرۃ العلوم

مرتب .... الحاج لعل دینؒ ایم اے

مطبع .... طفیل آرٹ پریس۔لاہور

تعداد طباعت .... پانچ سو (500)

کتابت .... سید عصمت اللہ بخاری موضع کھبیکے

ناشر .... ادارہ نشر و اشاعت جامعہ نصرۃ العلوم فاروق گنج گوجرانوالہ

قیمت ....

تاریخ طبع دوم .... جولائی 2014ء

ملنے کا پتہ

(۱) ادارہ نشر و اشاعت

جامعہ نصرۃ العلوم فاروق گنج گوجرانوالہ

فہرست مضامین

دروس الحدیث جلد سوم

پیش لفظ

از احقر محمد فیاض خان سواتی مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین ۰

اَمَّا بَعْدُ!

محترم قارئین کرام۔ دروس الحدیث جلد اوّل اور جلد دوم کی اشاعت کے بعد اس سلسلۃ الذہب کی تیسری جلد آپ کے سامنے ہے اللہ تعالیٰ نے معالم العرفان فی دروس القرآن کی طرح دروس الحدیث کو بھی اپنے خصوصی فضل وکرم سے مقبولیت سے نوازا ہے۔ عوام وخواص نے ان سے استفادہ کیا ہے اور ان کی اشاعت کو قابل صد تحسین وآفرین قرار دیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو نہایت دلنشین انداز میں امت مسلمہ کے اذہان کے قریب کرنے اور ان کی تفہیم میں دروس الحدیث کے مفید عام سلسلہ کو نہایت پذیرائی حاصل ہوئی ہے اس افراط وتفریط کے بھیانک دور میں نہایت اعتدال کے ساتھ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کو ان دروس میں بیان کیا گیا ہے۔ حدیث کا لغوی معنیٰ بات اور کلام ہوتا ہے اور اصطلاح میں حدیث حضور علیہ السلام کے ارشادات اور افعال کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کلام قرآن کریم کے بعد جس کلام کو فوقیت اور افضلیت حاصل ہے وہ حضور علیہ السلام کے ارشادات ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ جیساکہ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (النساء ۵۹)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو۔ اور رسول کی اطاعت کرو۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ (آل عمران، ۳۲)

آپ کہد یجئے اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ (آل عمران، ۳۱)

آپ کہہ دیجئے اگر تم اللہ تعالےٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو تم میرا اتباع کرو۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب، ۲۱)

مسلمانو، تمہارے واسطے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل پیروی کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (الحشر، ۷)

جو تم کو اللہ کا نبی (دے یا سکھلائے) اسکو لے لو اور جس سے وہ تم کو منع کرے اس سے رک جاؤ۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء ۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی

ان تمام آیاتِ قرآنی سے احادیث مبارکہ کی عظمت و بزرگی ظاہر ہوتی ہے اور جنکو ماننا اور ان پر عمل پیرا ہونا ہر ایماندار شخص پر لازم ہے جو شخص حضور علیہ السلام کی سنتِ مبارکہ سے اعراض کرتا ہے۔ اسکے متعلق خود حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

من رغب عن سنتی فلیس منی (بخاری و مسلم)

جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حضور علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ میری سنت کو ترک کرنے والا ملعون ہے (مسند احمد و مستدرک حاکم)

اس وقت دنیا میں بے حد و بے شمار فتنے رونما ہو چکے ہیں من جملہ ان میں سے ایک بڑا فتنہ انکارِ حدیث کا فتنہ بھی ہے بعض لوگوں نے حضور علیہ السلام کی احادیث کو سرے سے ماننے سے ہی انکار کر دیا ہے جس سے اسلام کی بنیادوں کو سخت ترین نقصان پہنچ سکتا ہے قرآن کی تفسیر و تشریح من مانی کی گئی ہے جس کی وجہ سے اخلاقیات میں بگاڑ پیدا ہو چکا ہے۔ عقائد و اعمال میں کمی واقع ہو چکی ہے اور معاشرت و سیاست میں ان گنت خرابیوں نے جنم

لیاہے۔ یہ سب فتنے انکارِ حدیث کا نتیجہ ہیں۔ نزولِ وحی کے زمانہ سے لیکر پہلی صدی تک تقریباً صحیح احادیث کو بغیر کسی تفصیل کے متفقہ طور پر حجت سمجھا جاتا تھا پھر آہستہ آہستہ گمراہ فرقوں نے اس میں رخنے ڈالنے شروع کر دیئے اور انکارِ حدیث کی داغ بیل ڈال دی ان فرقوں میں معتزلہ فرقہ پیش پیش تھا۔ قریبی دور میں اس فتنہ کو ابھارنے والے ۱۔ عبداللہ چکڑالوی ۲۔ اسلم جیراجپوری ۳۔ نیاز فتحپوری ۴۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق ۵۔ ڈاکٹر احمد دین ۶۔ علامہ مشرقی ۷۔ غلام احمد پرویز ۸۔ تمنا عمادی پھلواروی وغیرہ فتنہ پروروں نے اپنی تقریر و تحریر کے زور پر فتنۂ انکارِ حدیث پاکر کے سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے میں بڑا مکروہ کردار ادا کیا ہے۔ ایسے فتنہ پروروں کی سرکوبی کے لیے اللہ رب العزت نے ہر دور میں علمائے راسخین کو پیدا فرمایا ہے جنہوں نے بڑی محنت لگن اور جانفشانی سے ایسے فتنوں کا سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا ہے اور لوگوں کو حضور علیہ السلام کی احادیث سے قریب کرنے کے لیے بڑی بڑی کاوشیں اور محنتیں کی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب دروس الحدیث جلد سوم بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے اس میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو نہایت شستہ پیرایہ میں بالکل آسان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے جس کے پڑھنے سے ذہن میں کوئی خلجان پیدا نہیں ہوتا ہر آدمی خواہ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو یا متوسط پڑھا لکھا یا معمولی اردو خوان ہو ان سے بخوبی استفادہ کر سکتا ہے۔ اس جلد میں بھی امام احمد بن حنبل رحؒ کی مسند احمد کی منتخب احادیث کو جمع کیا گیا ہے۔ جو کہ دو صد ستر روایات ہیں اس جلد کے بعد چوتھی جلد کی کتابت بھی مکمل ہو چکی ہے۔ قارئین کرام اس کی اشاعت کے لیے بھی خصوصی دعا فرمائیں کہ اللہ رب العزت اپنے غیب کے خزانے سے اسباب مہیا فرمائے۔ صاحبِ دروس حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحب مدظلہ کی صحت اور عافیت کے لیے اور جو جو حضرات اس مشن میں دامے، درمے، قدمے، سخنے حصہ لے رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی جان و مال میں برکت نصیب فرمائے اور اس کارِ خیر میں مزید بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق مرحمت فرمائے اور استقامت علی الخیر کی توفیق دے۔ اس جلد کی پروف ریڈنگ میں احقر کے ساتھ حافظ محمد عمار خان ناصر نے حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی محنت و کاوش کو بھی شرف

قبولیت سے نوازے۔ آمین
وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ
اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ○

احقر محمد فیاض خان سواتی
مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
۲۴ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ یکم اکتوبر ۱۹۹۴ء

حضرت انسؓ کی عمر

عَنْ حُمَیْدٍ عَنْ اَنَسٍ عُمِّرَ مِائَۃَ سَنَۃٍ غَیْرَ سَنَۃٍ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صہ ۱۲۴)

حضرت انس بن مالکؓ کے شاگرد حضرت حمید بیان کرتے ہیں کہ حضرت انسؓ کی عمر ننانوے سال یعنی ایک کم سو سال ہوئی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت انسؓ کے مال اور عمر میں برکت کے لیے خصوصی دعا کی تھی۔ چنانچہ اللہ نے آپ کی عمر میں بھی برکت دی اور آپ کو اولاد بھی بہت دی۔

حضور علیہ السلام نے جب مدینہ ہجرت کی تھی تو انس بن مالکؓ دس سال کی عمر کے تھے والدہ نے لاکر حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا تو یہ حضور علیہ السلام کی وفات تک دس سال حضور کی خدمت کرتے رہے حضور کے خادم خاص تھے ہر وقت آپکے پاس آنا جانا تھا۔ آپ کی خدمت کرتے تھے بڑی سعادت ان کو حاصل ہوئی ہے یہ بعد میں بصرہ میں آکر مقیم ہو گئے تھے اور بصرہ میں ہی ان کی وفات ہوئی بصرہ اور کوفہ جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں دو بڑے شہر آباد ہوئے تھے عراق میں یہ بصرہ میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ کوفہ میں چودہ سو صحابہ کرامؓ آکر آباد ہوتے تھے حضرت علیؓ بھی تھے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی تھے اور بھی بے شمار بڑے بڑے صحابہ تھے ایسے ہی بصرہ کے اندر بھی تھے۔ حضور علیہ السلام نے ان کے لیے دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَہٗ وَ وَلَدَہٗ وَ اَخِّرْہُ مِیْن دعائیں کی تھیں کہتے ہیں دو دعائیں اللہ نے منظور فرمائی ہیں دنیا میں ہیں نے دیکھ لیا تیسری کی امید رکھتا ہوں اے اللہ اس شخص کے مال اور اولاد میں برکت عطا فرما۔ مال بھی اللہ نے بہت دیا۔ بصرہ میں ان کا باغ تھا لوگوں کے باغ سال میں ایک دفعہ پھل دیتے تھے انکا باغ دو دفعہ پھل دیتا تھا یہ حضور کی دعا کی برکت تھی ان کے باغ میں نیازبو تھی جس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی حالانکہ یہ نیازبو جو ہے اس کی الگ خوشبو ہوتی ہے لیکن وہاں کستوری کی خوشبو آتی تھی یہ حضور کی دعا کی برکت تھی مال بھی اللہ نے بہت دیا اور اولاد بھی خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ہاتھ سے اپنے صلبی بیٹوں

میں سے ایک سو اکیس یا ایک سو بائیس دفن کیے ہیں اور اولاد کی اولاد تو بہت تھی اور عمر بھی لمبی ہوئی کیونکہ انہوں نے ۹۳ھ میں وفات پائی ہے اور تیسری دعا یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں بخشش فرمائے کہتے ہیں کہ اسکی امید رکھتا ہوں وہ دعائیں تو دیکھ لیں۔

اس حدیث میں سطر نمبر ۷ سے آخر تک حضرت انسؓ کے جو حالات منسلک ہیں وہ احقر نے والد محترم مدظلہ کی شمائل ترمذی کی کیسٹ شدہ تقریر سے نقل کیے ہیں۔ حضرت انسؓ کی تاریخ ولادت و وفات کے متعلق کوئی حتمی بات کتب میں درج نہیں ہے بعض کے نزدیک آپکی عمر ایک سو سات برس ہے بعض کے نزدیک ایک سو دس برس بعض کے نزدیک ایک سو تریسٹھ برس ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ حضرت انسؓ نے حضور علیہ السلام کی خدمت سات برس کی یا آٹھ برس کی یا دس برس کی پھر آپ کی تاریخ وفات کے متعلق بھی بعض نے ۹۰ھ بعض نے ۹۱ھ بعض نے ۹۲ھ اور بعض نے ۹۳ھ نقل کیا ہے۔ علامہ عزالدین ابی الحسن علی بن محمد بن عبدالکریم الجزریؒ المعروف بابن الاثیر المتوفی ۶۳۰ھ نے حضرت انسؓ کے متعلق مندرجہ بالا جملہ اقوال نقل کرنے کے بعد ۹۳ھ کو ہی آپ کی وفات کا سن قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ص ۱۲۷، ۱۲۸ ج ۱ نیز صاحب تہذیب نے بھی آپ کی وفات کے متعلق ۹۱ھ ۹۳ھ اور ۹۵ھ کے اقوال نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ واقرب ماقیل وفاتہ سنۃ ۹۳ھ آپکی وفات کا سن ۹۳ ہی زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ (تہذیب التہذیب ص ۳۷۸ ج ۱)

(فیاض)

نسب پر فخر کرنے کی ممانعت

عَنْ اَنَسٍ قَالَ بَلَغَ صَفِيَّةَ اَنَّ حَفْصَةَ قَالَتْ اِنِّيْ اِبْنَةُ يَهُوْدِيٍّ فَبَكَتْ فَدَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ تَبْكِيْ فَقَالَ مَا شَانُكِ فَقَالَتْ قَالَتْ لِيْ حَفْصَةُ اِنِّيْ اِبْنَةُ يَهُوْدِيٍّ ...... اَلخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۶)

حضرت انسؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ ام المومنین حضرت حفصہؓ نے آپکی دوسری زوجہ محترمہ حضرت صفیہؓ کے متعلق کہا کہ یہ یہودی کی بیٹی ہے جب بات حضرت صفیہؓ کو پہنچی تو وہ رونے لگیں۔ اتنے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت صفیہؓ رو رہی ہیں۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے تو انہوں نے بتایا کہ حضرت حفصہؓ نے اسے یہودی کی بیٹی ہونے کا طعنہ دیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کی دلجوئی کی اور فرمایا اِنَّكِ اِبْنَةُ نَبِيٍّ وَ اِنَّ عَمَّكِ نَبِيٌّ وَ اِنَّكِ لَتَحْتَ نَبِيٍّ فَفِيْمَ تَفْخَرُ عَلَيْكِ۔ دیکھو! تم ایک نبی یعنی موسیٰ علیہ السلام کی بیٹی ہو۔ اس کی اولاد میں سے ہو تمہارے چچا حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے اور پھر تم اللہ کے آخری نبی یعنی میری زوجیت میں ہو، لہٰذا حفصہؓ تم پر کس چیز میں فخر کرتی ہے اور تمہیں طعن و تشنیع کا نشانہ بناتی ہے۔ پھر آپ نے حضرت حفصہؓ سے فرمایا اِتَّقِي اللّٰهَ يَا حَفْصَةُ۔ اے حفصہ! اللہ سے ڈرو، خاندان اور نسب کی بنا پر کسی کو طعن کرنا حرام ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے كُلُّكُمْ اَبْنَاءُ اٰدَمَ۔ تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام کا سلسلہ نسب مٹی کے ساتھ ملتا ہے لہٰذا خود کو برتر اور دوسرے انسان کو حقیر نہ سمجھو۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن پاک میں بھی فرمان ہے وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ (الحجرات - ۱۴) لوگو ہم نے تمہارے خاندان اور قبائل بنائے

تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، مگر یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کے ہاں برتری اسی کو حاصل ہوگی جو تم میں سے زیادہ متقی ہوگا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ جس شخص کو اس کا عمل پیچھے ہٹا لے گا اس کو اس کا نسب آگے نہیں بڑھا سکتا۔ شرافت کا دارومدار ایمان اور اچھے عمل پر ہے نہ کہ خاندان اور نسب پر۔ اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو کسی معزز خاندان میں پیدا کیا ہے اس کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے کیونکہ یہ اس کی مہربانی سے ہوا ورنہ کون ہے جو اپنی مرضی سے کسی کے ہاں پیدا ہو۔ لہٰذا کسی دوسرے شخص کو حقیر سمجھنا ہرگز مناسب نہیں۔ ویسے بھی کسی مسلمان کو یہودیت کا طعنہ دینا درست نہیں ہے ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو یہودی کہہ کر مخاطب کرے وہ بیس کوڑوں کی سزا کا مستحق بنتا ہے۔ بہرحال حضرت حفصہؓ کی زبان سے نکلنے والی یہ بات غلط تھی۔ سوکنوں کے درمیان اس قسم کی باتیں نکل آتی ہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو عمدہ پیرائے میں بات سمجھا دی۔ صفیہؓ کی دلجوئی کی اور حفصہؓ کو خبردار کیا کہ آئندہ ایسی بات نہیں ہونی چاہیئے۔ ایک اور روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ کی ایک بیوی نے دوسری کو پست قد ہونے کا طعنہ دیا۔ حضور علیہ السلام سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم نے زبان سے ایسی بات نکالی ہے کہ اگر سمندروں میں ملا دیا جائے تو سارے کے سارے سمندر کڑوے ہو جائیں۔

حضرت جلیبیب شہیدؓ

عَنْ اَنَسٍ قَالَ خَطَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی جُلَیْبِیْبٍ اِمْرَاَۃً مِّنَ الْاَنْصَارِ اِلٰی اَبِیْھَا فَقَالَ حَتّٰی اَسْتَاْمِرَ اُمَّھَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ فَنَعَمْ اِذًا قَالَ فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ اِلٰی امْرَاَتِہٖ فَذَکَرَ ذٰلِکَ لَھَا ...... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۶)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک غریب صحابی حضرت جلیبیبؓ کے متعلق انصار کے خاندان میں ایک شخص کی بیٹی کی طرف پیغامِ نکاح بھیجا۔ روایت کے آخر میں آتا ہے وَاِنَّھَا لِمَنْ اَنْفَقَ بَیْتٍ فِی الْمَدِیْنَۃِ ۔ وہ مدینہ کا اچھا خرچ کرنے والا یعنی مالدار خاندان تھا۔ اس خاندان میں حضور نے اس غریب آدمی کے لیے نکاح کا پیغام بھیجا وہ شخص کہنے لگا، حضور! مجھے اجازت دیں تاکہ میں لڑکی کی ماں سے مشورہ کر لوں۔ آپ نے اجازت دے دی۔ پھر جب اس شخص نے اپنی بیوی سے اس رشتہ کے متعلق بات کی تو وہ غصے میں آگئی اور کہنے لگی لَاھَا اللّٰہِ اِذًا مَا وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا جُلَیْبِیْبًا۔ بخدا یہ بات نہیں ہو سکتی۔ کیا حضور علیہ السلام کو ہماری بیٹی کے لیے جلیبیب۔ جیسا نادار آدمی ہی ملا تھا حالانکہ ہمارے پاس فلاں فلاں آدمیوں کے اچھے رشتے آرہے تھے۔ مگر ہم نے قبول نہ کئے یہ سن کر پیغام لانے والا شخص واپس چلا گیا تاکہ حضور علیہ السلام کو بتلائے کہ گھر والے اس رشتہ پر رضامند نہیں ہیں متعلقہ لڑکی پردے کے پیچھے یہ باتیں سن رہی تھی۔ وہ فوراً کہنے لگی اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَرُدُّوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات رد کرنا چاہتے ہو حالانکہ آپ نے اس رشتہ کے لیے سفارش کی ہے۔ یہ تو بہت بری بات ہے یہ سن کر میاں بیوی کہنے لگے کہ لڑکی بات تو سچی کہتی ہے حضور

علیہ السلام کی سفارش کو رد کرنا اچھا نہیں ہے۔ چنانچہ لڑکی کا باپ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اِنْ کُنْتَ قَدْ رَضِیْتَہٗ فَقَدْ رَضِیْنَا۔ حضور اگر آپ اس رشتہ پر راضی ہیں تو ہم بھی راضی ہیں۔ آپ نے فرمایا فَاِنِّیْ قَدْ رَضِیْتُہٗ۔ بھائی میں تو راضی ہوں۔ پھر آپ نے اس لڑکی کا نکاح حضرت جلبیبؓ کے ساتھ کر دیا۔

پھر اتفاق ایسا ہوا کہ مدینہ میں جنگ کا واقعہ پیش آگیا اور جلبیب بھی مجاہدین اسلام میں شامل ہو گیا اور دشمنوں کا خوب مقابلہ کیا۔ بہت سے مشرکوں کو ہلاک کیا اور پھر خود بھی شہید ہو گیا مسلم شریف کی روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ اس نے سات کافروں کو قتل کیا اور پھر خود شہید ہو گیا۔ جنگ کے بعد حضور علیہ السلام نے مجاہدین کی تلاش شروع کی تو صحابہؓ نے بتلایا کہ فلاں فلاں آدمی نہیں ہے مگر جلبیبؓ کسی کی نگاہ میں نہ آیا پھر غریب آدمی کو کون جانتا ہے حضور علیہ السلام نے پوچھا اور کون سا آدمی اس جنگ میں شہید ہوا ہے؟ صحابہؓ نے کچھ نام بتائے مگر جلبیبؓ کا نام پھر بھی نہ آیا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ مجھے جلبیبؓ نظر نہیں آرہا ہے۔ جب پتہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ سات کافروں کو تہ تیغ کرنے کے بعد وہ خود بھی شہید ہو گیا حضور علیہ السلام اس کی لاش پر خود تشریف لائے اور اس کی بہادری کی تعریف کی پھر آپ نے اس کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھایا اور خود قبر میں اتارا۔

مخلوق کے مالی حقوق

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ قَالَ اَتَى رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ ذُوْ مَالٍ كَثِيْرٍ وَّ ذُوْ اَهْلٍ وَّ وَلَدٍ وَحَاضِرَةٍ فَاَخْبِرْنِيْ كَيْفَ اُنْفِقُ وَكَيْفَ اَصْنَعُ ...... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۶)

حضرت انس بن مالک رضؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ بنی تمیم کا ایک شخص حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں مالدار آدمی ہوں، اہل و عیال بھی ہیں۔ آنے جانے والے اور جانور بھی ہیں، تو آپ بتلائیں کہ میں اپنے مال کو کس طرح خرچ کروں اور کیا کروں؟ آپ نے جواب دیا۔ تُخْرِجُ الزَّكٰوةَ مِنْ مَالِكَ فَاِنَّهَا طُهْرَةٌ تُطَهِّرُكَ سب سے پہلے اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکالو کیونکہ یہ پاک ہے اور تمہارے مال کو پاک کرے گی۔ سورۃ توبہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا۔ آپ ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ وصول کریں جس سے ان کی ظاہری اور باطنی طہارت ہوگی۔ ظاہری طہارت یہ ہے کہ مال پاک ہوگا تو ہر چیز پاک ہوگی اور باطنی طور پر ایمان اور عقیدہ بھی پاک ہوگا۔ جب کسی شخص کے پاس مال کی مقدار دو سو درہم چاندی یا بیس مثقال سونے کے برابر پہنچ جائے اور پھر اس پر سال گزر جائے تو اس میں سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکالنا فرض ہو جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو دوسری بات یہ فرمائی۔ وَتَصِلُ اَقْرِبَاءَكَ۔ اپنے قرابتداروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ اگر رشتہ دار نادار ہیں تو ان کی امانت کرو۔ تیسری نصیحت یہ فرمائی۔ وَتَعْرِفُ حَقَّ السَّائِلِ وَالْجَارِ وَالْمِسْكِيْنِ

محتاج، پڑوسی اور مسکین کا حق پہچانو۔ سائل سے مراد محتاج انسان ہے نہ کہ بھکاری جو بطور پیشہ بھیک مانگتا ہے کیونکہ یہ تو ویسے ہی حرام ہے وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ (الضحیٰ - ۱۰) سائل کو مت جھڑکو۔ اس سے وہی سائل مراد ہے جو واقعی محتاج ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے۔ وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذٰریٰت - ۱۹) مالداروں کے مال میں محتاج اور محروم کا بھی حق ہے۔ محروم سے مراد وہ شخص بھی ہو سکتا ہے جس پر کوئی حادثہ وارد ہو جائے جس سے اس کا مال ضائع ہو جائے۔ یا کوئی خسارا آ جائے۔ اس حدیث میں بھی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم محتاج، پڑوسی اور مسکین کا حق پہچانو۔ اگر پڑوسی مسکین ہے تو دور والوں کی نسبت اس کا حق فائق ہے کیونکہ حضور کا فرمان ہے لِلْجَارِ عَلَى الْجَارِ حَقٌّ۔ ایک پڑوسی کا دوسرے پڑوسی پر بڑا حق ہے آپ نے یہ بھی فرمایا۔ مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ۔ جبریل علیہ السلام مجھے برابر اللہ کی طرف سے پڑوسی کے متعلق تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ شاید اللہ تعالیٰ پڑوسی کو وراثت میں حصہ دلا رہے ہیں اس طرح دوسری جگہ فرمایا۔ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهٗ جو آدمی اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ لوگ ان چیزوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے دنیا میں فتنہ فساد اور بدامنی پیدا ہوتی ہے۔

جب یہ بات ہوئی تو وہ مالدار شخص کہنے لگا۔ اَقْلِلْ لِيْ۔ حضور مجھے کوئی مختصر بات بتلائیں جس پر میں عمل در آمد کروں تو آپ نے فرمایا وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل - ۲۶) قرابت دار، مسکین اور مسافر کو اس کا حق ادا کرو اور فضول خرچی مت کرو۔ اپنے مال کو ناجائز کاموں پر مت لگاؤ۔ فرمایا یہ جامع اور مانع بات ہے۔ اس شخص نے پھر عرض کیا حضور اگر میں زکوٰۃ کا مال آپ کے قاصد کے ذریعے ادا کروں فَقَدْ بَرِئْتُ مِنْهَا

تو کیا میں اللہ اور رسول کے ہاں بری الذمہ ہو جاؤنگا؟ فرمایا، ہاں اگر تم زکوٰۃ کا مال میرے قاصد کے ذریعے بھیج دو۔ فَقَدْ بَرِأْتَ مِنْهَا تو تم بری الذمہ ہو گئے فَلَكَ أَجْرُهَا۔ اور تمہیں اس کا اجر ملے گا۔ وَ إِثْمُهَا عَلَى مَنْ بَدَّلَهَا۔ اور اس کا گناہ اس کی خلاف ورزی کرنے والے پر آئیگا اور وہ اللہ کے ہاں ماخوذ ہو گا۔

بنی تمیم کے اس آدمی کے ساتھ گفتگو سے ثابت ہوا کہ مالی حقوق میں سب سے پہلے زکوٰۃ آتی ہے جو کہ فرض ہے اس کے بعد صدقہ فطر، قربانی، محتاج مسکین اور رشتہ دار کا حق واجبات میں سے ہیں۔ اس کے بعد حج اور عمرہ کا خرچہ بھی صاحب استطاعت پر لازم ہے بعض حقوق سنت اور بعض مستحب ہیں اگر کوئی شخص بھوکا مر رہا ہے تو واحد مالدار آدمی پر اس کی جان بچانا فرض ہو جائیگا جب کہ کوئی دوسرا مدد کرنے والا نہ ہو۔ اور اگر اور لوگ بھی مدد کر سکتے ہوں تو پھر ایسا کرنا سنت یا مستحب کے درجہ میں آئیگا۔

بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا ثواب

اَخْبَرَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ وَھِیَ مُحَمَّۃٌ فَحُمَّ النَّاسُ فَدَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ وَالنَّاسُ قُعُوْدٌ یُصَلُّوْنَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَاۃُ الْقَاعِدِ نِصْفُ صَلَاۃِ الْقَائِمِ فَتَجَشَّمَ النَّاسُ الصَّلَاۃَ قِیَامًا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۶)

حضرت انس بن مالک رضؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ تشریف لائے تو اس وقت مدینہ میں بخار عام تھا اور مہاجرین خاص طور پر اس کی زد میں آگئے بخار کی وجہ سے لوگوں میں قدرے کمزوری بھی آگئی تھی۔ ایک دن حضور علیہ السلام مسجد میں داخل ہوتے تو دیکھا کہ لوگ نفل نماز بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب کھڑے ہو کر پڑھنے کی نسبت آدھا ہے۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد لوگوں نے مشقت کے ساتھ بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کو ترجیح دی تاکہ ان کے اجر میں کمی واقع نہ ہو جائے۔ صحابہ ہمیشہ پورا ثواب حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے البتہ معذور آدمی بیٹھ کر نماز ادا کر سکتا ہے ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص عام حالات پر پورے طریقہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھتا تھا، پھر عذر کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھنے لگا تو امید ہے کہ اسے اس کی عزیمت کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھنے میں بھی پورا ثواب حاصل ہوگا۔

حضور علیہ السلام کا خوشبودار پسینہ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِنْدَنَا فَعَرِقَ وَجَاءَتْ اُمِّيْ بِقَارُوْرَةٍ فَجَعَلَتْ تَسْلُتُ الْعَرَقَ فِيْهَا فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ مَا هٰذَا الَّذِيْ تَصْنَعِيْنَ قَالَتْ هٰذَا عَرَقُكَ نَجْعَلُهُ فِيْ طِيْبِنَا وَهُوَ مِنْ اَطْيَبِ الطِّيْبِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۶)

حضرت انسؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایک دوپہر ان کے گھر میں آرام کیا۔ کہتے ہیں کہ میری والدہ ایک شیشی لے آئیں اور اس میں حضور علیہ السلام کا پسینہ جمع کر لیا۔ جب آپ بیدار ہوتے تو فرمایا ام سلیم! کیا کر رہی ہو۔ عرض کیا آپ کا پسینہ اس شیشی میں جمع کیا اسے ہم اپنی خوشبو میں ملا لیتے ہیں تو خوشبو کی پاکیزگی بڑھ جاتی ہے۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ ام سلیمؓ نے کہا کہ ہم یہ اپنے بچوں کو برکت کے لیے دیں گے جو کہ ایک متبرک خوشبو ہوگی۔ ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ دنیا کی کسی خوشبو میں وہ چیز نہیں پائی جاتی جو آپکے پسینہ مبارک میں ہے یہ آپ کی خصوصیت میں داخل ہے ویسے بھی آپکے پسینہ سے بہت خوشبو آتی تھی اور آپ جس گلی سے گزر جاتے تھے وہ گلی معطر ہو جاتی تھی۔

☆

جنّت کا دروازہ حضور علیہ السلام کھلوائیں گے

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰتِيْ بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَسْتَفْتِحُ فَيَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ قَالَ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ قَالَ يَقُوْلُ بِكَ اُمِرْتُ اَنْ لَّا اَفْتَحَ لِاَحَدٍ قَبْلَكَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۶)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت والے دن جنت کے دروازے پر آؤنگا اور اسے کھلواؤنگا۔ جنت کا دربان کہے گا آپ کون ہیں؟ میں کہونگا کہ میں محمد ہوں۔ اس پر دربان کہے گا کہ مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے میں کسی اور کے لیے جنّت کا دروازہ نہ کھولوں۔ مطلب یہ کہ جنت کا دروازہ سب سے پہلے آپ کے لیے کھولا جائیگا اور آپ ہی سب سے پہلے اس میں داخل ہوں گے پھر تمام امتوں میں سے حضور خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پہلے جنت میں داخل ہو گی۔ صحیحین کی روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضور علیہ السلام اور آپ کی امت کو یہ فضیلت عطا فرمائی ہے۔

عمیر بن الحمامؓ کی جنگ بدر میں شہادت

عَنْ اَنَسٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُسَیْسَۃَ عَیْنًا یَنْظُرُ مَا فَعَلَتْ عِیْرُ اَبِیْ سُفْیَانَ فَجَآءَ وَمَا فِی الْبَیْتِ اَحَدٌ غَیْرِیْ وَغَیْرُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اَدْرِیْ مَا اسْتَثْنٰی بَعْضَ نِسَآئِہٖ فَحَدَّثَہُ الْحَدِیْثَ ...... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۶)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص بسیسہ نامی کو ابوسفیان کے قافلہ کا پتہ چلانے کے لیے بھیجا۔ یہ وہ واقعہ ہے جو جنگ بدر کی بنیاد بنا۔ مشرکین مکہ نے فیصلہ کیا تھا کہ ابوسفیان کی سرکردگی میں جانے والے تجارتی قافلے کا کل منافع مسلمانوں کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے استعمال کیا جائیگا۔ مسلمانوں کو اس قافلے کی خبر ملی تو آپ نے بسیسہ کو بطور جاسوس بھیجا تاکہ پتہ کرے کہ یہ قافلہ کس راستے سے جا رہا ہے حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ جب یہ جاسوس خبر لے کر واپس آیا تو گھر میں میرے اور حضور علیہ السلام کے سوا کوئی نہیں تھا۔ شاید حضور علیہ السلام کی ازواج مطہرات میں سے بھی کوئی تھی۔ بہرحال جاسوس نے مکمل حال بیان کیا کہ قافلہ اتنا بڑا ہے، اس کے پاس اس قدر سامان ہے اور یہ فلاں راستے سے جا رہا ہے۔ یہ اطلاع پاکر حضور علیہ السلام گھر سے باہر نکلے اور فرمایا۔ اِنَّ لَنَا طَلِبَۃً ہمارا کچھ مقصود ہے یعنی ہم اس قافلے کا تعاقب کرنا چاہتے ہیں لہٰذا لوگوں کو ہمارے ساتھ اس مہم میں نکلنا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا کہ جس کے پاس سواری ہے فَلْیَرْکَبْ مَعَنَا۔ وہ فوراً سوار ہوکر ہمارے ساتھ چل پڑے، بعض لوگوں نے عذر پیش کیا کہ ہماری سواریاں مدینہ سے باہر اطراف میں ہیں، اگر اجازت ہو تو ان کو لے آئیں اور پھر آپ کے ساتھ چل دیں۔ آپ نے فرمایا لا اِلَّا مَنْ کَانَ ظَہْرُہٗ حَاضِرًا نہیں بلکہ جن کی سواریاں موجود ہیں وہ فوراً روانہ ہو جائیں کیونکہ باہر سے سواریوں کی آمد کے لیے

وقت نہیں ہے چنانچہ حضور علیہ السلام اور آپکے سوار ساتھی چل دیئے۔ حَتّٰی سَبَقُوا الْمُشْرِكِيْنَ اِلٰى بَدْرٍ حتیٰ کہ آپ مشرکین سے پہلے بدر کے مقام پر پہنچ گئے۔ ادھر مشرکین مکہ کو بھی اطلاع مل گئی کہ مسلمان ان کے قافلے کا تعاقب کر رہے ہیں لہٰذا ابو جہل نے بھی اپنے لوگوں کو قافلے کی حفاظت کی غرض سے نکالا اور مشرک بھی اسی بدر کے مقام پہنچ گئے۔

حقیقت یہ ہے کہ جنگ کا ارادہ نہ مسلمانوں کا تھا اور نہ کفار کا۔ مسلمان محض قافلے کے تعاقب میں نکلے تھے اور مشرک اس کی حفاظت کرنا چاہتے تھے۔ قدرت کو اسی طرح منظور تھا کہ دونوں فریق بدر کے مقام پر جمع ہو گئے اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر کسی طرف سے چیلنج نہیں دیا گیا تھا بلکہ بغیر اعلانِ جنگ، دونوں لشکروں کا ٹکراؤ ہو گیا مسلمانوں کا مقصد محض قافلے کو پکڑنا تھا مگر اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ لہٰذا بلا مقصد دونوں لشکروں کو ایک مقام پر جمع کر دیا اس مقام پر حضور علیہ السلام نے صحابہ سے فرمایا۔ لَا يَتَقَدَّمَنَّ اَحَدٌ مِّنْكُمْ اِلٰى شَيْءٍ حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَا اُوْذِنُهٗ۔ مجھ سے پہلے کوئی شخص کوئی قدم نہ اٹھائے یہاں تک کہ میں خود اس کی ڈیوٹی لگاؤں اور جو کام سپرد کردوں وہی کچھ کرنا۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ یا ۳۱۹ تھی جب کہ مقابلے میں ایک ہزار کا لشکر تھا۔ تفصیلی واقعات قرآن پاک اور احادیث میں مذکور ہیں اس موقع پر اللہ کے رسول نے اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعا کی تو اللہ نے اہل ایمان کے دلوں میں اطمینان پیدا کر دیا۔ آپ نے فرمایا اے میرے صحابہ! قُوْمُوْا اِلٰى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ۔ اس جنت کے حصول کے لیے اٹھ کھڑے ہو جس کا عرض زمین و آسمان سے بھی زیادہ ہے۔ انصار مدینہ میں سے عمیر بن الحمام نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا ایسا جنت جس کا چوڑان زمین و آسمان سے بھی زیادہ ہے؟ فرمایا ہاں۔ اس پر عمیرؓ نے بخٍ بخٍ کا نعرہ لگایا یعنی واہ واہ، بہت خوب، ایسی عظیم جنت کو کیوں نہ حاصل کیا جائے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ عمیر! تم نے یہ کلمہ کیوں کہا ہے تو وہ کہنے لگے۔ حضور! ...... میں نے جملہ اس لیے زبان سے نکالا ہے اِلَّا رَجَاءَ اَنْ اَكُوْنَ مِنْ اَهْلِهَا۔ کہ خدا تعالیٰ

مجھے اس جنت کے رہنے والوں میں سے بنا دے۔ حضور علیہ السلام نے اس کے اشتیاق کو دیکھ کر فرمایا فَاِنَّکَ مِنْ اَھْلِھَا بے شک تم جنت کے اہل میں سے ہو گویا ان کو جنت کی بشارت مل گئی۔ پھر جب دشمن کے ساتھ مقابلہ ہوا تو یہ صاحب اپنی میان میں رکھی ہوئی کھجوریں کھا رہے تھے پھر انہیں یکدم خیال آیا۔ لَئِنْ اَنَا حَیِیْتُ حَتّٰی اٰکُلَ تَمَرَاتِیْ ھٰذِہٖ اِنَّھَا لَحَیَاۃٌ طَوِیْلَۃٌ کیا میں اتنی لمبی عمر پاؤں گا کہ کھجور کے یہ سارے دانے کھا سکوں؟ چنانچہ کھجور کے باقی ماندہ دانے زمین پر پھینک دیئے اور میدان جنگ میں کود پڑے ثُمَّ قَاتَلَھُمْ حَتّٰی قُتِلَ۔ پھر انہوں نے بہت سے کافروں کو تہ تیغ کیا حتیٰ کہ خود بھی جام شہادت نوش کر لیا۔ میدانِ بدر میں کل چودہ مسلمان شہید ہوئے جنہیں اسی میدان میں دفن کر دیا گیا۔ حاجی صاحبان ان کی قبور کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اور جنگ یمامہ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ اِلٰى قَوْلِهٖ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ وَ كَانَ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ الشَّمَّاسِ رَفِيْعَ الصَّوْتِ فَقَالَ اَنَا الَّذِيْ كُنْتُ اَرْفَعُ صَوْتِيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حَبِطَ عَمَلِيْ اَنَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ......الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی۔ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ٥ (الحجرات - ۲۰) اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور ان کے روبرو آپس کی طرح زور زور سے نہ بولو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ہی ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ اس دور میں مدینہ طیبہ میں خطیب الانصار حضرت ثابت بن قیس بن شماس بڑی بلند آواز والے شخص تھے اس آیت کے نزول پر ان کو خطرہ پیدا ہوا کہ بلند آواز ہونے کی وجہ سے کہیں وہ اس آیت کی زد میں آکر اپنے اعمال ہی ضائع نہ کر بیٹھیں۔ حضور کی مجلس میں تو آنا جانا رہتا تھا اور جب بات کرتے تو قدرتی طور پر ان کی آواز بلند ہو جاتی لہٰذا وہ غمگین ہو کر گھر میں بیٹھ گئے تاکہ نہ حضور علیہ السلام کی مجلس میں جائیں اور نہ مذکورہ آیت کا مصداق ٹھہرائیں۔ جب دو چار دن تک حضرت ثابت نظر نہ آئے تو حضور علیہ السلام نے ان کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کہاں ہیں۔ لوگوں نے جا کر اس سے غیر حاضری کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ میں تو اس خوف سے گھر میں مقید ہو گیا ہوں کہ اپنی آواز کی بلندی کی وجہ سے جہنمی نہ بن جاؤں۔

حضرت ثابتؓ کا یہ عذر جب حضور علیہ السلام تک پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ ثابت جہنمی نہیں ہے بَلْ هُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ بلکہ وہ تو جنت والوں میں سے ہے اللہ نے اس کو قدرتی طور پر بلند آواز دی ہے تو یہ گستاخی کے زمرہ میں نہیں آتی۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ہم اس شخص کو اپنے درمیان چلتا پھرتا دیکھتے تھے وَنَحْنُ نَعْلَمُ اَنَّهُ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔ اور ہم خوب جانتے تھے کہ یہ اہل جنت میں سے ہے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ کا واقعہ پیش آیا تو ایک موقع پر مسیلمہ اور اس کے حلیف قبائل کی یلغار کی وجہ سے مسلمانوں کو قدرے پسپائی اختیار کرنا پڑی۔ اس موقع پر حضرت ثابت اس حالت میں آتے کہ کفن پہنا ہوا تھا اور خوشبو لگا رکھی تھی۔ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے کہ اگر مسلمانوں کو شکست ہو جائے تو یہ بہت بری بات ہو گی۔ آپ نہایت بے جگری کے ساتھ مرتدین سے لڑتے رہے حتیٰ کہ جام شہادت نوش کیا۔ آپ سے ان کے جنتی ہونے کی پیشین گوئی تو پہلے ہی فرما دی تھی اور فرمایا تھا کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں ہے۔ اَنْ تَعِيْشَ۔ وَتَمُوْتَ شَهِيْدًا۔ کہ تم پسندیدہ زندگی گزارو اور شہادت کی موت مرو؟

جنگ یمامہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں واقع ہوئی تھی جب مسلمانوں نے مسیلمہ کذاب کا مکمل قلع قمع کرنے کا فیصلہ کیا تھا اس جنگ میں کم و بیش چالیس ہزار آدمی کام آئے تھے جن میں بارہ سو قاری اور حفاظ نے بھی شہادت پائی۔ بعض روایات کے مطابق مسیلمہ کو حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشیؓ نے قتل کیا اور بعض روایات میں امیر معاویہؓ کا نام آتا ہے۔ اس طرح یہ فتنہ فرو ہو گیا۔

موئے مبارک بطور تبرک

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُهُ اَطَافَ بِهِ اَصْحَابُهُ فَمَا يُرِيْدُوْنَ اَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ اِلَّا فِيْ يَدِ رَجُلٍ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۷)

حضرت انس رضؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب کہ حجام آپ کے سر کے بال مونڈ رہا تھا اور آپ کے صحابہؓ آپ کے ارد گرد بیٹھے تھے اور آپ کے کسی بال کو زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے حتیٰ کہ ہر بال کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں آتا تھا۔

لوگ حضور علیہ السلام کے موئے مبارک تبرک کے طور پر اپنے پاس رکھتے تھے حجۃ الوداع کے موقع پر جب منیٰ کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈوایا تھا تو آپ نے بالوں کا ایک حصہ حضرت ابو طلحہ رضؓ کے سپرد کر دیا تھا جو انہوں نے اپنی صوابدید کے مطابق دوسرے صحابہ میں تقسیم کر دیا۔ باقی بال لوگوں نے موقع پر ہی آپس میں بانٹ لیے کسی کے ہاتھ میں ایک بال کسی کے ہاتھ میں دو یا زیادہ بال آ گئے۔

تبرک محض اعتقادی چیز نہیں ہے بلکہ یہ مسئلہ قرآن سے بھی ثابت ہے۔ سورۃ بقرہ میں حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے تبرکات کا ذکر موجود ہے جب بنی اسرائیل نے اپنے زمانہ کے نبی سے درخواست کی کہ وہ ان کے لیے بادشاہ مقرر کر دیں تو انہوں نے اللہ کے حکم سے طالوتؑ کو مقرر کر دیا مگر انہوں نے اس فیصلے پر حیل و حجت کی۔ اللہ کے نبی نے کہا کہ جالوت سے جنگ کرو اللہ تمہیں فتح نصیب کریگا اور اس کی علامت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے تبرکات والا تابوت خود فرشتے تمہارے پاس لے کر آئیں گے۔ اس صندوق میں خاندانِ نبوت کے بال اور ناخن وغیرہ جیسے کچھ تبرکات تھے۔ امیر معاویہؓ کے

کے پاس بھی حضور علیہ السلام کے ناخن کا ایک تراشہ بطور تبرک موجود تھا۔ انہوں نے وصیت کی تھی کہ دفن کرتے وقت یہ تبرک میری آنکھوں میں ڈال دیا جائے۔ اس طرح خود حضور علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی کو اپنے تہ بند کا کفن پہنایا۔ نیز فرمایا کہ میری یہ چادر جسم کے ساتھ رکھنا اور پھر دوسرے کپڑے اوپر ڈال دینا یہ بھی تبرک ہی تھا۔ اس حدیث کا مضمون بھی یہی ہے کہ صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ترشے ہوئے بال ہاتھوں میں لیتے تھے اور زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے۔

بابرکت پانی

عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّی الْغَدَاۃَ جَآءَ خَدَمُ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ بِاٰنِیَتِھِمْ فِیْھَا الْمَآءُ فَمَا یُؤْتٰی بِاِنَآءٍ اِلَّا غَمَسَ یَدَہٗ فِیْھَا فَرُبَّمَا جَآءُوْہُ فِی الْغَدَاۃِ الْبَارِدَۃِ فَغَمَسَ یَدَہٗ فِیْھَا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۷)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز ادا کر لیتے تو اہل مدینہ کے خادم پانی ڈال کر برتن آپ کے سامنے رکھ دیتے اور آپ ان برتنوں میں اپنا دست مبارک رکھ دیتے تاکہ پانی بابرکت ہو جائے۔ یہ پانی لوگ اپنے مریضوں کو شفایابی کے لیے استعمال کراتے تھے۔ موسم سرما میں اگر پانی بہت ٹھنڈا ہوتا تو بھی حضور علیہ السلام اس میں اپنا ہاتھ مبارک ڈال کر پانی لانے والوں کی حوصلہ افزائی فرما دیتے۔ مسلم شریف کی روایت میں آپ کے ایک جبہ کا ذکر بھی ملتا ہے جو حضرت اسماءؓ اسے پانی میں ڈال کردہ پانی خواہشمندوں کو دے دیتیں تاکہ اللہ تعالیٰ مریض کو شفا بخش دے۔

ستر قراء کی شہادت کا سانحہ

عَنْ ثَابِتٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ .... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۷)

اس حدیث شریف میں حضرت انس بن مالکؓ نے ان صحابہؓ کا ذکر کیا ہے جن کو کافروں نے دھوکے کے ساتھ شہید کر دیا تھا۔ ان لوگوں میں اکثریت اصحاب صفہ کی تھی جو مسجد نبوی سے ملحق برآمدے میں رہتے تھے اور حضور علیہ السلام سے دین سیکھتے تھے ان کی تعداد عام طور پر ستر یا اسّی کے قریب ہوتی تھی اور کبھی کبھار چار سو سے بھی بڑھ جاتی تھی حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ان میں ہمارے ماموں بھی شامل تھے۔ چونکہ یہ لوگ قرآن پاک کو احسن طریقے سے پڑھتے تھے اس لیے ہم انہیں قراء کے نام سے یاد کرتے تھے۔ ان کا معمول یہ تھا کہ رات کو دین سیکھتے اور دن کے وقت مختلف کاموں پر چلے جاتے بعض لوگ دور سے میٹھا پانی لانے پر مامور تھے کیونکہ مدینہ میں اکثر کنوؤں کا پانی کھارا تھا بعض اصحاب صفہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے جس سے کھانا پکاتے اور زائد لکڑیاں بازار میں بیچ بھی ڈالتے ان میں سے بعض صاحب وسعت کوئی بکری وغیرہ خرید لیتے اور ذبح کر کے گوشت اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیتے یا اکٹھے مل کر استعمال کر لیتے۔ ان ستر قاری حضرات کی شہادت سے پہلے حضرت خبیبؓ کی شہادت کا واقعہ بھی پیش آچکا تھا۔ یہ دس آدمی تھے جن کو خود حضور علیہ السلام نے کسی کام سے بھیجا تھا۔ مشرکین مکہ نے ان میں آٹھ کو شہید کر دیا اور دو کو قیدی بنا لیا جن میں حضرت خبیبؓ تھے بعد میں ان دو حضرات کو سولی پر لٹکا دیا گیا۔

اس حدیث میں مذکور ستر قراء کا واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ کسی قبیلہ نے حضور علیہ السلام سے درخواست کی کہ ہمارے علاقے میں تبلیغ دین اور قرآن پڑھانے کے لیے کچھ آدمی ہمارے ساتھ بھیجیں ان قراء میں حضرت انسؓ کے ماموں حرامؓ بھی شامل تھے۔

راستے میں قبیلہ بنی سلیم پڑتا تھا جنہوں نے اس قافلے کے ساتھ تعرض کیا۔ حضرت حرام رضی اللہ عنہ نے قبیلے کے سردار کو کہا کہ ہماری تمہاری کوئی عداوت نہیں ہم آگے جانا چاہتے ہیں لہٰذا تم ہمارا راستہ نہ روکو۔ اسی اثنار میں اس شخص نے حضرت حرام رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا جس سے وہ شدید زخمی ہو گئے اور فوراً زبان سے نکلا۔ فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ۔ کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ اسی طرح باقی حضرات کو بھی شہید کر دیا گیا اور ان ستر بہترین حفاظ اور قراء میں سے ایک بھی زندہ نہ بچ سکا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس اندوہناک واقعہ کا علم ہوا تو آپ اس قدر غمگین ہوئے کہ اس سے پہلے کبھی اس قدر غمگین نہیں ہوئے چنانچہ کئی دنوں تک آپ صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھتے رہے۔ یعنی اُن ظالموں کے خلاف اور مسلمانوں کی بہتری کیلئے دعا کرتے رہے۔ یہ قنوت نازلہ تمام نمازوں اور خاص طور پر جہری نمازوں میں آخری رکعت میں رکوع کے بعد پڑھی جا سکتی ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا کہ اگر تمہارے ماموں کا قاتل مل جائے تو تم اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا پسند کرو گے۔ یہ سن کر حضرت انس رضی اللہ عنہ کو سخت غصہ آیا اور کہنے لگے کہ وہ شخص خدا ایسا ویسا کرے، میں اس کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ اس پر ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا مَهْلاً فَإِنَّهُ قَدْ أَسْلَمَ۔ اس بات کو چھوڑ دو کیونکہ اب وہ شخص اسلام لا چکا ہے اور معاملہ ختم ہو چکا ہے اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔

حضرت اُبَیؓ ابن کعبؓ اس آخری امت کے سب سے بڑے قاری

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاُبَیِّ بْنِ کَعْب اَمَرَنِیْ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ اَقْرَاَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ قَالَ اُبَیٌّ اَوَ سَمَّانِیْ لَکَ قَالَ نَعَمْ فَبَکٰی اُبَیٌّ ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۰)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی ابن کعبؓ سے فرمایا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآن پاک کی تلاوت کروں۔ ابیؓ نے عرض کیا حضور! کیا اللہ نے میرا نام لے کر یہ حکم دیا ہے۔ فرمایا! اس مقصد کے لیے اللہ نے تمہارا نام لیا ہے۔ اس پر حضرت ابی بن کعبؓ خوشی کے مارے رونے لگے۔ کہنے لگے کہ میں تو ایک حقیر سا آدمی ہوں مگر خوش قسمت ہوں کہ اللہ نے مجھے یہ اعزاز بخشا ہے خود حضور علیہ السلام کا فرمان بھی ہے کہ میری امت کا سب سے بڑا قاری ابی ابن کعبؓ ہے۔ بعض سورتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو خصوصی حکم دیا کہ یہ حضرت ابیؓ کو پڑھاؤ کیونکہ انہوں نے آگے دوسرے لوگوں کو پڑھانا ہے۔

لاٹھیوں کے ذریعے روشنی کا معجزہ

عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ اُسَیْدَ بْنَ حُضَیْرٍ وَرَجُلًا اٰخَرَ مِنَ الْاَنْصَارِ تَحَدَّثَا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃً فِیْ حَاجَۃٍ لَّھُمَا حَتّٰی ذَھَبَ مِنَ اللَّیْلِ سَاعَۃٌ وَّلَیْلَۃٌ شَدِیْدَۃُ الظُّلْمَۃِ ثُمَّ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْقَلِبَانِ وَبِیَدِ کُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا عُصَیَّۃٌ فَاَضَاءَتْ عَصَا اَحَدِھِمَا لَھُمَا حَتّٰی مَشَیَا فِیْ ضَوْئِھَا..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۷)

حضرت انس رضؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور کے صحابہؓ میں سے اسید بن حضیرؓ اور ایک اور شخص جو انصار مدینہ میں سے ہیں حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ یہ دونوں رات کے وقت حضور کے ساتھ کوئی بات چیت کر رہے تھے۔ رات کا کافی حصہ گزر گیا۔ رات اندھیری تھی اور ان دونوں حضرات کے گھر بھی ذرا فاصلے پر تھے جب یہ حضور علیہ السلام سے فارغ ہو کر نکلے تو دونوں کے ہاتھ میں ایک ایک چھڑی تھی ان میں سے ایک چھڑی قدرتِ الٰہی سے لمپ کی طرح روشن ہو گئی جس کی روشنی میں یہ حضرات چلتے رہے۔ آگے چل کر دونوں کے گھر علیحدہ علیحدہ سمت میں تھے۔ جب وہ مختلف راستوں پر روانہ ہوتے تو پھر دونوں کی لاٹھیاں روشن ہو گئیں اور اس طرح انہیں گھر پہنچنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی۔ یہ حضور علیہ السلام کا معجزہ تھا۔

ذکر کی فضیلت

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَابْنَ اٰدَمَ اِنْ ذَکَرْتَنِیْ فِیْ نَفْسِکَ ذَکَرْتُکَ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرْتَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُکَ فِیْ مَلَاءٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ اَوْ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْھُمْ وَاِنْ دَنَوْتَ مِنِّیْ شِبْرًا دَنَوْتُ مِنْکَ ذِرَاعًا وَاِنْ دَنَوْتَ مِنِّیْ ذِرَاعًا دَنَوْتُ مِنْکَ بَاعًا وَاِنْ اَتَیْتَنِیْ تَمْشِیْ اَتَیْتُکَ اُھَرْوِلُ قَالَ قَتَادَۃُ فَاللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اَسْرَعُ بِالْمَغْفِرَۃِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۸)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اے آدم کے بیٹے! اگر تو مجھے اپنے جی میں یاد کریگا تو میں بھی تجھے اپنے جی میں یاد کرونگا اور اگر تو مجھے کسی مجمع میں یاد کریگا تو میں تجھے فرشتوں کی جماعت یا اس سے بہتر جماعت میں یاد کرونگا۔ فرمایا اگر تو میری طرف ایک بالشت بھر قریب آئیگا تو میں تیری طرف ایک ہاتھ کے برابر قریب آؤں گا اور اگر تو میری طرف ایک ہاتھ کے برابر قریب آئے گا تو میں پورے دو بازوؤں کے برابر قریب آؤں گا۔ اگر تو میری طرف چل کر آئیگا تو میں تیری طرف دوڑ کر آؤنگا۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں جلدی ہی تیری بخشش کا اعلان کردوں گا۔

حضرت سعدؓ کیلئے خیر و برکت کی دُعاء

عَنْ اَنَسٍ اَوْ غَيْرِهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَاْذَنَ عَلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَقَالَ سَعْدٌ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَلَمْ يُسْمِعِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى سَلَّمَ ثَلَاثًا وَرَدَّ عَلَيْهِ سَعْدٌ ثَلَاثًا وَلَمْ يُسْمِعْهُ .... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۸)

حضرت انسؓ یا کوئی دوسرا شخص بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ حضرت سعد بن عبادہؓ کے گھر تشریف لائے۔ یہ آپ کے جلیل القدر صحابی اور انصارِ مدینہ کے سرداروں میں سے ہیں۔ گھر کے دروازے پر پہنچ کر حضور علیہ السلام نے حسبِ دستور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے کہ جب کسی کے گھر جاؤ تو پہلے سلام کرو اور اجازت طلب کرو۔ اگر اجازت مل جاتے تو اندر داخل ہو جاؤ اور اگر تین دفعہ سلام کرنے پر بھی اندر سے جواب نہ آتے تو واپس لوٹ جاؤ۔ اس دستور کے مطابق حضور علیہ السلام نے بھی سلام کیا۔ حضرت سعدؓ نے اندر سے یہ سلام سنا مگر ہلکی آواز سے وعلیکم السلام ورحمت اللہ کہہ کر جواب دیا جسے حضور علیہ السلام نہ سن سکے۔ آپ نے دوبارہ اور سہ بارہ سلام کیا مگر ہر دفعہ حضرت سعدؓ آہستہ آواز سے جواب دیتے رہے جنہیں آپ نہ سن سکے، لہٰذا آپ واپس تشریف لے آتے۔ آپ کے پیچھے حضرت سعدؓ بھی آ گئے اور عرض کیا اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ میں آپ کا سلام سنتا رہا اور آپ کو جواب بھی دیتا رہا مگر آہستہ آواز سے جس کو آپ نہ سن سکے۔ ایسا کرنے سے میری مراد یہ تھی۔ اَنْ تُكْثِرَ مِنْ سَلَامِكَ وَمِنَ الْبَرَكَةِ۔ کہ آپ زیادہ بار سلام کہیں تاکہ مجھے زیادہ برکت حاصل ہو۔

پھر حضرت سعدؓ نے حضور کو گھر لا کر بٹھایا۔ روزے کی افطاری کا وقت تھا انہوں نے حضور کی خدمت میں کشمش پیش کیا جو آپ نے تناول فرمایا۔ فارغ ہوئے تو فرمایا اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ۔ تمہارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا ہے وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَائِکَۃُ اور فرشتوں نے تمہارے لیے دعائیں مانگی ہیں۔ وَ اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ اور روزے داروں نے تمہارے ہاں افطار کیا ہے اللہ تعالٰی نے تمہیں ترقی عطا فرمائی ہے آپ نے حضرت سعدؓ کو سرزنش نہیں کی کہ تم نے سلام کا جواب ٹھیک طریقے سے کیوں نہیں دیا کیونکہ انہوں نے بھی معقول وجہ بیان کر دی تھی۔

تشہد میں رفع سبابہ

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُشِیْرُ فِی الصَّلٰوۃِ۔

(مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۱۳۸)

حضرت انس بن مالک رضؓ بیان کرتے ہیں کہ دورانِ نماز جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشہد میں بیٹھتے تو اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتے وقت سبابہ یعنی دائیں ہاتھ کی انگشتِ شہادت سے اشارہ کرتے تھے۔ رفع سبابہ مستحب ہے اور اس کے مختلف طریقے احادیث میں منقول ہیں۔ احناف کہتے ہیں کہ نمازی کو چاہیئے کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ کہتے وقت انگلی کو اٹھائے اور اِلَّا اللّٰہُ کہتے وقت نیچے گرا لے اور پھر اسی طرح ہاتھ کو نماز کے آخر تک لپیٹے رکھے کیونکہ نماز میں جس قدر حرکت کم ہوگی اتنا ہی بہتر ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تشہد میں بیٹھنے کے ساتھ ہی ہاتھ کی انگلیوں کو لپیٹ لینا چاہیئے۔ بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ یہ اشارہ شیطان پر سخت گراں گزرتا ہے گویا کہ اسے ہتھوڑے کی ضرب پڑتی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف اشارہ اور غیر اللہ کی نفی ہوتی ہے۔ اور یہی چیز شیطان پر شاق گزرتی ہے۔

سفر میں جمع صلاتین کا مسئلہ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَجْمَعُ بَیْنَ الظُّھْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فِی السَّفَرِ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۴۸)

حضرت انس بن مالک رضؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوران سفر ظہر اور عصر، نیز مغرب اور عشاء کی نمازوں کو اکٹھا ادا کرتے تھے جب کہ سفر طے کرنے میں ذرا جلدی ہوتی تھی۔ مسلم شریف کی روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ جمع صلاتین کی ادائیگی کی صورت یہ ہوتی تھی کہ اگر ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کرنی ہیں تو پھر ظہر کی نماز اس کے آخری وقت میں پڑھی جاتی اور عصر کی نماز اس کے اول وقت میں ادا کی جاتی اس طرح یہ دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت پر بھی ادا ہوتیں اور اکٹھی بھی پڑھی جاتیں۔ مثال کے طور پر اگر کسی موسم میں ظہر کا وقت زیادہ سے زیادہ ساڑھے تین بجے تک ہے تو ظہر اس وقت ادا کر لی جاتے اور اس کے بعد عصر کا وقت ہو گیا تو معاً بعد عصر بھی پڑھ لی جاتے اسی طرح مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ پڑھ لی جاتی تھی۔ امام ابو حنیفہؒ اس طریقہ پر عمل کرتے ہیں جسے جمع صوری کہا جاتا ہے گویا ظاہر میں تو دونوں نمازیں اکٹھی پڑھی جاتی ہیں۔ مگر حقیقت میں وہ اپنے اپنے وقت پر ہی ادا ہوتی ہیں۔

پہلی نماز کو مؤخر کر کے دوسری کے ساتھ ملا کر پڑھنا تو درست ہے مگر بعد والی نماز کو پہلی نماز کے ساتھ ملا کر پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ سوائے عرفہ کے دن حج کے موقع پر اور یہ چیز حج کی خصوصیات میں داخل ہے۔ اس کے لیے آدمی کو احرام کی حالت میں ہونا چاہیئے۔ نویں ذی الحج ہو، مسجد نمرہ ہو اور پھر امام کے پیچھے نماز پڑھے۔ وہاں پر امام پہلے دو رکعت ظہر پڑھاتا ہے۔ پھر بغیر سنن، نوافل ادا کئے معاً بعد دو رکعت عصر کی نماز پڑھا دیتا ہے۔ اس کے بعد مغرب تک جبل رحمت کے قریب دعائیں کرنے کا وقت ہوتا ہے۔ اس موقع پر مغرب کی نماز عرفات میں نہیں پڑھی جاتی بلکہ مزدلفہ پہنچ کر عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھی جاتی ہے۔ یہ نمازیں خواہ آدھی

رات تک مؤخر ہو جائیں مزدلفہ میں جا کر ہی پڑھی جاتی ہیں کہیں راستے میں ادا نہیں کی جاتیں۔ جمع صلاتین کا جو صوری طریقہ ہے اس میں نمازیں ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ نص قرآن سے ثابت ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝ (النساء - ۱۰۳) مومنوں پر نماز بقید وقت فرض قرار دی گئی ہے لہذا جمع صلاتین کے لیے جمع صوری ہی بہترین طریقہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض اوقات مدینہ منورہ میں بغیر سفر اور بغیر کسی عذر کے بھی دو نمازوں کو اکٹھا ادا کیا۔ جب آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا تاکہ میری اُمّت کے لیے آسانی پیدا ہو۔ اگر کسی اہم مصروفیت کی وجہ سے ظہر اور عصر کو صوری طریقہ پر ملا کر پڑھ لیا جاتے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس طرح تمام احادیث پر عمل ہو جاتا ہے۔

قریش کی حکومت اور ان پر لوگوں کے حقوق

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اُحَدِّثُكَ حَدِيْثًا مَا اُحَدِّثُهٗ كُلَّ اَحَدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلٰى بَابِ الْبَيْتِ وَنَحْنُ فِيْهِ فَقَالَ الْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا وَلَكُمْ عَلَيْهِمْ حَقًّا مِثْلَ ذٰلِكَ......الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد۳ صفحہ ۱۲۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا کہ میں تیرے سامنے ایک حدیث بیان کر رہا ہوں جس کو میں ہر شخص کے سامنے بیان نہیں کرتا کیونکہ یہ مناسب نہیں ہوتا۔ پھر آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ اپنے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ ہم بھی آپ کے پاس موجود تھے۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ آئندہ حکام قریش میں سے ہوں گے۔ اللہ نے آپ کو یہ بات وحی کے ذریعے بتا دی تھی۔ اور قریش کے برسرِ اقتدار آنے کی وجہ یہ بیان کی کہ مسلمان غیر قریش کو بطور حاکم قبول نہیں کریں گے۔ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ جب تک دو باصلاحیت آدمی بھی موجود ہوں گے حکومت کی باگ ڈور خاندانِ قریش میں ہی رہے گی۔ چنانچہ یہ سلسلہ لمبے عرصہ تک چلتا رہا۔ پہلے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا دور گزرا، پھر قریش میں سے بنو امیہ اور پھر حکومت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں چلی گئی گویا پوری تاریخ میں ساڑھے چھ سو سال تک یہ سلسلہ قائم رہا۔

حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ حکام قریش کا تم پر حق ہے اور اسی طرح تمہارا بھی ان پر حق ہے اِنِ اسْتُرْحِمُوْا رَحِمُوْا اگر ان سے شفقت مہربانی اور رحم طلب کیا جائے تو وہ مہربانی کریں۔ وَ اِنْ عَاهَدُوْا وَفَوْا۔ اور اگر وہ کوئی عہد کریں تو اسے پورا کریں وَ اِنْ حَكَمُوْا عَدَلُوْا۔ اور اگر کوئی فیصلہ کریں تو اس میں انصاف کریں۔ فَمَنْ

لَمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ مِنْهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ اور ان میں سے جو شخص ایسا نہیں کریگا یعنی اس معیار پر پورا نہیں اتریگا تو وہ اللہ تعالےٰ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت کا مستحق ہوگا۔ فرمایا یہ تمہارا ان پر حق ہوگا۔

صلوٰۃ خمسہ کے اوقات

عَنْ اَبِیْ صَدَقَۃَ مَوْلٰی اَنَسٍ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسًا عَنْ صَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ کَانَ یُصَلِّی الظُّھْرَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ بَیْنَ صَلَاتَیْکُمْ ھَاتَیْنِ وَالْمَغْرِبَ اِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَالْعِشَاءَ اِذَا غَابَ الشَّفَقُ وَالصُّبْحَ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ اِلٰی اَنْ یَّنْفَسِحَ الْبَصَرُ۔

(مسند احمد طبع بیرت جلد ۳ صفحہ ۱۲۹)

حضرت انسؓ کے آزاد کردہ غلام اور آپ کے شاگرد حضرت ابی صدقہؓ نے آپ سے حضور علیہ السلام کی نمازوں کے اوقات کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ جب سورج ڈھل جاتا تو حضور علیہ السلام ظہر کی نماز ادا فرماتے۔ اور عصر کی نماز ان دونوں یعنی ظہر اور مغرب کے درمیان پڑھتے۔ مغرب کی نماز سورج غروب ہونے پر اور عشاء شفق غائب ہو جانے پر ادا فرماتے یاد رہے کہ امام شافعیؒ شفق سے مراد سرخی لیتے ہیں تاہم اس کا اطلاق سرخی اور سفیدی دونوں پر ہوتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شفق سے مراد سفیدی ہے جو مغرب کے بعد تقریباً سوا گھنٹہ تک رہتی ہے اس وقت مغرب کا وقت ختم ہو کر عشآ کا وقت شروع ہو جاتا ہے، فرمایا حضور علیہ السلام فجر کی نماز اس وقت ادا فرماتے جب صبح صادق طلوع ہو جاتی یہاں تک کہ سورج نکل آتا۔ حضرت انسؓ نے نبی علیہ السلام کی نماز پنجگانہ کے یہ اوقات بتلاتے۔

حضرت ابی ابن کعبؓ کی خصوصیت

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ... الخ قَالَ وَسَمَّانِيْ لَكَ قَالَ نَعَمْ فَبَكٰى۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۰)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے سورۃ البینہ (لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا......) پڑھوں تاکہ تم اس کو سن کر یاد کرلو۔ حضرت ابی ابن کعبؓ انصار مدینہ میں سے امت کے سب سے بڑے قاری تھے۔ اللہ کے حکم سے حضور علیہ السلام نے ان کو یہ سورۃ سکھلائی کیونکہ انہوں نے آگے امت کے لوگوں کو قرات کا درس دینا تھا۔

جب حضرت ابی ابن کعبؓ نے حضور علیہ السلام کا یہ فرمان سنا تو عرض کیا حضور! کیا اللہ نے میرا نام لے کر یہ حکم دیا ہے؟ فرمایا ہاں۔ اس پر حضرت ابی ابن کعبؓ خوشی کی وجہ سے آبدیدہ ہو گئے کہنے لگے کہ اللہ نے مجھ جیسے حقیر شخص کو یہ خصوصیت عطا فرمائی ہے کہ میرا نام لے کر سورۃ سکھلانے کا حکم دیا ہے یاد رہے کہ مختلف صحابہ کی مختلف خصوصیات ہیں مثلاً حضرت زیدؓ واحد صحابی ہیں جن کا نام قرآن میں موجود ہے حالانکہ بعض لوگ غلام ہونے کی وجہ سے انہیں حقیر سمجھتے تھے مگر اللہ کے نزدیک وہ بڑے بلند مرتبت تھے۔

نفاق سے بریت

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ ذَهَبَ بَصَرُهٗ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ جِئْتَ صَلَّيْتَ فِیْ دَارِیْ اَوْ قَالَ فِیْ بَيْتِیْ لَاتَّخَذْتُ مُصَلَّاكَ مَسْجِدًا فَجَاءَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى فِیْ دَارِهٖ اَوْ قَالَ فِیْ بَيْتِهٖ وَاجْتَمَعَ قَوْمُ عِتْبَانَ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَكَرُوْا مَالِكَ بْنَ الدُّخْشُمِ .... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۷۴)

حضرت انسؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عتبان بن مالکؓ کی آنکھوں کی بینائی ضائع ہو چکی تھی تو اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور! آپ میرے گھر میں تشریف لاکر نماز ادا کریں تاکہ میں آپ کی نماز پڑھنے کی جگہ کو اپنی سجدگاہ بنالوں۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کچھ دیگر صحابہ کے ہمراہ عتبانؓ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ تم کس جگہ پر پسند کرو گے کہ میں نماز پڑھوں انہوں نے جگہ بتلائی تو حضور علیہ السلام نے اس جگہ پر نماز ادا فرمائی۔ آپ کے کچھ صحابہ گھر میں دوسری طرف بیٹھے منافقین کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ انہوں نے ایک شخص مالک بن دخشمؓ کو موضوع گفتگو بنایا ہوا تھا جس کو وہ منافق سمجھ رہے تھے جب حضور علیہ السلام نماز سے فارغ ہوتے تو دریافت کیا کہ تم مالک بن دخشمؓ کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا ہاں ایسا ہی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا اَلَيْسَ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ کیا وہ اس بات کی گواہی نہیں دیتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ قَالُوْا بَلٰی لوگوں نے عرض کیا، حضور ایسا ہی ہے وہ شخص توحید و رسالت کی گواہی تو دیتا ہے مگر ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ یہ گواہی دل سے نہیں دیتا۔ دراصل وجہ

یہ تھی کہ جس وقت حضور حضرت عتبانؓ کے گھر میں تشریف لاتے تو باقی لوگ تو آپ کی ملاقات کے لیے آتے لیکن یہ شخص نہیں آیا تھا اس لیے صحابہ کو شبہ ہوا کہ یہ شخص منافق ہے۔ نیز اس لیے بھی کہ وہ منافقوں کی طرفداری کرتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مالک کے خلاف تمہارا اعتراض درست نہیں ہے وہ منافقوں کی طرفداری نفاق کی وجہ سے نہیں بلکہ محلہ داری کی وجہ سے بعض معاملات میں ان سے اتفاق کرتا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو شخص سچے دل سے توحید و رسالت کی گواہی دیتا ہے اِلَّا حَرَّمَتْ عَلَیْہِ النَّارُ اللہ نے اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی ہے۔

خواب کی حقیقت

عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُعْجِبُہُ الرُّؤْیَا الْحَسَنَۃُ فَرُبَّمَا قَالَ ھَلْ رَأَی اَحَدٌ مِّنْکُمْ رُؤْیَا فَاِذَا رَأَی الرَّجُلُ رُؤْیَا سَأَلَ عَنْہُ فَاِنْ کَانَ لَیْسَ بِہٖ بَاْسٌ کَانَ اَعْجَبَ الرُّؤْیَا اِلَیْہِ .... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۵)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت مبارکہ تھی کہ اگر رات کو آپ کو کوئی عجیب و غریب خواب نظر آتا تو نماز فجر کے بعد اسے بیان فرماتے کیونکہ اس میں امت کے لیے کوئی نہ کوئی تعلیم ہوتی تھی۔ ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے رُؤْیَا الْاَنْبِیَاءِ وَحْیٌ یعنی انبیاء کا خواب بھی ایک قسم کی وحی ہوتی ہے کیونکہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ خواب کے ذریعے بھی اپنے نبی کو کوئی بات سمجھا دیتا ہے اس کے برخلاف عام لوگوں کے خواب تین قسم کے ہوتے ہیں پہلی قسم کا خواب سچا ہوتا ہے جسے رحمانی خواب کہتے ہیں۔ رُؤْیَا الْمُؤْمِنِ کَلَامٌ یُکَلِّمُہٗ رَبُّہٗ مومن کا خواب ایسا ہے گویا خدا تعالیٰ رحمان اس سے بات کرتا ہے یہ خواب سچا ہوتا ہے۔ خواب کی دوسری قسم نفسانی ہے یعنی انسان کی غذا کا اثر اس کی قوت متخیلہ پر پڑتا ہے اور غذا کی قسم سے متعلقہ خواب دکھائی دیتے ہیں۔ خواب کی تیسری قسم شیطانی ہوتی ہے یعنی برائی کی باتیں جو شیطان وسوسہ اندازی کے ذریعے ڈالتا ہے، وہی خواب میں نظر آنے لگتی ہیں۔

بہرحال اگر کوئی عجیب و غریب خواب رات کو نظر آتا تو حضور علیہ السلام صبح کی نماز کے بعد لوگوں سے بیان کرتے۔ آپ یہ بھی فرماتے کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے تو بیان کرو۔ چنانچہ آپ خوابوں کے متعلق لوگوں کو تعلیم دیتے۔ ایک شخص نے عرض کیا، حضور!

میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرا سر کٹ گیا ہے اور وہ آگے کی طرف لڑھک رہا ہے اور میں اس کے پیچھے بھاگ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جب اس قسم کا خواب دیکھو تو بائیں طرف تھوک دیا کرو اور یہ کلمات بھی پڑھا کرو لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ اور جس کروٹ پر ایسا خواب دیکھو وہ کروٹ بدل کر دوسری کروٹ پر سو جایا کرو۔

حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی اچھا خواب دیکھو تو اسے اپنے کسی اچھے دوست کے سامنے بیان کرو جو اس کی اچھی تعبیر بیان کرے اور تمہارے لیے پریشانی کا باعث نہ ہو۔ پھر ایک عورت آئی اور عرض کیا حضور! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوتی ہوں۔ وہاں میں نے ایک زوردار آواز سنی حتیٰ کہ جنت کپکپا اٹھی یعنی اس میں حرکت پیدا ہوگئی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اوپر سے کوئی وزنی چیز گر پڑی ہے اور اس کی وجہ سے آواز پیدا ہوئی ہے جس کو وَجْبَةٌ کہتے ہیں۔ کہنے لگی کہ پھر میں نے دیکھا کہ فلاں فلاں آدمی کو لایا جا رہا ہے حَتّٰی عَدَّتْ اِثْنَیْ عَشَرَ رَجُلًا اس نے بارہ آدمیوں کے نام گنوائے۔ اسی زمانے میں حضور علیہ السلام نے کسی جہاد کے لیے ایک چھوٹا لشکر بھی روانہ فرمایا تھا۔ اس خاتون نے بتایا کہ ان بارہ آدمیوں نے اطلس کے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور ان کی گردنوں کی رگوں سے خون بہہ رہا تھا۔ کہا گیا اِذْهَبُوْا بِهِمْ اِلٰی نَهْرِ السَّدَخِ اَوْ قَالَ نَهْرِ الْبَیْدَجِ کہ ان کو نہر سدخ یا نہر بیدج پر لے جا کر غسل دلاؤ۔ چنانچہ ان حضرات کو نہر میں غوطہ دلایا گیا تو فَخَرَجُوْا مِنْهُ وُجُوْهُهُمْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ۔ ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے تھے ثُمَّ اُتُوْا بِكَرَاسِيَّ مِنْ ذَهَبٍ فَقَعَدُوْا عَلَيْهَا پھر سونے کی بنی ہوئی کرسیاں لائی گئیں جن پر انہیں بٹھا دیا گیا۔ پھر ان کے سامنے ایک برتن رکھا گیا جس میں کچھ کھجوریں تھیں گویا کہ وہ پکنے کے قریب تھیں۔ پھر انہوں نے وہ کھجوریں کھانا شروع کیں۔ جب وہ کھجور کو پلٹتے تھے تو نیچے سے ان کی مرضی کے مطابق پھل نکلتا تھا وہ خاتون بیان کرتی ہے کہ میں نے بھی وہ پھل ان لوگوں کے ساتھ کھایا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روانہ کردہ لشکر کی طرف سے آدمی خوشخبری لے کر آگیا کہ اللہ نے جہاد میں مسلمانوں کو فتح عطاء فرمائی ہے۔ پھر اس نے سارا واقعہ سنایا کہ ہم اس طریقے سے گئے۔ کافروں سے یوں ٹکر لی۔ اور اس قسم کے واقعات پیش آئے تاہم فلاں فلاں بارہ آدمی شہید ہو گئے یہ وہی بارہ شہداء تھے جن کے نام اس عورت نے خواب دیکھ کر گنوائے تھے جب نبی علیہ السلام نے ان بارہ آدمیوں کے نام سنے تو اس عورت کو بلا کر کہا کہ اپنا خواب پھر بیان کرو۔ اس نے بیان کیا تو ھُوَ کَمَا قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ تو یہ واقعہ بالکل ایسا ہی تھا جیسا کہ اس جنگ میں پیش آیا۔ اللہ نے شہداء کے مراتب عالیہ بیان فرمائے اور جو انعامات ان کو عالم بالا میں مل رہے ہیں۔ ان کی کیفیت بھی بیان کر دی۔

الغرض! یہ اس عورت کے خواب کی تعبیر تھی۔ واقعی وہی بارہ آدمی شہید ہو گئے تھے جن کو عورت نے خواب میں دیکھا تھا: تاہم خواب کی تعبیر ایک مشکل کام ہے جس کو ہر آدمی نہیں جانتا۔ اس کا ادراک اللہ تعالیٰ خاص خاص آدمیوں کو عطاء کرتا ہے۔ البتہ بعض اوقات تعبیر الٹی بھی ہوتی ہے اس لیے خواب کی تعبیر ماہر معبر ہی بتا سکتے ہیں بعض اوقات خواب کی تعبیر ایک دو دن بعد ظاہر ہو جاتی ہے اور بعض اوقات بیس، تیس، چالیس سال تک کا عرصہ لگ جاتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بچپن کے خواب کی تعبیر چالیس سال کے بعد ظاہر ہوئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے والد سے کہا تھا یٰاَبَتِ ھٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ۔ (یوسف - ۱۰۰) ابا جی! میری اس پرانی خواب کی یہ تعبیر ہے جس میں میں نے دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے، سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

انسان کی آرزوئیں اور موت

عَنْ اَنَسٍ قَالَ جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَامِلَہٗ فَنَکَتَہُنَّ فِی الْاَرْضِ فَقَالَ ھٰذَا ابْنُ اٰدَمَ وَقَالَ بِیَدِہٖ خَلْفَ ذٰلِکَ وَقَالَ ھٰذَا اَجَلُہٗ......الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۵)

حضرت انسؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے زمین پر ایک لمبی لکیر کھینچی جو بہت دور تک جا رہی تھی۔ پھر کچھ اور لکیریں کھینچیں جو لمبی لکیر کو درمیان سے گھیر رہی تھیں آپ نے فرمایا کہ یہ لمبی لکیر انسان کی آرزو ہے اور جو لکیر اس کو درمیان سے کاٹ رہی ہے یہ انسان کی زندگی ہے۔ آدمی اپنی زندگی میں لمبی لمبی سکیمیں بناتا ہے آرزوئیں کرتا ہے کہ یہ کروں گا وہ کروں گا مگر موت کی لکیر وارد ہو کر اس کی تمام خواہشات اور آرزوؤں پر پانی پھیر دیتی ہے اور وہ اس کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔

★

جنت کے درختوں کی وسعت

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ شَجَرَۃً یَسِیْرُ الرَّاکِبُ فِیْ ظِلِّھَا مِائَۃَ عَامٍ لَا یَقْطَعُھَا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۵)

حضرت انس رضؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک جنّت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں کوئی سوار سو سال تک سواری دوڑاتا رہے مگر اس کو طے نہ کر سکے۔ مطلب یہ ہے کہ جنت میں اتنے بڑے بڑے درخت اللہ نے پیدا کئے ہیں کہ ایک درخت کا سایہ سو سال تک گھوڑا دوڑانے کے باوجود ختم نہیں ہوتا۔

بعض خواتین کی فضیلت

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ حَسْبُکَ مِنْ نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ مَرْیَمُ ابْنَتُ عِمْرَانَ وَ خَدِیْجَۃُ بِنْتُ خُوَیْلِدٍ وَ فَاطِمَۃُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَ اٰسِیَۃُ امْرَاَۃُ فِرْعَوْنَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۵)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چند خواتین کی فضیلت بیان فرمائی۔ فرمایا تمہارے لئے جہان بھر کی عورتوں سے فضیلت اور مرتبے کے اعتبار سے کافی ہے۔ مریمؑ بنت عمران، خدیجہؓ بنت خویلد، فاطمہؓ بنت محمدؐ اور آسیہؓ زوجہ فرعون اللہ نے کسی عورت کو نبوت کے منصب پر تو سرفراز نہیں فرمایا۔ البتہ ان جلیل المرتبت عورتوں کو صدیقیت کے درجے پر فائز کیا ہے جیسے حضرت مریم کے متعلق فرمایا۔ وَ اُمُّہٗ صِدِّیْقَۃٌ یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کی والدہ صدیقہ تھیں۔ اسی طرح حضرت خدیجہؓ کے فضائل صحیح احادیث میں موجود ہیں۔ انہوں نے حضور علیہ السلام کی بڑی خدمت کی۔ آپ کی سب سے چھوٹی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے متعلق فرمایا کہ اللہ نے انہیں جنت کی عورتوں کی سردار بنایا ہے فرعون کی بیوی آسیہؓ کی فضیلت بھی اللہ نے قرآن میں بیان کی۔ اللہ نے ان چاروں خواتین کو بلند درجات عطاء فرمائے۔ دوسری حدیث میں حضرت عائشہؓ کا ذکر بھی آتا ہے کہ عورتوں پر آپ کی فضیلت ایسی ہے جیسے ثرید کو دوسرے کھانوں پر فوقیت حاصل ہے۔ اللہ نے بعض عورتوں کو بہت سے مردوں کے مقابلہ میں زیادہ فضیلت عطاء فرمائی ہے۔

انصارِ مدینہ کیلئے بخشش کی دعا

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ شَقَّ عَلَى الْاَنْصَارِ النَّوَاضِحُ فَاجْتَمَعُوْا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْاَلُوْنَهُ اَنْ يَكْرِيَ لَهُمْ نَهْرًا سَيْحًا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْحَبًا بِالْاَنْصَارِ......الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۹)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ انصار مدینہ کو پانی کی کمیابی کی وجہ سے سخت تکلیف تھی انہیں اپنے باغوں کو سیراب کرنے کے لیے اونٹوں پر پانی لانا پڑتا تھا یا اونٹوں کے ذریعے پانی کنوؤں سے کھینچنا پڑتا تھا۔ بعض اوقات مقامی پانی کھاری ہونے کی وجہ سے میٹھا پانی دور سے لانا پڑتا تھا گویا لوگوں کے لیے یہ کام سخت دشوار تھا۔ ایک موقع پر انصار مدینہ حضور علیہ السلام کے پاس اکٹھے ہو گئے تاکہ آپ سے گزارش کریں کہ پانی کی ترسیل کے لیے کسی نہر کا بندوبست کر دیں۔ اس پر حضور علیہ السلام نے انصارِ مدینہ کے لیے خوشی کا اظہار کیا اور انہیں خوش آمدید کہا اور پھر فرمایا۔ لَا تَسْاَلُوْنِي الْيَوْمَ شَيْئًا اِلَّا اَعْطَيْتُكُمُوْهُ اللہ کی قسم آج میں تمہاری ہر مطلوبہ چیز تمہیں عطا کر دوں گا۔ وَلَا اَسْاَلُ اللّٰهَ لَكُمْ شَيْئًا اِلَّا اَعْطَانِيْهِ اور میں اللہ تعالےٰ سے جو چیز بھی مانگوں گا وہ عطا کریگا۔ جب انصار مدینہ نے یہ بات سنی تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ پانی کا انتظام تو جیسے کیسے ہو ہی رہا ہے، ہم اس کی بجائے حضور علیہ السلام سے یہ کیوں نہ عرض کریں کہ وہ ہمیں اللہ تعالےٰ سے بخشش کا پروانہ لے دیں۔ پھر انہوں نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ لَنَا بِالْمَغْفِرَةِ۔ اللہ کے رسول! آپ ہمارے لیے اللہ تعالےٰ سے بخشش کی دعا کریں تاکہ ہماری کوتاہیاں معاف ہو کر آخرت میں کامیابی نصیب ہو جائے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے بارگاہِ رب العزت میں دعا کی۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَلِاَبْنَاءِ الْاَنْصَا

وَلِاَبْنَاءِ اَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ۔ اے اللہ انصار کو انصار کی اولاد کو اور ان کی اولاد کو بخشش عطا فرما۔ آپ نے انصار کی تین پشتوں کے لیے دعا کی۔ حضور کی یہ دعا یقیناً مقبول ہوئی کیونکہ اس وقت کے لیے حضور نے قبولیت کا وعدہ فرمایا تھا۔ قرآن و حدیث میں انصار کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے حُبُّ الْاَنْصَارِ اٰیَۃُ الْاِیْمَانِ۔ انصار کی محبت ایمان کی علامت ہے اور ان سے عداوت منافقت کی نشانی ہے انہوں نے دین کی تقویت کے لیے بڑی بڑی قربانیاں پیش کیں اور اللہ نے ان کو بڑے مراتب عطا فرمائے۔

حضور علیہ السلام کے لیے لغلی قبر تیار ہوئی

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَانَ رَجُلٌ یَلْحَدُ وَاٰخَرُ یَضْرَحُ فَقَالُوْا نَسْتَخِیْرُ رَبَّنَا فَبَعَثَ عَلَیْہِمَا فَاَیُّہُمَا سَبَقَ تَرَکْنَاہٗ فَاَرْسَلَ اِلَیْہِمَا فَسَبَقَ صَاحِبُ اللَّحْدِ فَالْحَدُوْا لَہٗ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۹)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات ہوگئی تو آپ کی تدفین کے لیے سوال پیدا ہوا کہ آپ کی قبر کس طرح بنائی جائے۔ اس سے پہلے تدفین کی جگہ کا سوال پیدا ہوا تو اس مسئلہ کو حضرت صدیقؓ نے خود حضور علیہ السلام کے اس قول سے حل کر دیا کہ جس جگہ پر میری وفات ہوگی میں اسی جگہ پر دفن کیا جاؤں گا۔ اب قبر کی کھدائی کا مسئلہ تھا کہ قبر کس قسم کی ہونی چاہیئے۔ اس وقت مدینہ میں دو قسم کی قبریں کھودی جاتی تھیں۔ ایک سیدھی دراڑ قسم کی اور دوسری لحد یعنی لغلی قبر جس کو سامی بھی کہتے ہیں اس مسئلہ کے حل کے لیے صحابہ کرام اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہمیں اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے بہتری کی دعا کرنی چاہیئے اس وقت مدینہ میں ایک آدمی سیدھی قبر بنانے کا ماہر تھا۔ اور دوسرا لغلی قبر بنانے کا۔ چنانچہ طے یہ پایا کہ دونوں آدمیوں کی طرف پیغام بھیجا جائے ان میں سے جو آدمی پہلے آجائے وہی اپنے فن کے مطابق قبر تیار کرے۔ چنانچہ ان دونوں کی طرف آدمی بھیجے گئے اور پھر لغلی قبر تیار کرنے والا آدمی پہلے پہنچ گیا اور اس نے اپنے طریقے کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے لغلی قبر تیار کر دی۔ مدینہ کی مٹی چکنی ہے اور لغلی قبر کے لیے موزوں ہے۔ البتہ جس جگہ کی مٹی نرم اور بھر بھری ہو وہاں سیدھی قبر ہی بنائی جا سکتی ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کو اسی طرح منظور تھا کہ اس کے نبی کے لیے لحد تیار کی گئی جس میں آپ کو دفن کیا گیا۔

داغ دینے سے علاج کرنا

عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَوَانِيْ اَبُوْ طَلْحَةَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا فَمَا نُهِيْتُ عَنْهُ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۹)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے سوتیلے والد ابو طلحہؓ نے حضور علیہ السلام کے سامنے مجھے داغ دیا مگر حضور علیہ السلام نے اس سے منع نہیں فرمایا اس علاج سے غرض داغ دینے کا مسئلہ ہے مشہور ہے اٰخِرُ الْعِلَاجِ اَلْکَیُّ ۔ یعنی کسی مرض کے لیے آخری علاج آگ سے مریض کو داغ دینا ہوتا ہے. مختلف امراض کا علاج مختلف طریقوں سے کیا جاتا ہے عام دوائی کے استعمال کے علاوہ سنگیاں لگانا، پچھنے لگانا۔ آپریشن کرنا اور داغ دینا بھی علاج میں شامل ہے. چاندی کے تار کو آگ میں گرم کر کے مطلوبہ جگہ پر خاص دوائی رکھ کر داغا جاتا ہے. یہ طریقۂ علاج قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے اور آج بھی دنیا میں موجود ہے. آج کل بجلی لگا کر علاج کیا جاتا ہے یہ بھی اسی قسم کا علاج ہے. بہر حال اس روایت سے معلوم ہوا کہ چونکہ حضور علیہ السلام نے اس طریقہ علاج سے منع نہیں کیا لہٰذا یہ جائز ہے. تاہم انسانی جسم کو آگ دینے کی وجہ سے اسے پسند نہیں کیا گیا بلکہ فقہاء کرام نے اس کو مکروہ کہا ہے اسی لیے قبر میں پکی اینٹ لگانے کی بھی ممانعت ہے کیونکہ یہ آگ میں پکائی ہوئی ہوتی ہے.

دنیا اور آخرت میں تقابل

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلٰی سَرِيْرٍ مُضْطَجِعٌ مُرْمَلٍ بِشَرِيْطٍ وَتَحْتَ رَأْسِهٖ وِسَادَةٌ مِنْ اَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ فَدَخَلَ عَلَيْهِ نَفَرٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ......... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۹، ۱۴۰)

حضرت انس بن مالک رضؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ایک چارپائی پر دراز تھے جو کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی تھی۔ آپ کے سر کے نیچے تکیہ تھا جس کے اوپر چمڑا اور اندر کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ اس حالت میں حضور علیہ السلام کے صحابہ میں سے کچھ لوگ آپ کے پاس آئے۔ وَدَخَلَ عُمَرُ پھر حضرت عمرؓ بھی داخل ہوئے۔ جونہی حضور علیہ السلام نے اپنا پہلو بدلا تو حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ آپ کے پہلو پر کھجور کے پتوں کے نشانات تھے۔ ظاہر ہے کہ آپ ننگی چارپائی پر دراز تھے اس لیے اس کے نشانات آپ کے جسم مبارک پر پڑ گئے۔ یہ حالت دیکھ کر فَبَكٰی عُمَرُ۔ حضرت عمرؓ آبدیدہ ہو گئے۔ جب حضور علیہ السلام نے حضرت عمرؓ سے رونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے عرض کیا وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اَنَّكَ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ كِسْرٰی وَقَيْصَرَ۔ اللہ کی قسم آپ تو اللہ کے نزدیک کسریٰ اور قیصر سے بھی زیادہ باعزت ہیں۔ قیصر و کسریٰ تو دنیا کی نعمتوں میں کھیل رہے ہیں۔ وَاَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِالْمَكَانِ الَّذِيْ اَرٰی اور اللہ کے رسول میں آپ کو اس حالت میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے جسم اطہر پر کھجور کے پتوں کے نشانات پڑ چکے ہیں۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا اے عمرؓ! اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَكُوْنَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْاٰخِرَةُ۔ کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ ان کے لیے تو دنیا کی نعمتیں ہوں

اور ہمارے لیے آخرت کی نعمتیں ہوں؟ مطلب یہ کہ یہ لوگ تو کفر شرک اور معاصی کی وجہ سے آخرت سے محروم رہیں گے اور ہمیں وہاں ہر قسم کا ابدی آرام وراحت نصیب ہو گا۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں کہا اللہ کے رسول کیوں نہیں یعنی بالکل ایسا ہی ہو گا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا فَاِنَّہٗ کَذٰلِکَ پھر یقین جانو کہ ایسا ہی ہو گا، لہٰذا اس حالت پر افسوس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کافروں کا حصہ صرف دنیا میں ہے۔ جب کہ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق دنیا میں بھی دیتا ہے اور آخرت کی نعمتیں تو بہرحال ان کو نصیب ہوں گی۔

★

حضور علیہ السلام بطور شافعِ امتّ

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ شَفِیْعٍ فِی الْجَنَّۃِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۴۰)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں داخلے کے لیے سب سے پہلے میں ہی سفارش کرونگا۔ مجھ سے پہلے نہ کوئی نبی سفارش کر سکے گا، نہ کوئی مومن اور نہ ہی کوئی فرشتہ۔ میری سفارش ان لوگوں کے لیے ہوگی جن کے لیے اللہ تعالےٰ سفارش کی اجازت دیں گے اور ان کے لیے جنت میں داخلے کا اعلان کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِہٖ۔ (یونس - ۳) اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر قیامت والے دن کوئی بھی سفارش نہیں کر سکے گا۔ صرف وہی سفارش کریگا جس کو اللہ اجازت دیگا وَرَضِیَ لَہٗ قَوْلًا (طٰہٰ - ۱۰۹) اور جس کی بات کو پسند بھی کریگا۔ الغرض حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے سب سے پہلا سفارش کرنے والا میں ہونگا۔ اور یہ شرف اللہ نے مجھے ہی عطا فرمایا ہے۔

جبلِ احد کی فضیلت

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَکَرَ اُحُدًا فَقَالَ جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَنُحِبُّہٗ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۴۰)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احد پہاڑ کا ذکر فرمایا جو مدینہ سے چند میل کے فاصلے پر چھ سات میل کے رقبہ میں پھیلا ہوا ہے۔ یہ بات حضور علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک سے دو سے زیادہ مرتبہ ادا فرمائی ہے جب بھی احد پہاڑ نظر پڑتا تو آپ اس کی بات کرتے۔ اس کے علاوہ بھی اس پہاڑ کا کئی دفعہ تذکرہ ہوا۔ بہرحال حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ احد ایک ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

مفسرین اور محدثین فرماتے ہیں کہ اس کلام کا حقیقی معنیٰ تو یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس پہاڑ میں ایسا شعور پیدا کر دیا تھا کہ وہ آپ سے اور آپ کے صحابہؓ سے محبت کرتا تھا۔ اس کی ایک مثال لکڑی کا وہ خشک تنا بھی ہے جس سے ٹیک لگا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ سے خطاب فرمایا کرتے تھے۔ پھر جب آپ کے لیے منبر تیار ہو گیا تو آپ اس پر بیٹھ کر خطاب کرنے لگے اور اس خشک تنے کو چھوڑ دیا مگر اللہ تعالےٰ نے اس تنے میں اتنا شعور پیدا کر دیا کہ حضور علیہ السلام کی جدائی برداشت نہ کر سکا اور بچوں کی طرح رونے لگا۔ پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے منبر سے اتر کر اس تنے کو تھپکی دی تو وہ خاموش ہو گیا۔ جبل احد کا معاملہ بھی اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اللہ نے اس میں اتنا شعور پیدا کر دیا تھا کہ وہ اہل ایمان سے محبت کرتا تھا۔

اس جملے کا ایک مجازی معنیٰ بھی ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ اس پہاڑ کے قرب و جوار میں رہنے والے ہم سے محبت کرتے ہیں اور ہم ان سے محبت کرتے ہیں۔ احد کے

دامن میں رہنے والے انصار مدینہ ہی ہوسکتے ہیں جو فی الواقعہ نبی علیہ السلام سے محبت رکھتے تھے اور خود حضور علیہ السلام بھی ان کو محبوب رکھتے تھے۔ آپ نے ایک موقع پر فرمایا تھا اے انصارِ مدینہ، اللہ کی قسم تم میرے نزدیک محبوب لوگوں میں سے ہو۔ یہ لوگ اللہ اور اس کے نبی دونوں کے نزدیک محبوب تھے کیونکہ انہوں نے دین کی اشاعت کے لیے ہر قسم کی قربانی پیش کی۔

ڈاکہ زنی پر سخت وعید

عَنْ اَنَسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النُّهْبَةِ وَمَنِ انْتَهَبَ فَلَيْسَ مِنَّا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۴۰)

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاکہ زنی لوٹ مار اور غارتگری سے منع فرمایا نیز فرمایا کہ ایسا کرنے والا شخص ہم میں سے نہیں ہے۔ دنیا میں ڈاکہ زنی اور قتل و غارتگری کے واقعات اکثر ہوتے رہتے ہیں۔ پرانے زمانے میں لوگ تجارتی قافلوں کو لوٹ لیا کرتے تھے اور آج کل کلاشنکوف تان کر ہر چیز چھین لے جاتے ہیں اور پھر قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ یہ چوری سے بھی شدید جرم ہے کیونکہ چوری تو چھپ کر کی جاتی ہے اور خبر ہونے پر چور بھاگ بھی جاتے ہیں مگر ڈاکہ زنی تو سینہ زوری کے ساتھ کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے سورۃ مائدہ میں اس قبیح جرم کے لیے چار سزائیں تجویز کی ہیں یعنی ان کو ۱۔ قتل کر دیا جائے، یا ۲۔ سولی پر چڑھایا جائے یا ۳۔ ان کے ہاتھ اور پاؤں الٹے سیدھے کاٹ دیئے جائیں یا ۴۔ انہیں ملک بدر کر دیا جائے۔

ازار بند باندھنے کی کیفیت

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْاِزَارُ اِلٰی نِصْفِ السَّاقِ وَ اِلَی الْکَعْبَیْنِ لَاخَیْرَ فِیْ اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِکَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۴۰)

حضرت انس رض بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تہ بند نصف پنڈلی تک ہونا چاہیئے اور اگر اس سے نیچے بھی ہو تو زیادہ سے زیادہ ٹخنوں تک۔ فرمایا اس سے نیچے رکھنے میں کوئی بہتری نہیں ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا کہ ٹخنوں سے نیچے تہ بند باندھنے والا جہنم میں ہے۔

اس میں چادر، شلوار، پاجامہ اور پتلون وغیرہ ہر قسم کا تہ بند آجاتا ہے۔ ایک مومن کے لیے لازم ہے کہ وہ اسے ٹخنوں سے نیچے نہ لٹکائے کیونکہ ایسا کرنا تکبر کی نشانی ہے۔ کوئی شخص نماز کی حالت میں یا نماز سے باہر کسی بھی صورت میں اس کا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے نہیں آنا چاہیئے اول تو اسے نصف پنڈلی تک رہنا چاہیئے اور اگر زیادہ بھی نیچے کرے تو بہر حال ٹخنے ننگے رہنے چاہئیں۔ یہ حکم صرف مردوں کے لیے ہے، عورتوں کو ٹخنے ڈھانپ کر رکھنے کا حکم ہے کیونکہ ان کے لیے ستر کی پابندی زیادہ ضروری ہے۔ البتہ مردوں کے لیے ایسا کرنا گناہ کبیرہ میں داخل ہے۔

دروازے کی دراڑ سے جھانکنے کی ممانعت

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ يَقُوْلُ جَآءَ رَجُلٌ حَتّٰى اطَّلَعَ فِيْ حُجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ مِشْقَصًا فَجَآءَ حَتّٰى حَاذٰى بِالرَّجُلِ وَجَآءَ بِهٖ فَاَخْنَسَ الرَّجُلُ فَذَهَبَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۴۰)

حضرت انس بن مالک رض روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمرے کے باہر آیا اور دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر اس کی دراڑ سے اندر جھانکنے لگا حضور علیہ السلام اس وقت لوہے کے ایک بھالے کے ساتھ سر کو کھجا رہے تھے۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر مجھے پتہ لگ جاتا کہ تم دراڑ میں سے دیکھ رہے ہو تو میں وہی بھالا تمہاری آنکھوں میں مار دیتا کہ تم نے ایسی بُری حرکت کی۔ آپ نے فرمایا کہ گھر میں داخلے کے لیے اجازت طلب کرنے کا مسئلہ اسی لیے واضح کیا گیا ہے تاکہ گھر والوں پر کسی شخص کی نگاہ نہ پڑے کہ وہ اندر کس حالت میں ہیں۔ فرمایا کہ کسی کے گھر جاؤ تو اندر جھانکنے کی کوشش نہ کرو، پہلے سلام کرو، اجازت طلب کرو اور اس کے بعد اجازت ملنے پر اندر جاؤ۔ اگر تین دفعہ سلام کا جواب نہ آئے تو واپس چلے جاؤ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں اندر آنے کی اجازت نہیں ملی۔ اس کے برخلاف دروازے یا کھڑکی کی دراڑ میں سے جھانکنا تو بہت ہی بُری بات ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی حرکت کرے اور صاحب خانہ اس کی آنکھ میں بھالا یا کوئی تیز دھار آلہ مار دے تو میں اس کا برا نہیں مناؤں گا۔ کیونکہ اس شخص نے بڑی غلط حرکت کا ارتکاب کیا ہے۔ ایسا کرنا ادب اور حیا داری دونوں کے خلاف ہے۔

نماز میں نگاہیں اوپر اٹھانے کی ممانعت

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَرْفَعُوْنَ اَبْصَارَهُمْ اِلَى السَّمَآءِ فِيْ صَلَاتِهِمْ قَالَ فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِيْ ذٰلِكَ حَتّٰى قَالَ لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ اَوْ لَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۴۰)

حضرت انس بن مالک رضؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ دورانِ نماز اپنی آنکھوں کو اوپر کی طرف اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ سے مناجات کرتے وقت سر کو اوپر اٹھانا بے ادبی کی بات ہے لہٰذا اس سے بچنا چاہیئے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ لوگوں پر یہ بات ذرا دشوار گزری کیونکہ بعض لوگ اس بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور نماز یا دعا کے وقت اپنا سر اوپر اٹھا لیتے تھے

اس عبارت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے آپ نے نرمی کے ساتھ سمجھایا اور پھر آپ کی بات اس بارہ میں سخت ہو گئی اور آپ نے فرمایا کہ لوگ اس قسم کی حرکت سے باز آجائیں ورنہ ان کی آنکھیں اچک لی جائیں گی۔

چنانچہ لَيَنْتَهِيَنَّ عَنْ ذٰلِكَ حضور علیہ السلام نے ایسا کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرما دیا اور کہا کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہو کر ایسے لوگوں کی آنکھیں ہی اچک لے کیونکہ ایسا کرنا نہایت گستاخی کی بات ہے۔

دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے با جماعت نماز ادا کرتے وقت رکوع سجود یا ان سے اٹھتے وقت امام سے سبقت لے جانے سے منع فرما دیا۔ فرمایا جو شخص رکوع یا سجود کے لیے امام سے پہل کرتا ہے یا اٹھتے وقت امام سے پہلے اٹھ جاتا ہے مجھے اس بات کا خدشہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کہیں اس کا سر گدھے کا ہی سر نہ بنا دے

امام کی اقتدا لازم ہے لہذا امام سے پہل کرنے کی بیوقوفی نہیں کرنی چاہیئے اسی طرح یہاں بھی فرمایا ہے کہ نماز پڑھتے وقت یا دعا مانگتے وقت نگاہوں کو اوپر آسمان کی طرف نہیں اٹھانا چاہیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ایسا کرنے والے شخص کی آنکھیں ہی اچک لے اور وہ بصارت سے محروم ہو جائے۔

اہل کتاب کا منافقانہ طرز سلام

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ يَهُوْدِيًّا سَلَّمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلسَّامُ عَلَيْكَ قَالَ رُدُّوْهُ عَلَيَّ قَالَ اَقُلْتَ السَّامُ عَلَيْكَ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ اَهْلُ الْكِتٰبِ فَقُوْلُوْا وَ عَلَيْكَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۴۰)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے حضور علیہ السلام کو سلام کیا اور کہا "السام علیک" گویا "السلام" کی بجائے اس نے 'السام' کہا جس کا معنیٰ موت اور ہلاکت ہوتا ہے۔ وہ شخص بدنیت تھا اور اس نے دانستہ طور پر السلام علیک (تم پر خدا کی جانب سے سلامتی ہو) کی بجائے (ہلاکت) کا لفظ استعمال کیا جب وہ یہودی یہ کلمہ کہہ کر آگے نکل گیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ سے فرمایا کہ اس شخص کو واپس لاؤ۔ اسے واپس لایا گیا تو آپ نے دریافت کیا کیا تو نے اس طریقے سے سلام کیا ہے؟ اس نے اقرار کیا کہ واقعی اس نے سلام کی بجائے سام کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ جب کوئی اہل کتاب (یہودی یا نصرانی) تمہیں سلام کرے تو تم اس کے جواب میں "وعلیکم السلام" کی بجائے "وعلیکم" یا "وعلیک" کہہ دیا کرو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم نے جو کچھ بھی کہا ہے وہ تجھی پر پڑے۔

دوسری روایت میں آتا ہے کہ کسی یہودی نے کسی موقعہ پر اسی غلط طریقہ سے حضور علیہ السلام کو سلام کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کہیں قریب تھیں، انہوں نے بھی سن لیا کہ یہودی نے اپنی خباثت کا اظہار کیا ہے تو اُن کو غصہ آگیا اور جواب میں کہا عَلَيْكَ السَّامُ وَ اللَّعْنَةُ تم پر ہلاکت اور لعنت ہو۔ حضور علیہ السلام نے

فرمایا، عائشہؓ! اللہ تعالیٰ فحش بات کو پسند نہیں کرتا۔ میں نے اس شخص کو مناسب جواب دے دیا ہے۔ ان کی اس بددعا کا وبال ہم پر نہیں آئیگا بلکہ اللہ انہی کو تباہ و برباد کریگا لہٰذا اس قسم کے سلام کے جواب میں صرف "وعلیک" کہہ دیا کرو۔ عام مسلمانوں کے لیے بھی یہی قانون ہے کہ غیر مسلم اگر سلام میں پہل کریں تو ان کو یہی جواب دیا جائے۔

سحری کا وقت طلوعِ فجر تک ہے

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَمْنَعُکُمْ اَذَانُ بِلَالٍ مِنَ السُّحُوْرِ فَاِنَّ فِیْ بَصَرِہٖ شَیْئًا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۴۰)

حضرت انسؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! بلالؓ کی اذان تمہیں سحری کھانے سے نہ روک دے۔ اُن کی آنکھ میں کچھ خرابی تھی جس کی وجہ سے وہ بعض اوقات فجر کی اذان قبل از وقت دے دیتے تھے لہٰذا آپ نے فرمایا بلالؓ کی اذان سن کر سحری کھانا بند نہ کر دیا کرو بلکہ طلوع فجر تک سحری کا وقت باقی ہوتا ہے

حضرت بلالؓ کی اذان کے متعلق دو طرح کی روایات آتی ہیں۔ ایک یہ کہ آپ رات کے درمیانی حصے میں اذان دے دیتے تھے تاکہ خوابیدہ لوگ بیدار ہو جائیں یا جو عبادت میں مصروف ہیں وہ عبادت ختم کر کے سحری کا انتظام کر لیں بعض اوقات ان کو اشتباہ بھی ہو جاتا تھا جس کی وجہ سے وہ طلوعِ فجر سے پہلے ہی اذان دے دیتے تھے لہٰذا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلالؓ کی اذان تمہیں سحری کھانے سے نہ روک دے البتہ نابینا صحابی عبداللہ بن ام مکتومؓ صحیح وقت پر اذان دیتے تھے جس کے بعد سحری کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

قرب قیامت کی ایک نشانی

عَنْ مُعَاذِ بْنِ حَرْمَلَةَ الْاَزْدِیِّ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یُمْطَرَ النَّاسُ مَطَرًا عَامًّا وَّلَا تُنْبِتُ الْاَرْضُ شَیْئًا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۴۰)

حضرت معاذ بن حرملہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت برپا نہیں ہوگی جب تک یہ علامت ظاہر نہ ہوجائے کہ لوگوں پر خوب بارش ہوگی لیکن زمین پیداوار نہیں دے گی۔ حقیقت میں بڑی قحط سالی یہی ہے کہ بارش ہونے کے باوجود لوگ پیداوار سے محروم رہیں، اناج اور پھل پیدا ہی نہ ہوں۔ احادیث میں قیامت کی بہت سی علامات بیان کی گئی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عام بارش ہونے کے باوجود زمین میں پیداوار نہیں ہوگی۔

اللہ کے لیے محبّت کا اظہار

حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ مَرَّ رَجُلٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ لَاُحِبُّ هٰذَا الرَّجُلَ قَالَ هَلْ عَلَّمْتَهٗ ذٰلِكَ قَالَ لَا فَقَالَ قُمْ فَاَعْلِمْهُ......الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۴۰، ۱۴۱)

حضرت انسؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص وہاں سے گزرا۔ مجلس میں موجود ایک شخص نے عرض کیا، اللہ کے رسول! مجھے اس گزرنے والے شخص کے ساتھ محبت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے اسے یہ بات بتلادی ہے کہ تم اس سے محبت کرتے ہو؟ کہنے لگا، نہیں۔ فرمایا اٹھو اور جاکر اس کو اس بات سے آگاہ کردو۔ حضور کے اس حکم کی تعمیل میں وہ شخص اٹھ کھڑا ہوا اور اس گزرنے والے شخص سے کہا وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاُحِبُّكَ فِی اللّٰهِ اللہ کی قسم میں تیرے ساتھ محض اللہ کیلئے محبت کرتا ہوں۔ اس شخص نے جواباً کہا اَحَبَّكَ الَّذِیْ اَحْبَبْتَنِیْ لَهٗ تیرے ساتھ وہ ذات محبت کرے جس کے لیے تو مجھ سے محبّت کرتا ہے۔ اس حدیث میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جس شخص کے ساتھ کسی کو محبت ہو اس سے اپنی محبّت کا اظہار کردینا چاہیئے کیونکہ یہ چیز اس کے لیے خوشی کا باعث ہوگی۔

حضورﷺ کی بددعا بخشش کا ذریعہ

حَدَّثَنِی اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَفَعَ اِلٰی حَفْصَۃَ ابْنَۃِ عُمَرَ رَجُلًا فَقَالَ اَحْتَفِظِیْ بِہٖ قَالَ فَغَفَلَتْ حَفْصَۃُ وَ مَضَی الرَّجُلُ فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ قَالَ یَا حَفْصَۃُ مَا فَعَلَ الرَّجُلُ ...... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۴۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر حضور علیہ السلام نے ایک قیدی آدمی اپنی زوجہ حضرت حفصہؓ کے سپرد کیا تاکہ وہ اس کی حفاظت کریں کہ کہیں بھاگ نہ جائے۔ حضرت حفصہؓ نے اس شخص کو گھر میں رکھا ہوگا۔ حضرت حفصہؓ کی ذرا سی غفلت کی وجہ سے وہ قیدی بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔ پھر جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو پوچھا اے حفصہؓ! وہ قیدی کہاں گیا؟ انہوں نے عرض کیا حضرت! میری ذرا سی غفلت کی وجہ سے قیدی بھاگ گیا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ قَطَعَ اللّٰہُ یَدَكِ حفصہؓ! اللہ تمہارے ہاتھ کاٹ دے، تم نے قیدی کی حفاظت کیوں نہیں کی؟ مطلب یہ تھا کہ اس کو رسی وغیرہ سے باندھ دیا ہوتا یا اس پر نگاہ رکھتی تاکہ بھاگ نہ جاتا۔ یہ جملہ سُن کر حضرت حفصہؓ پریشان ہوگئیں ان کو یقین تھا کہ حضور علیہ السلام نے ہاتھ کٹ جانے کی بددعا کی ہے لہذا یہ ہاتھ ضرور کٹ کر رہیگا۔ چنانچہ فَرَفَعَتْ یَدَیْھَا ھٰکَذَا۔ انہوں نے اس طریقے سے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لیے۔ پھر حضور علیہ السلام گھر تشریف لائے تو حفصہؓ کو اس حالت میں دیکھ کر فرمایا مَا شَانُكِ یَا حَفْصَۃُ۔ اے حفصہؓ! کیا بات ہے کہ تم ہاتھ اوپر اٹھائے ہوئے ہو عرض کیا حضور آپ نے خود میرے ہاتھ کے متعلق اس طرح سے بددعا کی ہے کہ تیرا ہاتھ کٹ جائے، لہذا مجھے سخت پریشانی ہے کہ پتہ نہیں میرا ہاتھ کس وقت کٹ جائے۔

اس پر حضور علیہ السلام نے حضرت حفصہؓ کو تسلی دی اور فرمایا ضَعِی یَدَیْكِ اپنے ہاتھوں کو نیچے کر لو، اور اس کے کٹ جانے کا خطرہ محسوس نہ کرو کیونکہ فَاِنِّیْ سَاَلْتُ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ اَیُّمَا اِنْسَانٍ مِّنْ اُمَّتِیْ دَعَوْتُ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ عَلَیْہِ اَنْ یَّجْعَلَھَا لَہٗ مَغْفِرَۃً۔ میں نے اللہ کی بارگاہ میں درخواست کر رکھی ہے، مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ میں نے اللہ سے شرط کر رکھی ہے کہ میں اپنی امت کے کسی بھی شخص کے حق میں ایسی بد دعا کروں جس کا وہ اہل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس بد دعا کو اس کے لیے بخشش کا ذریعہ بنا دے۔

یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی بد دعا کو متعلقہ شخص کے حق میں بخشش کا ذریعہ بنا دیتا تھا۔ چنانچہ اس قسم کے متعدد واقعات ملتے ہیں مثلاً اُمِّ سلیمؓ کی چھوٹی بچی کو حضور علیہ السلام نے دیکھا تو فرمایا تو تو بڑی ہو گئی ہے، تو بڑی نہ ہو۔ بچی نے اس واقعہ کا ذکر اپنی والدہ سے کیا تو وہ پریشان ہو گئی کہ حضور نے کہہ دیا ہے کہ تو بڑی نہ ہو اب یہ چھوٹی ہی رہے گی۔ جب اُمِّ سلیمؓ نے حضور کے پاس آکر اپنی پریشانی کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم پریشان نہ ہو میں نے اللہ سے عہد کر رکھا ہے کہ اگر میں کوئی ایسی بد دعا کروں جس کا دوسرا شخص اہل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس دعا کو اس کے لیے بخشش کا ذریعہ بنا دیتا ہے اس پر اُمِّ سلیمؓ کی تسلی ہو گئی۔

ایک موقعہ پر حضور علیہ السلام نے حضرت امیر معاویہؓ کو بلا بھیجا۔ قاصد ان کے پاس پہنچا تو کھانا کھا رہے تھے لہٰذا وہ شخص واپس آگیا کچھ دیر کے بعد پھر گیا تو وہ ابھی تک کھانا کھانے سے فارغ نہیں ہوئے تھے اس شخص نے اس بات کا ذکر حضور علیہ السلام سے کیا تو آپ نے فرمایا لَا اَشْبَعَ اللّٰہُ بَطْنَہٗ اللہ اس کے پیٹ کو نہ بھرے۔ یہ بات بھی اسی نوعیت کی تھی کہ جس سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔ اسی طرح حضرت حفصہؓ کا واقعہ بھی تھا کہ آپ نے فرمایا اللہ تیرا ہاتھ کاٹ دے۔ یہ بد دعا در اصل حضرت حفصہؓ کے لیے بخشش کا ذریعہ تھی۔ بلکہ مسلم شریف کی روایت کے مطابق ایسی بد دعا متعلقہ شخص کے لیے پاکیزگی اور بخشش کا ذریعہ ہے۔

حضرت جابرؓ کی روایت میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَدْعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ وَلَا اَھْلِکُمْ وَلَا مَالِکُمْ۔ لوگو! تم میں سے کوئی شخص اپنی جان، اپنے اہل وعیال اور اپنے مال کے خلاف بددعا نہ کرے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات قبولیتِ دعا کے ہوتے ہیں کہ جن کے دوران ہر انسان کی دعا قبول ہو جاتی ہے لہٰذا ہو سکتا ہے کہ جس وقت تم بددعا کر رہے ہو وہ انہی مقبولیت کے اوقات میں سے ہو اور تم اس بددعا کا خواہ مخواہ شکار ہو جاؤ۔ انسان بعض اوقات روا روی میں کہہ جاتا ہے، میں مرجاؤں تیرا ستیاناس ہو تو کسی قابل نہ رہے وغیرہ وغیرہ۔ فرمایا اس قسم کی کوئی بددعا نہ اپنے متعلق کرو نہ اپنے بیوی بچوں کے لیے اور نہ اپنے اموال کے ضیاع کے لیے۔ ایسا نہ ہو کہ بددعا فوراً ہی قبول ہو کر تمہیں کسی آزمائش میں مبتلا کر دے یہ صرف اللہ کے نبی کا خاصہ ہے کہ وہ جس کے حق میں بددعا کرتا ہے اگر وہ اس بددعا کا اہل نہیں ہے تو وہ اس کے لیے ذریعہ نجات بن جاتی ہے۔ جو قیامت والے دن اس شخص کے لیے نہایت سودمند ثابت ہو گی۔

سورۃ اخلاص کی فضیلت

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اُحِبُّ ھٰذِہِ السُّوْرَۃَ فَذَکَرَ مِثْلَہٗ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۴۱)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا، حضورؐ! میں سورۃ اخلاص (قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۝) کو بہت پسند کرتا ہوں دوسری روایت میں آتا ہے کہ اس سورۃ میں چونکہ اللہ تعالیٰ کی شان توحید اور صفت بیان کی گئی ہے لہٰذا میں اس کو بار بار پڑھتا ہوں۔ ایک اور صحابی کے بارے میں آتا ہے کہ وہ نماز کی ہر رکعت میں یہ سورۃ پڑھنے کے بعد پھر کوئی دوسری سورۃ تلاوت کرتے آپ نے اس صحابی سے پوچھا تو اس نے بھی یہی جواب دیا کہ مجھے اس سورۃ سے بڑی محبت ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے جواباً فرمایا حُبُّكَ اِيَّاهَا اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ اس سورۃ کے ساتھ تیری محبت نے تجھے جنت میں داخل کر دیا ہے یعنی تم جنت کے مستحق بن گئے ہو۔ اگرچہ یہ چار آیات کی چھوٹی سی سورۃ ہے مگر حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ یہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ اگر انسان میں ایمان اور خلوص موجود ہو تو اس چھوٹی سی سورۃ کا اجر و ثواب ایک تہائی قرآن کی تلاوت کے ثواب کے برابر ہے۔ فرمایا جو شخص اس سورۃ کے ساتھ محبت رکھے گا اور اس کو اپنا ورد بنا لے گا وہ یقیناً جنت کا مستحق بن جائے گا اس لیے حضور علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا کہ اس سورۃ کے ساتھ تیری محبت نے تجھے جنت میں داخل کر دیا ہے

ہر جان کے لئے موت اٹل ہے

۱ عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا قَالَتْ فَاطِمَۃُ ذٰلِکَ یَعْنِیْ لَمَّا وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ کَرْبِ الْمَوْتِ مَا وَجَدَ قَالَتْ فَاطِمَۃُ وَاکَرْبَاہُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا بُنَیَّۃُ اِنَّہٗ قَدْ حَضَرَ بِاَبِیْکِ مَا لَیْسَ اللّٰہُ بِتَارِکٍ مِّنْہُ اَحَدًا لِمُوَافَاۃِ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۴۱)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا اس دنیا میں آخری وقت تھا طبیعت میں سخت بے چینی تھی تو اس وقت آپ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ سے فرمایا، اے میری پیاری بیٹی! تمہارے باپ کے پاس وہ چیز حاضر ہو گئی ہے جس سے اللہ تعالیٰ قیامت تک کسی شخص کو چھوڑنے والا نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ موت کی گھڑی آن پہنچی ہے۔ فرمایا آج کے بعد کوئی بے چینی باقی نہیں رہے گی۔ تکلیف کا دور آج ختم ہو رہا ہے۔ موت ایک ایسی چیز ہے جس سے اللہ نے کسی شخص کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ کوئی نیک ہو یا بد، ولی ہو یا بدکردار، پیغمبر ہو یا فرشتہ سب پر موت طاری ہونے والی ہے۔ قرآن میں موجود ہے۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ۔ (آل عمران - ۱۸۵) ہر جان کو موت کا مزا چکھنا ہے اس سے کوئی بھی بچ نہیں سکتا۔ یہ گویا تسلی کے الفاظ تھے جو آخری وقت میں حضور علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی سے فرمائے۔

علماء ستاروں کی مانند ہیں

سَمِعَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مَثَلَ الْعُلَمَاءِ فِى الْاَرْضِ كَمَثَلِ النُّجُوْمِ فِى السَّمَاءِ يُهْتَدٰى بِهَا فِىْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ فَاِذَا انْطَمَسَتِ النُّجُوْمُ اَوْشَكَ اَنْ تَضِلَّ الْهُدَاةُ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۵۷)

حضرت انس بن مالکؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک زمین پر علماء کی مثال آسمان پر موجود ستاروں کی سی ہے۔ لوگ ستاروں کے ذریعے خشکی اور تری میں راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح دنیا میں لوگ علماء سے دینی امور میں راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ ان علماء سے مراد علمائے حق ہیں جو حقیقی معنوں میں اللہ کی رضا اور ملت کی بہتری کے لیے کام کرتے ہیں اس سے پیٹ پرست علماء مراد نہیں جو سارے کام محض دنیا کی خاطر کرتے ہیں۔

فرمایا جس طرح ستاروں کے مٹ جانے کے بعد لوگ رستہ نہیں پائیں گے اور بھٹکتے رہیں گے اسی طرح صحیح علماء کی عدم موجودگی میں لوگ گمراہ ہی ہونگے حسن بصریؒ کا قول ہے لَوْ لَا الْعُلَمَاءُ لَصَارَ النَّاسُ مِثْلَ الْبَهَائِمِ۔ اگر علمائے حق نہ ہوتے تو لوگ جانوروں کی طرح ہوتے جو نہ صحیح عقیدہ کر سکتے اور نہ حلال و حرام میں امتیاز کر سکتے۔

جنّت کی معمولی چیز بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ لَقَابُ قَوْسِ اَحَدِكُمْ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۵۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی شخص کو جنت میں ایک کمان کے برابر جگہ نصیب ہو جائے تو یہ ساری دنیا اور اسکے مافیہا سے بہتر ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا وَ لَوْ اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِطَّلَعَتْ اِلَى الدُّنْيَا لَمَلَاَتْ مَا بَيْنَهُمَا رِيْحُ الْمِسْكِ وَ اُطِيْبُ مَا بَيْنَهُمَا۔ اگر جنت کی عورتوں میں سے کوئی عورت دنیا کی طرف جھانک کر دیکھ لے تو ساری دنیا خوشبو سے بھر جائے۔ فرمایا جنتی عورتوں کا پورا لباس تو بہت ہی اعلیٰ وارفع ہو گا۔ وَ لَنَصِيْفُهَا عَلٰى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا۔ اس کی صرف اوڑھنی (دوپٹہ) بھی دنیا اور اسکی ہر چیز سے بہتر ہے۔ دنیا میں موجود تمام زر و جواہرات اور مال و اسباب جنتی عورت کے ایک دوپٹے کی قیمت ادا نہیں کر سکتے، وہ اس قدر قیمتی لباس ہو گا۔

*

ایک صحابی کے دعائیہ کلمات

عَنْ اَنَسٍ قَالَ کُنْتُ جَالِسًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْحَلْقَۃِ وَ رَجُلٌ قَائِمٌ یُصَلِّیْ فَلَمَّا رَکَعَ وَسَجَدَ وَ تَشَہَّدَ ثُمَّ دَعَا فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدَ......الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۵۸)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک حلقہ میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے قریب ہی کھڑے ہو کر نماز پڑھی، رکوع کیا، سجدہ کیا، تشہد میں بیٹھا اور پھر اس طرح دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْحَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ بیشک سب تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو بڑا مہربان ہے۔ آسمانوں اور زمین کو بغیر نمونے کے بنانے والا ہے، جلال اور بزرگی والا ہے۔ ہمیشہ زندہ رہنے والا اور سب کی ہستی کو قائم رکھنے والا ہے۔ میں تجھی سے سوال کرتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تم جانتے ہو کہ اس نے کیسی دعا کی ہے؟ پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اس نے اللہ کے اس نام پاک کے ساتھ دعا کی ہے کہ جب کوئی اس نام کے ساتھ دعا کرتا ہے تو اللہ اسے قبول کرتا ہے اور جب کوئی اللہ سے سوال کرتا ہے تو وہ عطا کرتا ہے۔ عفان کہتے ہیں کہ اللہ کے اس نام کے ساتھ دعا کرنی چاہیئے۔

بہت بڑی فضیلت والے کلمات

عَنْ اَنَسٍ قَالَ کُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فِی الْحَلْقَۃِ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الرَّجُلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ فَرَدَّ النَّبِیُّ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْہِ وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ.....الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۵۸)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ اس حلقے میں اور لوگ بھی تھے۔ ایک شخص آیا اور نبی علیہ السلام کو اس طرح سلام کیا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو جواب دیا۔ وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ پھر جب وہ آدمی بیٹھ گیا تو اس کی زبان پر جاری ہو گیا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ کَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا اَنْ یُّحْمَدَ وَیَنْبَغِیْ لَہٗ۔ حضور علیہ السلام نے اس شخص سے کہا کہ تم نے یہ کلمات کس طرح کہے ہیں۔ اس نے یہ کلمات دہرائے تو آپ نے فرمایا اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب یہ شخص یہ کلمات ادا کر رہا تھا تو بارہ فرشتے آگے بڑھے۔ ہر فرشتہ ان کلمات کو اللہ کی راہ میں پیش کرنا چاہتا تھا۔ پھر فرشتے ان کلمات کو لکھنے سے عاجز آ گئے تو اللہ نے فرمایا اُکْتُبُوْھَا کَمَا قَالَ عَبْدِیْ۔ میرے بندے نے جس طرح کہا ہے تم اسی طرح لکھ دو، ان کی شکل وصورت ہم خود بنالیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ بہت بڑی فضیلت والے کلمات ہیں۔

لکڑی کے تنے کی زاری

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْطُبُ اِلٰى جِذْعِ نَخْلَةٍ فَلَمَّا اتَّخَذَ الْمِنْبَرَ تَحَوَّلَ اِلَى الْمِنْبَرِ فَحَنَّ الْجِذْعُ حَتّٰى اَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحْتَضَنَهُ فَسَكَنَ......الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۱ صفحہ ۲۶۷)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ روایت حضرت انس بن مالکؓ سے بیان کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کھجور کے ایک کٹے ہوتے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے یہ تنا مسجد نبوی میں گاڑا ہوا تھا۔ پھر کچھ عرصہ بعد آپ کی اجازت سے ایک عورت کا غلام جنگل سے جھاؤ کا درخت کاٹ لایا اور اس سے تین سیڑھیوں والا منبر تیار کیا۔ یہ منبر مسجد میں رکھا گیا تو حضور علیہ السلام کھجور کا تنا چھوڑ کر اس منبر پر تشریف فرما ہو گئے جب آپ نے خطبہ دینے کا ارادہ کیا تو کھجور کا وہ خشک تنا بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگا۔ نبی علیہ السلام اسکے قریب تشریف لے گئے اور اسے اس طرح سینے کے ساتھ لگا لیا جس طرح فرطِ محبت میں بچوں کو لگا لیا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ تنا خاموش ہو گیا۔ یہ حضور علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ اللہ نے اس تنے میں اتنا شعور پیدا کر دیا کہ وہ حضور علیہ السلام کی جدائی برداشت نہ کر سکا اور اس کے رونے کی آواز سارے صحابہؓ نے سنی۔

اس قسم کی مثال جبل احد کے متعلق بھی ملتی ہے۔ مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آپ اس پہاڑ پر سے گزرے تو فرمایا اُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهُ۔ احد ایک پہاڑ ہے وہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں گویا اللہ نے پہاڑ میں محبت کا شعور پیدا کر دیا تھا۔ بہر حال جب حضور علیہ السلام نے کھجور کے اس تنے کو سینے سے لگایا تو وہ خاموش ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ لَوْ لَمْ اَحْتَضِنْهُ لَحَنَّ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

اگر میں اس کو چھاتی سے لگا کر پیار نہ کرتا تو یہ تنا قیامت تک روتا ہی رہتا۔ دوسری روایت میں یہ تفصیل بھی موجود ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس تنے کو یہاں سے نکال جنت البقیع میں دفن کر دو۔ چنانچہ آپکے حکم کی تعمیل کی گئی۔ غرضیکہ اللہ نے اس خشک تنے کو صاحب کرامت بنا دیا تھا۔

شہر مدینہ کی خصوصیت

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمَدِیْنَۃُ یَاْتِیْھَا الدَّجَّالُ فَیَجِدُ الْمَلٰٓئِکَۃَ یَحْرُسُوْنَھَا فَلَا یَدْخُلُھَا الدَّجَّالُ وَلَا الطَّاعُوْنُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۳)

حضرت انس رضؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال مدینہ طیبہ کے پاس آئیگا، شہر میں داخل ہونے کی کوشش کریگا مگر وہ اسے اللہ کے فرشتوں کو اس کی حفاظت پر پائیگا۔ اللہ کے فرشتے گویا مدینہ کے تمام راستوں پر تلواریں سونتے کھڑے ہوں گے جو اسے اندر داخل نہیں ہونے دیں گے۔ فرمایا کہ مدینہ وہ بابرکت شہر ہے جس میں نہ تو دجال داخل ہو سکے گا اور نہ ہی وہاں پر طاعون کی وبا پھیلے گی۔ اللہ نے چاہا تو یہ شہر ان دو فتنوں سے مامون رہیگا۔ یہ حضور علیہ السلام کی برکت کی وجہ سے ہے کہ اللہ نے اس شہر کو دار الہجرت بنایا اور اس کو پاک شہر قرار دیا۔

قربت قیامت

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَ اَشَارَ بِالسَّبَابَةِ وَالْوُسْطٰى

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۴)

حضرت انس بن مالک رضؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح بھیجے گئے ہیں جس طرح یہ دو انگلیاں ہیں اور آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے ساتھ اشارہ فرمایا۔ درمیانی انگلی انگشتِ شہادت سے بڑی ہے اور اس سے ذرا آگے نکلی ہوئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اب میرے بعد نہ کوئی نبی آئے گا نہ کوئی شریعت اور نہ ہی کوئی نیا پروگرام۔ میرے بعد صرف قیامت ہی آئیگی۔ میرے اور قیامت کے درمیان اس قدر فرق ہے جیسے ایک انگلی دوسری سے تھوڑا آگے ہے۔ میں تھوڑا عرصہ قیامت سے پہلے مبعوث ہوا ہوں اور میرے بعد جلدی ہی قیامت آنے والی ہے۔

نماز میں زیادہ لمبی قرات کی ممانعت

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يَؤُمُّ قَوْمَهُ فَدَخَلَ حَرَامٌ وَهُوَ يُرِيْدُ اَنْ يَسْقِيَ نَخْلَهُ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ لِيُصَلِّيَ مَعَ الْقَوْمِ فَلَمَّا رَاٰی مُعَاذًا طَوَّلَ تَجَوَّزَ فِي صَلَاتِهِ وَلَحِقَ بِنَخْلِهِ يَسْقِيْهِ .... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۴)

حضرت انس بن مالک رضؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے صحابی حضرت معاذ بن جبلؓ اپنے محلہ میں نماز پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دوسرے صحابی حضرت حرامؓ اپنے باغ کو سیراب کر رہے تھے، وہ نماز با جماعت ادا کرنے کے لیے مسجد میں آئے مگر جب دیکھا کہ حضرت معاذؓ لمبی قرات کر رہے ہیں تو وہ اپنی علیحدہ مختصر نماز پڑھ کر اپنے باغ کو سیراب کرنے کے لیے چلے گئے۔

فَلَمَّا قَضٰى مُعَاذٌ الصَّلَاةَ جب حضرت معاذؓ نے نماز ختم کی تو آپ کو بتلایا گیا کہ حرامؓ مسجد میں داخل ہوئے تھے فَلَمَّا رَاٰكَ طَوَّلْتَ تَجَوَّزَ فِي صَلَاتِهِ وَلَحِقَ بِنَخْلِهِ يَسْقِيْهِ قَالَ اِنَّهُ لَمُنَافِقٌ۔ مگر آپ کی طوالت قرات کو دیکھ کر وہ مختصر نماز پڑھ کے اپنے باغ کو سیراب کرنے کے لیے چلے گئے۔ اس پر حضرت معاذؓ خفا ہو گئے اور کہنے لگے کہ وہ تو منافق ہو گئے ہیں۔ جب حضرت حرامؓ کو اس بات کا پتہ چلا تو وہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں باغ کو سیراب کر رہا تھا، مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کی نیت سے آیا مگر جب حضرت معاذؓ نے قرات لمبی کر دی تو میں جلدی سے نماز ادا کر کے اپنے کام پر چلا گیا۔ اب معاذؓ کہتے ہیں کہ میں منافق ہوں۔

حضور علیہ السلام نے یہ واقعہ سن کر حضرت معاذؓ کو بلایا اور سخت ڈانٹ بتلاتے

ہوئے فرمایا۔ اَفَتَّانٌ اَنْتَ اَفَتَّانٌ اَنْتَ اے معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنے میں ڈالنا چاہتے ہو؟ آپ نے یہ جملہ بار بار دہرایا۔ پھر فرمایا لَا تُطَوِّلْ بِہِمْ اِقْرَأْ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی۔ وَالشَّمْسِ وَضُحٰہَا وَ نَحْوَہُمَا۔ ان لوگوں کے ساتھ اتنی لمبی قرات نہ کیا کرو بلکہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی یا وَالشَّمْسِ وَضُحٰہَا یا اس جیسی دوسری سورتیں پڑھ لیا کرو۔ دراصل حضرت معاذؓ نے فجر کی نماز میں چالیس رکوع پر مشتمل سورۃ البقرہ پڑھی تھی، لہٰذا آپ نے فرمایا کہ امام کو کمزور، بوڑھے اور بیمار مقتدیوں کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ بعض حاجت مند ہوتے ہیں ان سب کی برداشت کے مطابق قرات کرنی چاہیئے۔

شہدائے بدر کے لیے جنّت الفردوس

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ حَارِثَةَ خَرَجَ نَظَّارًا فَاَتَاهُ سَهْمٌ فَقَتَلَهُ فَقَالَتْ اُمُّهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَرَفْتَ مَوْقِعَ حَارِثَةَ مِنِّيْ فَاِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ صَبَرْتُ وَاِلَّا رَاَيْتَ مَا اَصْنَعُ...الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۴)

حضرت انس بن مالکؓ جنگ بدر کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ صحابی رسول حضرت حارثہؓ لشکر اسلام میں شامل تھے۔ یہ مشرکین کی طرف دیکھ رہے تھے کہ اتنے میں ایک تیر آکر لگا جس کی وجہ سے ان کی موت واقع ہوگئی۔ پھر ان کی والدہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، اللہ کے رسول آپ جانتے ہیں کہ مجھے اپنے بیٹے سے بڑی محبّت تھی۔ اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں اور مجھے اطمینان حاصل ہو۔ اور اگر وہ جنّت میں نہ ہو تو پھر میں جزع فزع کروں حضور علیہ السلام نے فرمایا اے ام حارثہؓ۔ لَيْسَتْ بِجَنَّةٍ وَاحِدَةٍ جنت صرف ایک ہی تو نہیں ہے وَلٰكِنَّهَا جِنَانٌ كَثِيْرَةٌ بلکہ جنّت تو بہت سے ہیں۔ اور تیرا بیٹا حارثہؓ افضل جنت میں ہے یا فرمایا فِيْ اَعْلَى الْفِرْدَوْسِ اللہ نے اس کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائی ہے۔ اللہ نے بدر کے چودہ شہداء کے درجات بہت بلند فرمائے ہیں۔

★

انسان کی عظمت

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ الْاَرْضَ جَعَلَتْ تَمِيْدُ فَخَلَقَ الْجِبَالَ فَاَلْقَاهَا عَلَيْهَا فَاسْتَقَرَّتْ فَتَعَجَّبَتِ الْمَلٰئِكَةُ مِنْ خَلْقِ الْجِبَالِ……… الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۴)

حضرت انس بن مالکؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا تو وہ حرکت کرتی تھی۔ پھر اللہ نے اس پر جگہ جگہ پہاڑ رکھ دیئے تو زمین میں ٹھہراؤ پیدا ہو گیا۔ پس اللہ کے فرشتوں نے اس پر تعجب کیا اور پروردگار کی خدمت میں عرض کیا۔ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْئٌ اَشَدُّ مِنَ الْجِبَالِ کیا تیری مخلوق میں پہاڑوں سے سخت چیز بھی کوئی ہے؟ اللہ نے جواباً فرمایا۔ نَعَمْ اَلْحَدِيْدُ ہاں پہاڑوں سے سخت چیز لوہا ہے جو بڑے بڑے پتھروں کو بھی توڑ ڈالتا ہے۔ پھر فرشتوں نے عرض کیا، پروردگار! کیا تیری مخلوق میں لوہے سے سخت چیز بھی کوئی ہے؟ قَالَ نَعَمْ اَلنَّارُ۔ فرمایا ہاں، لوہے سے سخت آگ ہے جو لوہے کو بھی پگھلا کر رکھ دیتی ہے۔ فرشتوں نے پھر عرض کیا، کیا آگ سے بھی زیادہ شدید تیری مخلوق میں کوئی چیز ہے؟ قَالَ نَعَمْ اَلْمَاءُ۔ اللہ نے فرمایا، ہاں آگ سے شدید تر پانی ہے جو آگ کو بھی بجھا دیتا ہے۔ فرشتوں کا اگلا سوال تھا کیا پانی سے شدید چیز بھی کوئی ہے۔ قَالَ نَعَمْ اَلرِّيْحُ فرمایا، ہاں ہوا پانی سے بھی شدید ہے جو پانی کو بھی اڑا لے جاتی ہے۔ فرشتوں نے پھر عرض کیا، پروردگار! کیا ہوا سے زیادہ سخت کوئی چیز تیری مخلوق میں موجود ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔ اِبْنُ اٰدَمَ يَتَصَدَّقُ بِيَمِيْنِهٖ يُخْفِيْهَا مِنْ شِمَالِهٖ ہاں وہ آدم کا بیٹا انسان ہے جو دائیں ہاتھ

سے صدقہ کرتا ہے مگر بائیں ہاتھ کو پتہ نہیں چلنے دیتا۔

یہ دراصل انسان کی عظمت، کمال، فضیلت اور اس کی خداشناسی کا تذکرہ ہے جو ہر نیکی محض خدا تعالیٰ کی رضا کے لیے انجام دیتا ہے۔ وہ ریاکاری کے احتمال سے اس حد تک بچتا ہے کہ دائیں ہاتھ سے کئے ہوئے صدقہ خیرات کی خبر اس کے بائیں ہاتھ کو بھی نہیں ہوتی چہ جائیکہ کسی دوسرے انسان کو ہو۔ یہ انسان کی اسی عظمت کی وجہ ہے کہ وہ ہر چیز پر حاوی ہے اور اس سے مستفید ہوتا ہے۔

نیکیوں کا بدلہ

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ لَا یَظْلِمُ الْمُؤْمِنَ حَسَنَۃً یُثَابُ عَلَیْھَا الرِّزْقَ فِی الدُّنْیَا وَیُجْزٰی بِھَا فِی الْاٰخِرَۃِ......الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۵)

حضرت انسؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ کسی مومن پر زیادتی نہیں کرتا بلکہ اس کی ہر نیکی پر اسے بدلہ عطا کرتا ہے۔ دنیا میں اس نیکی کی برکت سے اسے روزی عطاء فرماتا ہے اور آخرت میں بھی اس کو بدلا دیگا۔

پھر فرمایا وَ اَمَّا الْکَافِرُ فَیُعْطٰی بِحَسَنَاتِہٖ فِی الدُّنْیَا۔ اور کافر کو اس کی نیکیوں کا بدلہ اسی دنیا میں دے دیتا ہے۔ کافر بھی صدقہ خیرات کرتے ہیں، لوگوں سے خیر خواہی کا اظہار کرتے ہیں اور رفاہِ عامہ کے بہت سے کام مثلاً سکول ہسپتال، سرائے وغیرہ بناتے ہیں۔ فرمایا ان کاموں کا بدلہ انہیں دنیا میں ہی حکومت اور اقتدار مال و اولاد کی فراوانی یا نام و نمود و شہرت کی صورت میں دے دیا جاتا ہے فَاِذَا لَقِیَ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ پھر جب وہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ سے ملے گا۔ لَمْ تَکُنْ لَہٗ حَسَنَۃٌ یُعْطٰی بِھَا خَیْرًا۔ تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہو گی تاکہ اس کو بہتری کا بدلہ وہاں پر مل سکے۔ مطلب یہ ہے کہ آخرت میں بہتری کے لیے ایمان بنیادی شرط ہے۔ اگر اس نے دنیا میں ایمان قبول کر کے نیکی کے کام انجام دیئے تو اس کو دنیا میں بھی اچھا بدلہ ملے گا اور آخرت میں بھی۔ اور اگر وہ دنیا میں ایمان کی دولت سے محروم رہا تو پھر اس کو آخرت میں اس کی نیکیوں کا کوئی بدلہ نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَھُوَ

مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ (الانبیاء - ۹۴) جو شخص بھی نیکی کا کام کریگا بشرطیکہ اس کی تہ میں ایمان موجود ہو تو اس کی کاوش کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔ بلکہ آخرت میں اسے پورا پورا بدلہ دیا جائیگا۔ آخرت میں جزا کے لیے اللہ کی وحدانیت، اس کے رسولوں، کتابوں قیامت اور بعث بعد الموت پر ایمان لانا ضروری ہے۔

قبر کے سوال جواب

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِىْ قَبْرِهٖ وَتَوَلّٰى عَنْهُ اَصْحَابُهٗ حَتّٰى اَنَّهٗ يَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ اَتَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَاكُنْتَ تَقُوْلُ فِىْ هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.........الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۶)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی قبر پر مٹی ڈال کر واپس مڑتے ہیں تو مردہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔ پھر دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تم اس شخص کے بارے دنیا میں کیا کہتے تھے یعنی فرشتے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کرتے ہیں پھر اگر مردہ مومن ہوتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے۔ اَشْهَدُ اَنَّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ۔ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ فَيُقَالُ اُنْظُرْ اِلٰى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ دوزخ میں اپنے اس ٹھکانے کی طرف دیکھو۔ فَقَدْ اَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ مَقْعَدًا فِى الْجَنَّةِ۔ لیکن اللہ نے اس کی بجائے تمہارے لیے جنت میں ٹھکانا بنا دیا ہے اگر تم ایماندار نہ ہوتے تو تمہارا ٹھکانا دوزخ میں ہوتا۔ پھر وہ ٹھکانا بھی اس کے سامنے کر دیا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ مرنے والا شخص ان دونوں ٹھکانوں کو دیکھتا ہے۔ حضرت قتادہؓ ۶۱ھ تا ۱۱۷ھ تابعی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے لیے یہ بات بھی بیان کی گئی ہے۔ اَنَّهٗ يُفْسَحُ لَهٗ فِىْ قَبْرِهٖ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا۔ کہ مومن کے لیے اس کی قبر ستر ہاتھ تک کشادہ

کردی جاتی ہے۔ وَ یُمْلَأُ عَلَیْہِ خُضْرًا اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ اور قیامت کے دن اٹھائے جانے تک اس پر سبزی پیدا کر دی جاتی ہے گویا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ شخص کسی سرسبز باغیچے میں آرام کر رہا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں وَ اَمَّا الْکَافِرُ وَالْمُنَافِقُ کہ پھر اگر مرنے والا کافر یا منافق ہوتا ہے تو اس سے بھی یہی سوال کیا جاتا ہے کہ تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ وہ جواب دیتا ہے لَا اَدْرِیْ کُنْتُ اَقُوْلُ مَا یَقُوْلُ النَّاسُ یعنی تو کچھ نہیں جانتا، جو کچھ لوگ کہتے تھے میں بھی وہی بات کہتا تھا۔ پھر فرشتے اس شخص کو کہیں گے۔ لَا دَرَیْتَ وَلَا تَلَیْتَ نہ تم نے سمجھنے کی کوشش کی اور نہ اللہ کی کتاب کو پڑھا ثُمَّ یُضْرَبُ بِمِطْرَاقٍ مِنْ حَدِیْدٍ ضَرْبَۃً بَیْنَ اُذُنَیْہِ پھر اسے اس کے کانوں کے درمیان شدید ضرب لگائی جائے گی۔ فَیَصِیْحُ صَیْحَۃً فَیَسْمَعُھَا مَنْ یَلِیْہِ غَیْرَ الثَّقَلَیْنِ پس وہ ایسی چیخ چیخے گا جس کو جنوں اور انسانوں کے علاوہ اردگرد کی تمام چیزیں سنیں گی۔ اور فرمایا بَعْضُھُمْ یُضَیَّقُ عَلَیْہِ قَبْرُہٗ حَتّٰی تَخْتَلِفَ اَضْلَاعُہٗ۔ کہ بعض لوگوں پر اس کی قبر کو اس قدر تنگ کر دیا جائے گا کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں دھنس جائیں گی۔ مختلف روایات میں کچھ دیگر کیفیات بھی بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً کسی پر ننانوے سانپ مسلط کر دیئے جائیں گے۔ غرضیکہ ہر شخص کے ساتھ اس کے اعمال کے مطابق سلوک ہوگا۔

جنّت اور دوزخ کا مشاہدہ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوْ رَاَیْتُمْ مَا رَاَیْتُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَّ لَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا ...... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۶)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم اس چیز کو دیکھ لو جو میں دیکھ رہا ہوں تو ہنسو تھوڑا اور رؤو زیادہ۔ لوگوں نے عرض کیا حضور! آپ نے کیا چیز دیکھی ہے؟ فرمایا رَاَیْتُ الْجَنَّۃَ وَالنَّارَ۔ میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جب تم میرے ساتھ نماز پڑھتے ہو تو رکوع و سجود میں مجھ سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کیا کرو بلکہ اتباع کیا کرو۔ کیونکہ امام سے آگے بڑھنا اللہ کی ناراضگی کا سبب بنتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نماز کی حالت میں یہ کیفیت بھی عطا فرمائی ہے کہ اِنِّیْ اَرَاکُمْ مِنْ اَمَامِیْ وَ مِنْ خَلْفِیْ میں آگے اور پیچھے دونوں طرف سے تمہیں دیکھتا ہوں۔

جب حضرت انسؓ نے یہ حدیث بیان کی تو آپ کے شاگرد نے مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو تو وہ کس طرح نماز ادا کرے حضرت انسؓ نے جواب دیا۔ یَرْکَعُ وَ یَسْجُدُ قَاعِدًا فِی الْمَکْتُوْبَاتِ۔ کہ اگر مریض آدمی فرض نماز میں کھڑا ہونے کی سکت نہیں رکھتا تو وہ بیٹھ کر ہی رکوع وسجود کر لے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معذور آدمی کے لیے رعایت ہے۔ ایسے آدمی کو اللہ تعالیٰ نماز کا پورا پورا اجر عطا فرمائے گا۔

سواری پر نماز ادا کرنا

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ عَلٰى نَاقَتِهٖ تَطَوُّعًا فِي السَّفَرِ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۶)

حضرت انس بن مالک رضؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے دوران اونٹنی پر نفلی نماز پڑھتے تھے جب کہ آپ کا رخ قبلہ کی طرف نہیں ہوتا تھا مطلب یہ ہے کہ نفلی نماز کے لیے قبلہ رخ ہونا ضروری نہیں، سواری کا رخ جس طرف بھی ہو، سوار اسی طرف رخ کر کے نماز ادا کر سکتا ہے یہاں اونٹنی کا ذکر ہے کہ اس زمانے میں یہی اعلیٰ سواری ہوتی تھی۔ موجودہ زمانے میں موٹر، ریل گاڑی ہوائی جہاز، سائیکل وغیرہ سواریاں استعمال ہوتی ہیں لہٰذا ان کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ ہاں اگر فرض نماز ادا کرنا ہو تو سواری سے نیچے اتر کر اور قبلہ رو ہو کر نماز ادا کرنا ضروری ہے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام سفر میں بھی کثرت سے نفلی نماز ادا کیا کرتے تھے۔

تین حالتوں میں سوال کرنیکی اجازت

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہُ قَالَ اِنَّ الْمَسْئَلَۃَ لَا تَحِلُّ اِلَّا لِثَلَاثَۃٍ لِذِیْ فَقْرٍ مُدْقِعٍ اَوْ لِذِیْ غُرْمٍ مُفْظِعٍ اَوْ لِذِیْ دَمٍ مُوْجِعٍ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۶)

حضرت انس رضؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تین قسم کے آدمیوں کے علاوہ کسی کے لیے سوال کرنا حلال نہیں ہے ایک وہ شخص جو انتہائی درجے کے فقر میں بتلا ہو یعنی ایسا فقر جو آدمی کو مٹی میں ملادے مگر اس کے پاس کوئی چارہ کار نہ ہو۔ اور وہ بھی اس وقت تک جب تک اس کی حالت ٹھیک ہو جاتے۔ جب وہ خود کمانے لگے تو اس پر سوال کرنا حرام ہو جائیگا۔ مسلم شریف میں حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جس شخص کے پاس فاقہ دور کرنے کے لیے کوئی چیز نہ ہو اس کے لیے مانگنا جائز ہے۔ فرمایا دوسرا وہ شخص سوال کر سکتا ہے جو کسی آفت میں مبتلا ہو چکا ہو۔ مثلاً طوفان، زلزلہ یا کوئی حادثہ پیش آگیا ہے جس میں اس کا مال واسباب ضائع ہو گیا ہے تو وہ بھی حقدار ہے اور تیسرا آدمی وہ ہے کہ جس کو کوئی تاوان پڑ گیا ہے، ضمانت ضبط ہو گئی ہے جسے ادا کرنے کی ہمت نہیں تو وہ بھی مانگ سکتا ہے۔ ان تین صورتوں کے علاوہ مانگنا حرام کھانے کے مترادف ہے۔ ایسا کرنا عزت نفس اور دین دونوں کے خلاف ہے۔

چڑھتے اور اترتے وقت اللہ کی تعریف

عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَعِدَ اَکَمَۃً اَوْ نَشَزًا قَالَ اَللّٰھُمَّ لَکَ الشَّرَفُ عَلٰی کُلِّ شَرَفٍ وَ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی کُلِّ حَمْدٍ ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۷)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی اونچی جگہ پر چڑھتے کوئی ٹیلہ یا پہاڑی وغیرہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح تعریف بیان کرتے اَللّٰھُمَّ لَکَ الشَّرَفُ عَلٰی کُلِّ شَرَفٍ وَ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی کُلِّ حَمْدٍ اے اللہ ہر شرف کے اوپر تیرے ہی لیے شرف ہے اور ہر تعریف کے اوپر تیرے ہی لیے تعریف ہے۔ اونچی جگہ چڑھتے وقت آدمی میں تکبّر پیدا ہو سکتا ہے لہٰذا حضور علیہ السلام ایسے موقع پر اللہ کی تعریف بیان کرتے۔ ایک اور روایت میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے الفاظ بھی آتے ہیں یعنی اللہ بہت بڑا ہے انسان کو کسی حالت میں بھی مغرور نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ ہر قسم کی بڑائی صرف اللہ ہی کے لیے ہے۔ نیز یہ بھی آتا ہے کہ جب حضور علیہ السلام کسی نچلی جگہ میں اترتے تو سُبْحَانَ اللّٰہِ کہتے یعنی اللہ کی ذات ہر نقص اور عیب سے پاک ہے۔

اہل قرآن کی تعریف

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ اَھْلِیْنَ مِنَ النَّاسِ فَقِیْلَ مَنْ اَھْلُ اللّٰہِ مِنْھُمْ قَالَ اَھْلُ الْقُرْاٰنِ ھُمْ اَھْلُ اللّٰہِ وَخَاصَّتُہٗ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۷)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ اللہ کے اہل کہلاتے ہیں یعنی "اہل اللہ" عرض کیا گیا حضور! اہل اللہ کون لوگ ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اہل اللہ وہ لوگ ہیں جو قرآن کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں یعنی قرآن کریم کو یاد کرتے ہیں مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ اہلِ قرآن اللہ کے اہل ہیں جو قرآن کو یاد کرتے ہیں پھر اس پر یقین رکھتے ہیں اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ اہل قرآن سے مراد موجودہ دور والا فرقہ اہل قرآن نہیں ہے۔ یہ تو حقیقت میں منکرین قرآن ہیں۔ یہ پرویزی۔ چکڑالوی وغیرہ گمراہ فرقے ہیں جو اس حدیث کے ہرگز مصداق نہیں ہیں۔ اہل اللہ کہلانے کے مستحق اللہ کے وہ خاص بندے ہیں جو قرآن پر یقین رکھنے کے ساتھ ساتھ اس پر عمل پیرا بھی ہوتے ہیں۔

تین بیماریوں میں جھاڑ پھونک کی اجازت

عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الرُّقْیَۃِ فِی الْعَیْنِ وَالْحُمَۃِ وَالنَّمْلَۃِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۷)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بیماریوں میں جھاڑ پھونک کی اجازت دی ہے بشرطیکہ اس کلام میں کوئی شرکیہ کلمہ نہ ہو۔ بعض صحابہؓ جھاڑ پھونک کرتے تھے حضور علیہ السلام نے فرمایا اَعْرِضُوْا عَلَیَّ میرے سامنے پیش کرو کہ کیا پڑھتے ہو تاکہ تسلی ہو جائے کہ کوئی شرکیہ، کفریہ کلام نہ ہو۔ جس کلام میں کوئی غلط واقعہ ہوتا تھا آپ اس کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان تین عوارض میں دم کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ایک نظر بد جو کہ آناً فاناً آدمی کے نقصان کا باعث بنتی ہے۔ دوسرا عارضہ سانپ یا بچھو وغیرہ کے کاٹنے کا ہے کہ اس کی وجہ سے زہر فوراً جسم میں پھیل کر موت واقع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اور تیسری مرض سرخ بادہ ہے جس میں بخار ہو جاتا ہے۔ انسان کی کھال سرخ ہو جاتی ہے اور اس میں سوزش اور جلن پیدا ہو جاتی ہے، لہٰذا اس میں بھی فوری علاج کی ضرورت ہوتی ہے تو حضور علیہ السلام نے ان تین بیماریوں میں جھاڑ پھونک کی اجازت دی ہے۔

دورانِ خطبہ گفتگو کی ممانعت

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُ فِي الْحَاجَةِ بَعْدَ مَا يَنْزِلُ عَنِ الْمِنْبَرِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۷)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ضروری بات منبر سے اترنے کے بعد کرتے تھے۔ عید کا خطبہ سنّت ہے جب کہ جمعہ کا خطبہ لازم ہے کہ اس کے بغیر جمعہ کی نماز نہیں ہوتی۔ خطبے کا اصول یہ ہے کہ دورانِ خطبہ خاموش رہنا چاہیئے اور کوئی بات نہیں کرنی چاہیئے۔ اگر کوئی شخص اس دوران بات کرتا ہے تو اس کی مثال اس گدھے کے ساتھ دی گئی ہے جس پر کتابوں کا دفتر لدا ہوا ہو۔ خطبہ کے دوران گفتگو کرنے سے جمعہ کا خاص ثواب بھی باطل ہو جاتا ہے۔ البتہ خطبہ ہونے اور نماز شروع کرنے سے پہلے کوئی ضروری بات کی جا سکتی ہے۔ خود حضور علیہ السلام بھی حسب ضرورت خطبہ ختم ہونے اور منبر سے نیچے اترنے کے بعد کوئی بات کرتے تھے۔ خطبہ کے دوران سامعین کو تو قطعاً کوئی بات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ خطیب اپنا خطبہ موقوف کر کے کوئی ضروری بات کر سکتا ہے۔

قیامت کو فدیہ کی عدم قبولیت

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُقَالُ لِلرَّجُلِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَرَاَيْتَ لَوْ كَانَ مَا عَلَى الْاَرْضِ مِنْ شَيْءٍ اَكُنْتَ مُفْتَدِيًا بِهٖ قَالَ فَيَقُوْلُ نَعَمْ۔۔۔۔۔۔۔۔الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۷)

حضرت انس بن مالک رضؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت والے دن کسی دوزخی شخص سے کہا جائیگا کہ اگر اس وقت روئے زمین کی تمام چیزیں تمہارے قبضہ میں ہوں تو کیا تم ان کا فدیہ دے کر اپنی جان کو عذاب سے بچالو گے؟ وہ شخص کہے گا کہ ہاں میں ایسا کرنے کو تیار ہوں۔ اُدھر سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو گا قَدْ اَرَدْتُ مِنْكَ اَهْوَنَ مِنْ ذٰلِكَ دنیا میں میں نے تجھ سے ایک معمولی سی چیز کا مطالبہ کیا تھا قَدْ اَخَذْتُ عَلَيْكَ فِي ظَهْرِ اٰدَمَ اور یہ عہد میں نے تجھ سے پشت آدم میں بھی لیا تھا اَنْ لَّا تُشْرِكَ بِيْ شَيْئًا۔ کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا فَاَبَيْتَ اِلَّا اَنْ تُشْرِكَ بِيْ۔ مگر تم نے اس عہد کا انکار کیا۔ اور دنیا میں رہ کر میرے ساتھ شریک ٹھہراتا رہا۔ میری وحدانیت پر ایمان نہ لایا۔ تمہیں حکم دیا گیا تھا کہ میری ذات صفات اور عبادت میں کوئی شریک نہ بنانا بلکہ میری وحدانیت کا اقرار کرنا مگر تم اس عہد کو بھول گئے آج جب عذاب آنکھوں کے سامنے ہے تو دنیا بھر کا مال و متاع کا فدیہ دے کر اپنی جان چھڑانا چاہتے ہو۔ اول تو تمہارے پاس اس قدر مال و دولت ہو نہیں سکتا اور اگر بالفرض موجود بھی ہو اور تم اسے اپنی جان کے بدلہ میں دینا چاہو تو یہ ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا۔ قرآن پاک میں موجود ہے۔ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ

مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ۔ (المائدہ-۳۶)

اگر ان کے پاس دنیا کا سارا مال و متاع اور اس جیسا مزید بھی ہو جسے فدیہ دے کر وہ قیامت کے دن کے عذاب سے بچنا چاہیں تو ان سے قبول نہیں کیا جائیگا۔ مطلب یہ ہے کہ جنت کے حصول کے ذرائع آج موجود ہیں اگر آج ان سے فائدہ نہیں اٹھایا تو کل کچھ نہیں ہو سکے گا۔

معافی اور عافیت کا سوال

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَىُّ الدُّعَاءِ اَفْضَلُ قَالَ تَسْاَلُ رَبَّكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ...... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا حضور! کونسی دعا زیادہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے پروردگار سے دنیا اور آخرت میں معافی اور عافیت طلب کرو کہ اس سے بہتر کوئی دعا نہیں ہے۔ دوسرے دن وہ شخص پھر آیا اور یہی سوال کیا اور آپ نے یہی جواب دیا پھر وہ شخص تیسرے دن بھی حاضر ہوا اور عرض کیا حضور! کونسی دعا افضل ہے۔ تو آپ نے وہی جواب دیا کہ پروردگار سے دنیا و آخرت میں معافی اور سلامتی کا سوال کرو۔ چنانچہ آپ نے یہی دعا سکھلائی۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔

اس شخص نے تین دن متواتر ایک ہی سوال کیا، شاید بات اس کی سمجھ میں نہ آئی ہو یا وہ دعا کو معمولی سمجھتا ہو مگر حضور علیہ السلام نے تینوں ایام ایک ہی دعا سکھلا کر اس کی اہمیت کو واضح کر دیا۔ نیز فرمایا فَاِنَّكَ اِذَا اُعْطِيْتَهُمَا فِى الدُّنْيَا ثُمَّ اُعْطِيْتَهُمَا فِى الْاٰخِرَةِ فَقَدْ اَفْلَحْتَ یعنی اگر یہ دونوں چیزیں (معافی اور عافیت) تمہیں دنیا میں بھی حاصل ہو گئیں اور پھر آخرت میں بھی مل جائیں تو تو کامیاب ہو گیا۔

یہ کامیابی کی دعا ہے۔ اگر لغزشیں معاف ہو جائیں اور ایمان، اہل و عیال دین صحت اور دنیا کی سلامتی حاصل ہو جائے تو یہ بہت بڑی خوش بختی کی علامت ہے۔ اس

سلامتی کی قدر اس وقت محسوس ہوتی ہے جب انسان حوادثات کا شکار ہو جاتا ہے
صحت کی قدر بیماری میں آتی ہے۔ تونگری کی قدر محتاجی میں آتی ہے۔ غرضیکہ عافیت
بہت بڑی چیز ہے۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ اگر کسی شخص کو ایمان کے بعد عافیت
حاصل ہو جائے تو اس سے بہتر کوئی نعمت نہیں ہے۔

تین پسندیدہ چیزیں

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ حُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا النِّسَاءُ وَالطِّیْبُ وَجُعِلَ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۸)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں میرے نزدیک تین چیزیں پسندیدہ ٹھہرائی گئی ہیں۔ پہلی چیز عورتیں ہیں۔ عربوں کے بعض جاہل قبائل عورتوں سے نفرت کرتے تھے وہ اپنی بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے۔ اسی ذہنیت کے خلاف حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے عورتوں کو میرے نزدیک پسندیدہ چیز قرار دیا ہے۔ اللہ نے مصلحت کے تحت مردوں اور عورتوں میں تفریق جنس کردی ہے دونوں اللہ کی ایک جیسی مخلوق اور مکلف ہیں، البتہ ان کا دائرہ کار الگ الگ ہے، لہذا یہ کوئی قابل نفرت جنس نہیں ہے جو لوگ ان سے نفرت کرتے ہیں وہ اچھا نہیں کرتے۔ فرمایا عورت تو میرے نزدیک محبوب چیز ٹھہرائی گئی ہے۔

فرمایا میرے لیے دوسری محبوب چیز خوشبو ہے۔ جب آدمی وضو یا غسل کر کے شائستہ لباس پہنتا ہے اور پھر خوشبو استعمال کرتا ہے تو اس کو مکمل طہارت حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ خوشبو کی پسندیدگی کی علامت ہے کہ حضور علیہ السلام اکثر خوشبو استعمال کرتے تھے۔

تیسری محبوب چیز کے متعلق فرمایا کہ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ جب انسان اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہو کر نماز ادا کرتا ہے اللہ کے سامنے عجز و نیاز مندی کا اظہار کرتا ہے، اس کی حمد و ثناء بیان کرتا ہے اس کی کتاب کی تلاوت کرتا ہے۔ رکوع و سجود بجا لاتا ہے۔ تسبیحات بیان کرتا ہے تو اس کے دل میں سکون پیدا ہوتا ہے اسی لیے اللہ نے آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی ہے۔ امام احمدؒ نے کتاب الصلوٰۃ میں روایت نقل کی ہے کہ جب نمازی نماز ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر رحمت کا چھڑکاؤ ہوتا ہے۔

پانی پینے کا طریقہ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا شَرِبَ تَنَفَّسَ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا وَكَانَ اَنَسٌ يَتَنَفَّسُ ثَلَاثًا

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۸)

حضرت انس بن مالک رضؓ بیان کرتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دودھ پانی، شربت یا کوئی دوسرا مشروب پیتے وقت دو یا تین سانس لیتے تھے۔ اور خود حضرت انس رضؓ تین سانس میں مشروب پیتے تھے۔

کوئی بھی مشروب پیتے وقت ایک ہی سانس میں غٹا غٹ نہیں پی لینا چاہیئے بلکہ دو یا تین سانس لے کر پینا چاہیئے کہ ایسا کرنا مستحب ہے ٹھہر ٹھہر کر پینے سے سیرابی بھی زیادہ ہوتی ہے اور انسان بیماری سے بھی بچ جاتا ہے۔ اگر پورا مشروب ایک ہی دفعہ انڈیل دیا جائے تو کباد کی بیماری لگ جانے کا خدشہ ہوتا ہے۔ یہ ایسی بیماری ہے جس میں انسان کتنا بھی پانی پی جائے اس کی پیاس دور نہیں ہوتی۔ یہ بات یاد رہے کہ سانس برتن کے اندر نہ لیا جائے بلکہ برتن کو منہ سے الگ کرکے پھر سانس لیا جائے اور دوبارہ سہ بارہ پانی پیا جائے۔

زکوٰۃ کا نصاب

عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ اَخْبَرَہٗ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی خَیْبَرَ فَدَخَلَ صَاحِبٌ لَّنَا اِلٰی خَرِبَۃٍ یَقْضِیْ حَاجَتَہٗ فَتَنَاوَلَ لَبِنَۃً لِیَسْتَطِیْبَ بِھَا فَانْھَارَتْ عَلَیْہِ تِبْرٌ فَاَخَذَھَا فَاَتٰی بِھَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ .... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۸)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جہاد کے لیے خیبر کی طرف گئے۔ ہمارا ایک ساتھی کسی ویران جگہ میں گیا اور استنجا پاک کرنے کے لیے وہاں سے ایک پرانی اینٹ اٹھائی۔ خدا کی قدرت کہ وہاں سونے کا ایک ٹکڑا گرا جسے وہ اٹھا کر لے آیا اور اس کی اطلاع نبی علیہ السلام کو دی کہ مجھے اس طرح سونے کی ڈلی ملی ہے آپ نے فرمایا اس کا وزن کرو۔ پھر جب اس کو تولا گیا فَاِذَا مِائَتَا دِرْھَمٍ تو اس کا وزن دو سو درہم کے برابر نکلا۔ ہمارے حساب سے یہ ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر یا سونے کے حساب سے بیس مثقال بنتا ہے اور شریعتِ محمدی میں یہی نصابِ زکوٰۃ ہے۔ جس شخص کے پاس اس قدر زیور، نقدی یا اتنی مالیت کا سامان اپنی ضروریات سے زائد ہو اور پھر اس پر سال گزر جائے تو اس شخص پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔

پیدائشی طور پر کسی کان سے نکلنے والی چیز ہو یا پرانے زمانے کی دفن شدہ چیز کھنڈرات سے برآمد ہو اس کو رکاز کہتے ہیں۔ چونکہ ایسا مال انسان کو بغیر مشقت کے حاصل ہوتا ہے، اس لیے اس کا پانچواں حصہ (خمس) بطور زکوٰۃ ادا کر کے باقی چار حصے مکان یا زمین کے مالک کی ملکیت تصور ہوتا ہے اور اگر ایسی کوئی چیز کسی ویران جگہ سے حاصل ہو تو اس کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ مال پانے والا پانچواں حصہ زکوٰۃ کے طور پر نکال کر باقی

چار حصے خود استعمال کر سکتا ہے۔ زمین کی پیداوار میں سے زکوٰۃ کی شرح مختلف ہے اگر زمین بارانی ہے تو دسواں حصہ زکوٰۃ دینا ہوگی اور اگر آبی زمین ہے تو بیسواں حصہ دینا ہوگا علاوہ ازیں مالِ تجارت، سونے، چاندی یا نقد رقم کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ کے طور پر دیا جاتا ہے۔ حدیث میں مذکور شخص نے چونکہ عام ویران جگہ سے سونا پایا لہٰذا آپ نے اس کا پانچواں حصہ ادا کرنے کا حکم دیا۔

* * *

حضرت حمزہؓ کی شہادت

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى عَلٰى حَمْزَةَ فَوَقَفَ عَلَيْهِ فَرَاٰهُ قَدْ مُثِّلَ بِهٖ فَقَالَ لَوْلَا اَنْ تَجِدَ صَفِيَّةُ فِيْ نَفْسِهَا لَتَرَكْتُهٗ حَتّٰى تَاْكُلَهُ الْعَافِيَةُ۔ الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۸)

اس روایت میں حضرت انسؓ نے جنگِ احد کا کچھ حال بیان کیا ہے اس میں ستر جلیل القدر صحابہ شہید ہو گئے تھے کہتے ہیں کہ اس موقع پر حضور علیہ السلام کا گزر حضرت حمزہؓ کی لاش پر ہوا۔ آپ نے دیکھا کہ مشرکین نے ان کا مثلہ کر دیا ہے یعنی ناک، کان، ہونٹ آنکھیں وغیرہ کاٹ کر چہرے کو بگاڑ دیا ہے تاکہ لاش کی شناخت نہ ہو سکے۔ مشرکین نے صرف اسی پر بس نہیں کیا تھا بلکہ حضرت حمزہؓ کے جگر کو نکال کر چبایا گیا اور اس طرح انہوں نے آتشِ انتقام کو ٹھنڈا کیا۔ ابتدا میں مسلمانوں کو بھی ایسا کرنے کی اجازت تھی لیکن بعد میں حضور علیہ السلام نے حکم دے دیا لَا تُمَثِّلُوْا۔ کسی دشمن کا بھی مثلہ نہ کرو، ویسے قتل کر دینا روا ہے۔ اپنے چچا حمزہؓ کو اس حالت میں دیکھ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ہماری پھوپھی حضرت صفیہؓ ناراض نہ ہوں تو میں اپنے چچا کی لاش کو اسی طرح چھوڑ دوں تاکہ پرندے وغیرہ اس کو کھا جائیں اور پھر آپ قیامت والے دن پرندوں کے پیٹوں سے اٹھائے جائیں۔ شہید کی جتنی حالت زیادہ خراب ہو گی قیامت والے دن اتنے ہی اس کے درجات بلند ہوں گے۔ اسی لیے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر مجھے صفیہؓ کے عدم برداشت کا خطرہ نہ ہوتا تو اپنے چچا کو بے گور و کفن چھوڑ دیتا حتیٰ کہ اسے پرندے وغیرہ نوچ نوچ کر کھا جاتے۔

اس بنا پر بزرگانِ دین قبروں کو پختہ بنانے سے منع کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے بھی منقول ہے کہ کسی شخص کی قبر جس قدر شکستہ حالت میں ہو گی اسی قدر اس پر

اللہ کی رحمت زیادہ ہو گی۔ بہر حال جب حضرت حمزہؓ کو کفن پہنانے کا موقع آیا تو ایک دھاریدار کمبل کا کفن دیا گیا جو اس قدر چھوٹا تھا کہ اگر سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں اندر کئے جاتے تو سر برہنہ ہو جاتا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ سر ڈھانپ دو اور پاؤں پر اذخر نامی گھاس ڈال دو۔ بعض دو دو تین تین شہدا کو ایک ایک کپڑے کا کفن پہنایا گیا۔ دفن کرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی فرماتے کہ قرآن کس شہید کو زیادہ یاد ہے ایسے شخص کو آپ قبلہ کی طرف آگے کرتے تھے۔ اس کے بعد دوسرے اور پھر تیسرے شہید کو جگہ دیتے۔ غزوہ احد کے موقع پر مسلمانوں پر بڑی تنگدستی تھی، اس کے بعد اللہ نے آسانی فرمائی اور اس کے بعد والے غزوات میں کامیابی عطا فرمائی۔

حضرت حمزہؓ کو سید الشہداء کا لقب دیا گیا ہے۔ آپ حضور علیہ السلام کے حقیقی چچا تھے آپ کے چچا حضرت عباسؓ بھی ایمان لائے اور جلیل القدر صحابہ میں شامل ہوئے۔ باقی دو چچا ابو طالب اور ابو لہب ایمان کی دولت سے محروم رہے ابو طالب تو حضور علیہ السلام کے بہت ہی ہمدرد تھے انہوں نے آپ کی پرورش بھی کی تھی اور آپ کے ساتھ شعب ابی طالب میں بھی محصور رہے مگر ابو لہب شدید مخالف تھا اور عمر بھر مخالفت کرتا رہا۔ ان چار کے علاوہ حضور کے باقی چار یا پانچ چچا پہلے ہی فوت ہو چکے تھے انہوں نے آپ کا زمانہ نہیں پایا۔

ایک ہزار آیات کی تلاوت کا اجر

عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَاَ اَلْفَ اٰيَةٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُتِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَعَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۷)

حضرت معاذؓ اپنے والد حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایمان، نیک نیتی اور صداقت کے ساتھ اللہ کے راستے میں ایک ہزار آیتیں تلاوت کریگا اس کو قیامت والے دن نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ لکھا جائے گا۔ کلام الٰہی کی تلاوت کا اتنا بڑا اجر ہے۔ ویسے بھی حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ ایک ہزار آیات کی تلاوت کا کل قرآن کے چھٹے حصے کی تلاوت کے برابر ثواب نصیب ہوگا۔ یہاں پر فی سبیل اللہ سے مراد اللہ کے راستے میں سفر کرنا ہے۔ کوئی شخص حج یا عمرہ کی غرض سے سفر اختیار کرتا ہے، جہاد کے لیے جاتا ہے۔ تحصیل علم دین یا تبلیغ دین کے لیے سفر کرتا ہے اور پھر دوران سفر ایک ہزار آیات کی تلاوت بھی کرتا ہے تو ایسے شخص کو اللہ تعالےٰ انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین کی رفاقت نصیب کریگا جو کہ بہت بڑا اعزاز ہوگا۔ یہ ایسی رفاقت ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے بہترین رفاقت قرار دیا ہے۔ اس حدیث کے الفاظ اَلنَّبِيّٖنَ .... رَفِيْقًا ؕ دراصل سورۃ النسآء کی آیت ۶۹ کا آخری حصہ ہیں۔ وہاں پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا اور جس شخص نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی، پس وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی نبیوں، صدیقوں

شہیدوں اور صالحین کی رفاقت نصیب ہوگی. تاہم اس حدیث میں اللہ کے راستے میں دوران سفر ایک ہزار آیات تلاوت کرنے والوں کے لیے بھی یہی خوشخبری دی گئی ہے. دوسری حدیث میں آتا ہے کہ کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات سے عاجز ہے کہ وہ ہر رات ایک ہزار آیتیں پڑھ لیا کرے؟ لوگوں نے عرض کیا حضور اتنی طاقت تو کوئی نہیں رکھتا. آپ نے فرمایا جس شخص نے اخلاص کے ساتھ سورۃ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ پڑھ لی اس کو ایک ہزار آیات کا ثواب حاصل ہوگا جب کہ یہ سورۃ صرف آٹھ آیات پر مشتمل ہے.

☆

اہل اسلام کی حفاظت کے لیے پہرہ دینا

عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ حَرَسَ مِنْ وَرَاءِ الْمُسْلِمِينَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مُتَطَوِّعًا لَا يَأْخُذُهُ سُلْطَانٌ لَمْ يَرَ النَّارَ بِعَيْنَيْهِ إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ فَإِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۷، ۴۳۸)

صحابی رسول حضرت معاذ بن انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص مسلمانوں کی حفاظت کے لیے پہرہ دیتا ہے۔ یہ ان مسلمانوں کا ذکر ہے جو اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے نکلے ہوں یا کسی دیگر نیکی کے کام کے لیے سفر کر رہے ہوں تو جو شخص اپنی خوشی خاطر سے ان کی حفاظت کا انتظام کرتا ہے، کوئی معاوضہ نہیں لیتا تو فرمایا ایسا شخص دوزخ کی آگ کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھے گا مگر قسم کو پورا کرنے کے لیے۔ اللہ تعالیٰ کا قسم اٹھا کر ارشاد ہے۔ وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا۔ کہ ہر شخص کو دوزخ کے اوپر سے گزرنا ہوگا اس قسم کی حد تک تو ہر شخص دوزخ کو آنکھوں سے دیکھے گا مگر وہ اس میں داخل نہیں ہو گا اللہ کے راستے میں پہرہ دینے کی اتنی فضیلت بیان ہوئی ہے کہ اللہ نے اس پر دوزخ کو حرام کر دیا ہے۔ یہ مسلمانوں کی اجتماعی خدمت کا صلہ ہے۔ اب اندازہ لگالیں کہ خود جہاد میں شریک ہونے کا کتنا اجر ہو گا۔

ذکر فی سبیل اللہ کا اجر

عَنْ سَھْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الذِّکْرَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی یُضَعَّفُ فَوْقَ النَّفَقَۃِ بِسَبْعِمِائَۃِ ضِعْفٍ قَالَ یَحْیٰ فِیْ حَدِیْثِہٖ بِسَبْعِمِائَۃِ اَلْفِ ضِعْفٍ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۸)

حضرت سہل بن معاذ اپنے باپ انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے راستے میں اس کا ذکر کرنا صدقہ خیرات کرنے سے سوگنا زیادہ ہے حضرت یحیٰی کی حدیث میں سات لاکھ گنا سے زیادہ کے الفاظ آتے ہیں۔

اللہ کے راستے سے مراد جہاد فی سبیل اللہ، حج وعمرہ کا سفر، تحصیل علم و تبلیغ کے لیے جانا یا کسی دیگر نیکی کے کام کے لیے سفر کرنا ہے تو فرمایا کہ ایسی حالت میں ذکر کرنا صدقہ خیرات کرنے سے سات سوگنا یا لاکھ گنا بڑھ جاتا ہے۔ ذکر الٰہی کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے اور اسی حدیث سے بھی اس کے اجر و ثواب کا اندازہ ہوتا ہے۔

✿

ذکرِ الٰہی کی برکات

عَنْ سَہْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَہٗ فَقَالَ اَیُّ الْجِہَادِ اَعْظَمُ اَجْرًا قَالَ اَکْثَرُھُمْ لِلّٰہِ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی ذِکْرًا ...... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۸)

حضرت معاذ بن انسؓ اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حضور! اجر کے اعتبار سے کونسا جہاد بڑا ہے تو آپ نے فرمایا کہ جس جہاد میں اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جائے، اجر و ثواب کے اعتبار سے وہ جہاد بڑا ہے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ حضور! یہ فرمائیں فَاَیُّ الصَّائِمِیْنَ اَعْظَمُ۔ کہ روزے داروں میں سے کون سا روزہ دار بڑا ہے یعنی کن روزے داروں کو اجر و ثواب زیادہ ملتا ہے۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ اَکْثَرُھُمْ لِلّٰہِ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی ذِکْرًا۔ یعنی اجر و ثواب کے لحاظ سے روزہ رکھنے والا بھی وہ بڑا آدمی ہے جو روزے کی حالت میں اللہ کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔ رمضان کا مہینہ بڑا بلند پایہ مہینہ ہے جس میں اللہ کی رحمت و بخشش کا زیادہ نزول ہوتا ہے مگر بدقسمت ہیں وہ لوگ جو اس کی برکات سے فائدہ نہیں اٹھاتے بہر حال روزے کے ساتھ ساتھ ذکرِ الٰہی روزے کی افادیت کو بہت زیادہ بڑھا دیتا ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ پھر اس شخص نے نماز، زکوٰۃ، حج اور صدقہ کا ذکر کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضور ان اعمال کو انجام دینے والوں میں سے کس کو اللہ کے ہاں زیادہ اجر ملتا ہے حضور علیہ السلام نے تیسری دفعہ بھی وہی جواب دیا۔ اَکْثَرُھُمْ لِلّٰہِ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی ذِکْرًا۔ یعنی نماز ادا کرنے والوں زکوٰۃ دینے والوں، حج کرنے والوں اور صدقہ خیرات کرنے والوں میں سے بھی زیادہ اجر کے مستحق وہ لوگ ہوتے ہیں جو ان فرائض کی انجام دہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر بھی کرتے ہیں۔ جس مجلس میں یہ سوال کئے گئے وہاں حضرت ابوبکرؓ اور

عمرؓ بھی موجود تھے۔ حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے مذکورہ جواب سن کر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا یَا اَبَا حَفْصٍ ذَهَبَ الذَّاكِرُوْنَ بِكُلِّ خَيْرٍ اے ابوحفصہؓ (حضرت عمرؓ کی کنیت ہے) پھر تو ذکر کرنے والے ہر قسم کی بہتری لے گئے۔ یہ سن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا اَجَلْ ہاں بات تو ایسی ہی ہے کہ دیگر امورِ خیر کو انجام دینے کے ساتھ ساتھ ذکر الٰہی کرنے والے اجر میں بڑھ جاتے ہیں۔

مجلس میں آتے اور جاتے وقت سلام کرنا

عَنْ سَہْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ حَقٌّ عَلٰی مَنْ قَامَ عَلٰی مَجْلِسٍ اَنْ یُّسَلِّمَ عَلَیْہِمْ وَحَقٌّ عَلٰی مَنْ قَامَ مِنْ مَجْلِسٍ اَنْ یُّسَلِّمَ۔۔۔۔۔الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۸)

حضرت معاذ بن انسؓ اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مجلس میں آتا ہے اُس پر حق ہے کہ وہ حاضرین مجلس کو سلام کرے اور اسی طرح جو شخص مجلس سے اٹھ کر جاتا ہے اس کے لیے بھی لازم ہے کہ وہ جاتے وقت سلام کرے۔ یہ اس صورت میں لازم ہے جب کہ مجلس میں ذکر الٰہی، عبادت، تلاوت وغیرہ نہ ہو رہی ہو۔ اگر ایسا ہو رہا ہے تو پھر سلام کرنے کی اجازت نہیں تاکہ لوگوں کی عبادت و ریاضت میں خلل واقع نہ ہو۔ ہاں اگر لوگ خالی بیٹھے ہیں تو پھر آنے جانے والوں پر سلام کرنا ضروری ہے بعض لوگ آتے وقت تو حاضرین مجلس کو سلام کرتے ہیں مگر جاتے وقت اسکی پرواہ نہیں کرتے حضور نے اس کی تاکید فرمائی ہے۔ اتفاق کی بات کہ اسی مجلس میں حضور علیہ السلام کوئی بات کر رہے تھے کہ ایک شخص مجلس سے اٹھ کر گیا مگر اس نے سلام نہ کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا مَا اَسْرَعَ مَا نَسِیَ یہ شخص کتنی جلدی بھول گیا ہے ہم نے ابھی مسئلہ سمجھایا ہے مگر اس نے اس پر عمل نہیں کیا۔

عمارت یا درخت بطور صدقہ جاریہ

عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَنٰى بُنْيَانًا مِنْ غَيْرِ ظُلْمٍ وَلَا اعْتِدَاءٍ أَوْ غَرَسَ غَرْسًا فِيْ غَيْرِ ظُلْمٍ وَلَا اعْتِدَاءٍ كَانَ لَهُ أَجْرٌ جَارٍ مَا انْتَفَعَ بِهِ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۸)

حضرت معاذ بن انس رض بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کوئی عمارت بنائی اور اسکی تعمیر میں نہ کسی پر ظلم کیا اور نہ تعدی کی۔ مطلب یہ ہے کہ مسجد، مدرسہ مسافر خانہ، لائبریری یا کسی دیگر رفاہِ عامہ کے کام کے لیے عمارت تعمیر کی ہے مگر اس مقصد کے لیے اس نے نہ تو کسی کی زمین غصب کی ہے نہ عمارتی سامان ناجائز طور پر حاصل کیا ہے اور نہ کسی مزدور کی مزدوری میں کمی کی ہے تو فرمایا کہ جب تک مخلوقِ خدا اس عمارت سے مستفید ہوتی رہے گی۔ بنانے والے کو اس کا اجر و ثواب برابر ملتا رہیگا۔ اور یہ اسکے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔

حضور علیہ السلام نے دوسری بات یہ فرمائی کہ جو شخص کوئی درخت یا پودا لگاتا ہے اور اس میں ظلم اور تعدی نہیں کرتا بلکہ خاص اللہ کی رضا اور مخلوقِ خدا کی خدمت کے جذبہ سے نیکی کا یہ کام کرتا ہے۔ تو جب تک لوگ درخت کے سائے میں بیٹھتے رہیں جانور، پرندے، چرندے، کیڑے مکوڑے پودے یا درخت سے خوراک حاصل کرتے رہیں گے تو اس درخت یا پودا لگانے والے کو اجر و ثواب ملتا رہیگا اور یہ اسکے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔

تکمیل ایمان کا ذریعہ

عَنْ سَہْلِ بْنِ مَعَاذٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْطٰی لِلّٰہِ تَعَالٰی وَ مَنَعَ لِلّٰہِ تَعَالٰی وَاَحَبَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی وَ اَبْغَضَ لِلّٰہِ تَعَالٰی وَ اَنْکَحَ لِلّٰہِ تَعَالٰی فَقَدِ اسْتَکْمَلَ اِیْمَانَہٗ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۸)

حضرت معاذ بن انس جہنیؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ کی رضا کے لیے دیا اور اسی کی رضا کے لیے منع کیا جس نے اللہ کی خاطر محبت کی اور اللہ ہی کی خاطر نفرت کی۔ نیز اللہ ہی کے لیے اس نے نکاح کرایا تو گویا اس شخص نے اپنے ایمان کو کامل بنا لیا۔

اس حدیث میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا پانچ چیزوں کا ذکر کیا ہے کہ جس شخص کے پیش نظر ان امور کی انجام دہی میں اپنی ذاتی غرض کی بجائے محض اللہ کی رضا ہوگی وہ کامل الایمان بندہ ہے وہ اگر کسی کو کوئی چیز دیتا ہے تو مستحق سمجھ کر اور اگر روکتا ہے تو کسی مصلحت کی وجہ سے وہ سمجھتا ہے کہ اگر اس کو دے دیا تو گناہ میں مبتلا ہو جائیگا یا اسے ضائع کر دیگا۔ اسی طرح کسی سے محبت کی ہے تو نیکوکار اور دین دار سمجھ کر اور اگر کسی سے بغض رکھتا ہے تو اس کی نافرمانی اور معصیت کی وجہ سے پھر اگر وہ اپنی بہن بیٹی کو کسی کے نکاح میں دیتا ہے تو اللہ کی رضا کے لیے جس میں کوئی ذاتی مفاد نہیں ہوتا نہ کسی رسم ورواج کا شوق ہے، نہ فضول خرچی کا اور نہ لین دین کا۔ فرمایا جو شخص یہ پانچ چیزیں محض اللہ کی رضا کے لیے کرتا ہے اس کا ایمان مکمل ہو گیا ہے۔

کرنے کے بہترین کام

عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ اَفْضَلُ الْفَضَائِلِ اَنْ تَصِلَ مَنْ قَطَعَكَ وَتُعْطِيَ مَنْ مَنَعَكَ وَتَصْفَحَ عَمَّنْ شَتَمَكَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۸)

حضرت معاذ بن انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فضیلت کے کاموں میں سے بہترین کام یہ ہیں کہ :-

۱۔ جو شخص تم سے قطع تعلق کرنا چاہتا ہے۔ تم اس سے صلہ رحمی کرو اور تعلقات کو منقطع کرنے کی بجائے جوڑنے کی کوشش کرو۔

۲۔ جو شخص تم کو کوئی چیز دینے کے لیے تیار نہیں تم خود اس کو دو اور اس طرح اسلامی بھائی چارے کا ثبوت دو۔

۳۔ جو شخص تمہیں گالی نکالتا ہے، برا بھلا کہتا ہے اس کی اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی بجائے اس سے درگزر کرو، اور معاف کردو۔

جنّت کی حور اور لباس کا تحفہ

عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَظَمَ غَيْظَهٗ وَ هُوَ يَقْدِرُ عَلٰى اَنْ يَّنْتَصِرَ دَعَاهُ اللّٰهُ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰى يُخَيِّرَهٗ فِيْ حُوْرِ الْعِيْنِ اَيَّتَهُنَّ شَاءَ ....الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۸)

حضرت معاذ بن انس رض روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے غصّے کو دبا لیا حالانکہ وہ اس غصّے کو چلانے کی طاقت بھی رکھتا تھا یعنی وہ اپنی ایذا رسانی کا انتقام لے سکتا تھا مگر وہ اپنے غصّے کو پی گیا، ایسے شخص کو اللہ تعالےٰ قیامت والے دن ساری مخلوق کے سامنے بلائیگا اور جنّت کی جس حور کو بندہ پسند کریگا اسے عطا کر دیگا اللہ فرمائیگا کہ تمہارے غصہ پی جانے کا یہ صلہ ہے۔ ویسے بھی اللہ تعالےٰ نے اپنے نیک بندوں کی یہ صفت بیان کی ہے وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وہ غصّے کو پی جاتے ہیں اور اس کا رد عمل ظاہر نہیں کرتے۔

حضور علیہ السلام نے اس حدیث میں دوسری بات یہ بیان فرمائی ہے وَمَنْ تَرَكَ اَنْ يَلْبَسَ صَالِحَ الثِّيَابِ وَ هُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى۔ جو شخص قدرت رکھنے کے باوجود محض اللہ کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے اچھا لباس ترک کرتا ہے اور سادہ لباس استعمال کرتا ہے فرمایا دَعَاهُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ اسے بھی اللہ تعالیٰ مخلوق کے سامنے بلائیگا۔ سب لوگ دیکھیں گے کہ یہ وہ بندہ ہے جس نے محض عجز و انکساری کی بنا پر سادہ لباس زیب تن کیا حالانکہ وہ اچھے سے اچھا لباس پہن سکتا ہے فرمایا۔ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ حُلَلِ الْاِيْمَانِ اَيَّتَهُنَّ شَاءَ۔ تو اللہ تعالےٰ اسے اختیار دیگا کہ ایمان کے بہترین سوٹوں میں جونسا لباس پسند کرے

اسے پہنا دیا جائیگا۔ حُلّہ سوٹ کو کہتے ہیں جس کے دونوں کپڑے یک رنگ ہوں۔
اِس حدیث سے سادگی پسندی کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے
اَلْبَذَاذَۃُ مِنَ الْاِیْمَانِ یعنی سادگی ایمان کی علامت ہے اس کے برخلاف۔ فرمایا فحش
کلامی نفاق کی علامت ہے۔ اسلام تکلف کو پسند نہیں کرتا۔ بلکہ ہر کام میں سادگی ہی پسندیدہ چیز ہے

کلماتِ اذان کا جواب

عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُنَادِيْ يُثَوِّبُ بِالصَّلٰوةِ فَقُوْلُوْا كَمَا يَقُوْلُ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۸)

حضرت معاذ بن انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! جب تم نماز کے لیے اذان کہنے والے کی اذان کو سنو تو تم بھی وہی کلمات کہو جو مؤذن کہتا ہے مطلب یہ ہے کہ جب مؤذن اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے تو تم بھی یہی کلمہ دہراؤ، علیٰ ہذا القیاس، ہاں جب مؤذن حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے کلمات کہے تو تم کہو لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ پھر جب فجر کی اذان میں مؤذن اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہے تو تم جواب میں کہو صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ کہو۔ ان کلمات کے علاوہ کوئی دوسرے کلمات کہنا درست نہیں ہے۔ بعض لوگ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے کلمات پر ان کو دہرانے کی بجائے درود شریف پڑھنے لگتے ہیں یا محض انگوٹھے چوم لینے پر اکتفا کرتے ہیں۔ یہ درست نہیں بلکہ بدعت میں داخل ہے۔

مکروہات نماز

عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ الضَّاحِكُ فِي الصَّلٰوةِ وَالْمُلْتَفِتُ وَالْمُفَقِّعُ اَصَابِعَهٗ بِمَنْزِلَةٍ وَاحِدَةٍ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۸)

حضرت معاذ بن انس ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ (۱) نماز میں ہنسنے والا (۲) اِدھر اُدھر دیکھنے والا اور (۳) انگلیوں کے کڑاکے نکالنے والا مکروہات کا ارتکاب کرتا ہے۔ ان تین افعال کا کرنا مناسب نہیں ہے۔

نماز میں محض ہنسنا تو مکروہ ہے اور اگر کسی نے قہقہہ لگایا تو وضو بھی ٹوٹ گیا اور نماز بھی جاتی رہی لہذا اسے دوبارہ وضو کر کے نماز لوٹانا ہو گی۔ نماز کی حالت میں اگر کسی شخص نے چہرہ یا سینہ قبلہ سے پھیر لیا تو نماز فاسد ہو جائے گی، البتہ محض نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھنا مکروہ ہے۔ بیہقی کی روایت کے مطابق نمازی کی نگاہ اسکی سجدہ والی جگہ پر رہنی چاہیئے اسی طرح انگلیوں سے کھیلنا اور ان کے کڑاکے نکالنا بھی ناپسند فعل ہے، اس سے بھی اجتناب کرنا چاہیئے۔

حضور علیہ السلام کے تعمیلِ حکم کی فضیلت

عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ اَمَرَ اَصْحَابَهُ بِالْغَزْوِ وَاَنَّ رَجُلًا تَخَلَّفَ وَقَالَ لِاَهْلِهِ اَتَخَلَّفُ حَتّٰى اُصَلِّيَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ ثُمَّ اُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَاُوَدِّعُهُ فَيَدْعُوْلِيْ بِدَعْوَةٍ فَتَكُوْنَ شَافِعَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۸)

حضرت معاذ بن انسؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایک موقع پر جہاد کے لیے اپنے صحابہؓ کا لشکر روانہ کیا۔ بالعموم آپ صبح کے وقت لشکر روانہ فرمایا کرتے تھے اس دفعہ بھی ایسا ہی ہوا لشکر میں سے ایک آدمی پیچھے رہ گیا۔ اس نے خیال کیا کہ میں نبی علیہ السلام کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ لوں، پھر سلام کر کے رخصت ہو جاؤنگا آپ سے عرض کرونگا کہ میرے لیے دعا کریں جو قیامت والے دن میرے لیے سفارش کا ذریعہ بن جائے۔

اس خیال کے ساتھ وہ آدمی لشکر کے ساتھ صبح کے وقت روانہ نہ ہوا بلکہ نماز ظہر کا انتظار کرتا رہا پھر جب ظہر کی نماز ادا ہو چکی تو اس شخص نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ آپ کے دریافت کرنے پر اس شخص نے عرض کیا کہ حضور! لشکر تو صبح کے وقت ہی روانہ ہو گیا تھا مگر میں یہ سوچ کر پیچھے رہ گیا کہ آپ کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کروں گا اور اپنے حق میں سفارش کے لیے دعا بھی کراؤنگا۔ میرے پاس تیز رفتار سواری ہے میں ظہر کے بعد چل کر بھی لشکر سے جا ملوں گا۔

جب حضور علیہ السلام نے اس شخص کی یہ بات سنی تو فرمایا اَتَدْرِيْ بِكَمْ سَبَقَكَ اَصْحَابُكَ کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے ساتھ والے تم سے کتنا آگے نکل گئے ہیں اس نے عرض کیا حضور! ہاں وہ صبح روانہ ہوئے تھے اور میں اب جا رہا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے لَقَدْ سَبَقُوْکُ بِاَبْعَدَ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقَیْنِ وَالْمَغْرِبَیْنِ فِی الْفَضِیْلَۃِ۔ وہ لوگ اجر و ثواب میں تم سے اتنی سبقت لے گئے ہیں جتنا مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ ہے بمطلب یہ کہ صبح کے وقت روانہ ہونے والے لوگ تم سے فضیلت میں بہت بڑھ گئے ہیں۔ تم زیادہ ثواب کے لالچ میں پیچھے رہ گئے تھے مگر انہوں نے بہت زیادہ اجر حاصل کر لیا ہے۔

بعد از نماز فجر ذکر کی فضیلت

عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ قَعَدَ فِيْ مُصَلَّاهُ حِيْنَ يُصَلِّي الصُّبْحَ حَتّٰى يُسَبِّحَ الضُّحٰى لَا يَقُوْلُ اِلَّا خَيْرًا غُفِرَتْ لَهٗ خَطَايَاهُ وَ اِنْ كَانَتْ اَكْثَرَ مِنْ زَبَدِ الْبَحْرِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۹)

حضرت معاذ بن انس رض روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد وہیں بیٹھ گیا اور چاشت کے وقت تک بیٹھا تسبیح کرتا رہا۔ اس میں بہتری کے سوا اس نے کوئی فضول بات نہیں کی، مطلب یہ ہے کہ صرف ذکر الٰہی میں مشغول رہا۔ چاشت کا وقت آج کل نو بجے کے قریب شروع ہوتا ہے۔ اشراق دوسرا وقت ہے جو طلوع آفتاب کے دس منٹ بعد ہی ہوجاتا ہے تاہم یہاں پر چاشت کے وقت تک ذکر اذکار میں مشغول رہنے کا ذکر ہے۔ تو فرمایا اللہ تعالےٰ ایسے شخص کے تمام گناہ معاف فرما دے گا اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ سے بھی زیادہ ہوں۔ بعض امور بظاہر معمولی معلوم ہوتے ہیں مگر ان کا ادا کرنا دشوار ہوتا ہے تاہم ایسے امورِ خیر میں اللہ نے بڑی فضیلت رکھی ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل کی آخری آیت کی فضیلت

عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا سَفَرَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ اِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۹)

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کسی سفر پر تشریف لے جاتے تو سورۃ بنی اسرائیل کی یہ آخری آیت ضرور تلاوت فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِىٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا۔ سب تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ ہی بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے کسی کام میں اس کا مددگار بھی کوئی نہیں، لہٰذا ہر وقت اسی کی بڑائی بیان کرو۔

اس آیت کی تلاوت سے اللہ کا ذکر بھی ہوتا ہے اور انسان کا عقیدہ بھی درست ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ ہم جس طرف بھی جائیں ہمارا عقیدہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر پختہ ہونا چاہیئے اور ہر حالت میں اسی کی بڑائی بیان کرنی چاہیئے۔

سورۃ الکہف کی فضیلت

عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ قَرَاَ اَوَّلَ سُوْرَةِ الْكَهْفِ وَ اٰخِرَهَا كَانَتْ لَهُ نُوْرًا مِّنْ قَدَمِهِ اِلٰى رَاْسِهِ وَمَنْ قَرَاَهَا كُلَّهَا كَانَتْ لَهُ نُوْرًا مَا بَيْنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۹)

حضرت معاذ بن انس ؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس شخص نے سورۃ الکہف کی ابتدائی اور آخری آیات کی تلاوت کی قیامت والے دن اس کے لیے سر تا پا نور ہی نور ہوگا۔ دوسری روایت میں دس ابتدائی اور دس آخری آیات کا ذکر آتا ہے اور بعض روایات میں تین ابتدائی آیات کا ذکر بھی ملتا ہے ایک روایت میں خاص طور پر جمعہ کے دن اس سورۃ کی تلاوت کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ نیز فرمایا کہ جو شخص اس سورۃ کی مکمل تلاوت کریگا اللہ اس کے لیے زمین و آسمان کی درمیانی مسافت جتنا نور بنائیگا۔ قیامت والے دن جب تاریکیوں کا دور آئیگا اور لوگ پلصراط پر سے گزریں گے تو ان آیات کا نور کام آئیگا۔ یہی انسان کی قبر کو بھی روشن کریگا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے کہ دجال کے ظہور پر اس کے سامنے یہ ابتدائی آیات پڑھوگے تو اللہ تعالےٰ اسکے شر سے محفوظ رکھے گا۔

ترک نماز پر وعید

حَدَّثَنَا سَهْلٌ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اَلْجَفَاءُ وَالْکُفْرُ وَالنِّفَاقُ مَنْ سَمِعَ مُنَادِیَ اللّٰہِ یُنَادِیْ بِالصَّلٰوۃِ یَدْعُوْا اِلَی الْفَلَاحِ وَلَا یُجِیْبُہٗ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۹)

حضرت معاذ بن انس رضؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ظلم و زیادتی، کفر اور نفاق یہ ہے کہ آدمی نماز کے لیے اذان کی آواز سنتا ہے پکارنے والا پکارتا ہے کہ فلاح کی طرف آؤ مگر وہ شخص اس دعوت کا جواب نہیں دیتا یعنی نماز کے لیے نہیں نکلتا۔

جفا کا معنیٰ انتہائی درجے کا ظلم و زیادتی ہوتا ہے اللہ کے نبی نے بے نماز کے لیے جفا، کفر اور نفاق کے الفاظ استعمال کئے ہیں گویا نماز نہ پڑھنا ان چیزوں کی علامت ہے۔ کفر کا عام فہم معنیٰ انکار کرنا ہوتا ہے اگر کوئی شخص نماز کی حقیقت کو تسلیم کرتا ہے مگر پابندی کے ساتھ ادا نہیں کرتا تو اس کے لیے کفر ناشکر گزاری ہوگا اور اگر وہ نماز کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ چھوڑو! نماز کیا ہے، تو پھر وہ پکا کافر ہوگیا۔

شریعت سے زوال کی علامات

عَنْ سَهْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ الْاُمَّةُ عَلَى الشَّرِيْعَةِ مَالَمْ يَظْهَرْ فِيْهَا ثَلَاثٌ مَالَمْ يُقْبَضِ الْعِلْمُ مِنْهُمْ وَ يَكْثُرْ فِيْهِمْ وَلَدُ الْحِنْثِ وَ يَظْهَرْ فِيْهِمُ الصَّقَّارُوْنَ ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۹)

حضرت معاذ بن انس جہنیؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امت برابر شریعت پر قائم رہے گی یہاں تک کہ ان میں تین علامات ظاہر ہو جائیں۔ جب یہ نشانیاں ظاہر ہونے لگیں گی تو امت شریعت سے ہٹ جائے گی۔

۱۔ فرمایا جب تک لوگوں سے علم دین اٹھا نہیں دیا جاتا اس وقت تک امت شریعت پر قائم رہے گی۔ مراد یہ ہے کہ جب تک حلال حرام کی تمیز باقی رہے گی جائز اور ناجائز کی پہچان ہوگی، لوگ ایمان اور توحید پر قائم رہیں گے۔ شرک، کفر اور برائی سے بچتے رہیں گے اس وقت تک شریعت بھی زوال پذیر نہیں ہوگی۔ اس علم سے تاریخ جغرافیہ والا علم مراد نہیں کیونکہ یہ تو دنیا کا علم ہے اس کی تو بہتات ہوگی مگر دین کا علم اٹھا لیا جائیگا۔ دوسری حدیث میں فرمایا کہ علم کے اٹھ جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ علم لوگوں کے سینوں سے اٹھا لیا جائیگا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اہل علم لوگ ختم ہو جائیں گے اور پیچھے جاہل قسم کے متعصب لوگ رہ جائیں گے جو غلط فتوے جاری کریں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

۲۔ حضور علیہ السلام نے دوسری بات یہ فرمائی کہ لوگ اس وقت تک شریعت پر قائم رہیں گے جب تک گناہ کی اولاد کثرت سے نہیں ہو جاتی۔ جب گناہ کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد کی کثرت ہو جائے گی تو اس وقت لوگ شریعت سے پھسل جائیں گے۔

۳۔ فرمایا شریعت سے زوال پذیر ہو جانے کی تیسری علامت یہ ہے کہ امت میں صقار قسم

کے لوگوں کی بہتات ہو جائیگی. صحابہؓ نے عرض کیا حضورِ صقار سے کیا مراد ہے؟ فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جو ایک، دوسرے سے ملتے وقت سلام دعا کی بجائے ایک دوسرے کو برا بھلا کہیں گے گالیاں دیں گے اور لعنت بھیجیں گے. فرمایا جب یہ تین نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی تو لوگ شریعت سے پھسل جائیں گے اِن تینوں علامات کو آج کے معاشرہ میں بخوبی دیکھا جا سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ لوگ شریعت پر قائم نہیں رہے.

جانوروں سے خیر خواہی

عَنْ سَہْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ مَرَّ عَلٰی قَوْمٍ وَھُمْ وُقُوْفٌ عَلٰی دَوَآبَّ لَھُمْ وَرَوَاحِلَ فَقَالَ لَھُمْ اِرْکَبُوْھَا سَالِمَۃً وَّ دَعُوْھَا سَالِمَۃً وَلَا تَتَّخِذُوْھَا کَرَاسِیَّ لِاَحَادِیْثِکُمْ فِی الطُّرُقِ وَالْاَسْوَاقِ......الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۹)

حضرت معاذ بن انس رضؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا گزر کچھ ایسے لوگوں پر ہوا جو اپنے جانوروں پر سوار تھے آپ نے فرمایا کہ ان پر ایسی حالت میں سوار ہو کر یہ سلامتی میں ہوں اور ان کو سلامتی کی حالت میں ہی چھوڑ دو۔ حضور علیہ السلام نے یہ بات سمجھائی کہ ان جانوروں کو اللہ نے تمہارے تابع کیا ہے تو انکی سلامتی کا خیال رکھنا بھی تمہاری ذمہ داری ہے۔ ان سے ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لو، جتنا بوجھ اٹھا سکتے ہیں اتنا لادو اور جس قدر سفر آسانی سے کر سکتے ہیں اتنا کرو اور پھر انہیں آرام کا موقع بھی دو اور ان کی خوراک کا بھی مناسب بندوبست کرو ان سب چیزوں کا تعلق ان کی سلامتی سے ہے سلامتی میں چھوڑنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ زیادہ کام لیکر ان کو بالکل مضمحل کر کے ہی نہ چھوڑو کہ دوبارہ کام یا سفر کرنے کے قابل ہی نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق تم سے باز پرس کریگا۔

دوسری بات حضور علیہ السلام نے یہ فرمائی کہ ان جانوروں کو اپنی کرسیاں نہ بناؤ۔ بعض لوگ سواری پر سوار ہوتے ہیں اور دوسروں سے باتیں شروع کر دیتے ہیں جس میں گھنٹوں گزر جاتے ہیں اس طرح جانور کو تکلیف ہوتی ہے۔ اگر کوئی لمبی بات چیت کرنی ہے تو سواری سے نیچے اتر آؤ تاکہ تمہیں بات کرنے کا اور جانور کو آرام کرنے کا موقع مل جائے۔ اس سے بھی بے زبان جانوروں کی خیر خواہی مطلوب ہے۔

آپ نے تیسری بات یہ فرمائی فَرُبَّ مَرْکُوْبَۃٍ خَیْرٌ مِّنْ رَاکِبِھَا کتنی ہی

سواریاں ہیں جو اپنے سواروں سے بہتر ہوتی ہیں وجہ یہ ہے کہ ایک تو وہ اپنے مالک کا حکم بجالاتے ہوتے ان کی خدمت کرتی ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے وَ اَکْثَرُ ذِکْرًا لِّلّٰہِ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی مِنْہُ۔ کیونکہ وہ انسان کی نسبت اللہ کا ذکر زیادہ کرنے والی ہوتی ہیں۔ سوار تو اکثر غافل بھی ہو جاتے ہیں مگر سواری کے جانور دوران کار بھی اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں، اسی لیے فرمایا کہ بہت سی سواریاں اپنے سواروں سے اللہ کے ہاں بہتر ہوتی ہیں۔

خطبہ جمعہ کے آداب

عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ نَهٰى عَنِ الْحُبْوَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَ الْاِمَامُ يَخْطُبُ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۹)

حضرت معاذ بن انس جہنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے خطبہ جمعہ کے دوران اپنا پٹکا یا رومال کمر کے ساتھ باندھ کر بیٹھنے سے منع فرمادیا۔ کسی مجلس میں بیٹھ کر بعض لوگ استراحت کے لیے کوئی کپڑا لے کر اسے اپنی کمر اور پنڈلیوں کے ساتھ باندھ لیتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب امام جمعہ کا خطبہ دے رہا ہو تو اس طرح بیٹھنا خلاف ادب ہے لہٰذا ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ عام طریقے سے بیٹھے اور پورے ادب اور انہماک کے ساتھ جمعہ کا خطبہ سنے۔

کھانا کھانے کے بعد دعا کی اہمیت

عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَكَلَ طَعَامًا ثُمَّ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنِيْ هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۹)

حضرت معاذ بن انس روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس شخص نے کھانا کھانے کے بعد یہ دعا کی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنِيْ هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا بغیر میری قوت کے، یعنی میں یہ کھانا مہیا کرنے پر قادر نہیں تھا مگر اللہ نے اپنی خاص مہربانی سے مجھے یہ کھانا عطاء فرمایا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ دعا مانگنے والے کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ یہاں پر گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں جو عام طور پر انسان سے سرزد ہوتے رہتے ہیں، کیونکہ کبائر تو توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے اور حقوق العباد بھی اس وقت تک معاف نہیں ہوتے، جب تک وہ ادا نہ کر دیئے جائیں یا صاحب حق معاف نہ کر دے۔

ایک روایت میں اس طرح آتا ہے کہ اللہ اس بندے سے راضی ہو جاتا ہے جو کھانا کھانے یا کوئی مشروب پینے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہتا ہے۔ اور جو آدمی کھانے پینے کے بعد اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا اللہ اس پر ناراض ہو جاتا ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنِيْ وَسَقَانِيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے مجھے کھلایا، پلایا اور مسلمانوں میں بنایا۔ حدیث میں یہ دعا بھی آتی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ وَسَقَانِیْ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ وَّلَا قُوَّۃٍ ۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ یہ دعا کرنے والے کے تمام صغیرہ گناہ معاف فرمادیتا ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت

عَنْ سَہْلٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ امْرَاَۃً اَتَتْہُ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ انْطَلَقَ زَوْجِیْ غَازِیًا وَکُنْتُ اَقْتَدِیْ بِصَلَاتِہٖ اِذَا صَلّٰی وَ یَفْعَلُہٗ کُلَّہٗ فَاَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُبَلِّغُنِیْ عَمَلَہٗ حَتّٰی یَرْجِعَ ...... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۹)

حضور علیہ السلام کے صحابی سہل بن معاذ بن انس بیان کرتے ہیں کہ ایک خاتون حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا، حضور! میرا خاوند جہاد کے لیے چلا گیا ہے جب وہ گھر پر ہوتا ہے تو میں نماز میں اس کی اقتدار کرتی تھی۔ اور جب وہ کوئی دوسرا اچھا عمل کرتا تھا تو میں بھی ویسا ہی کرتی تھی۔ اس کے چلے جانے کے بعد اب میں نماز اور کسی دوسرے عمل میں خاوند کی اقتدار سے محروم ہوگئی ہوں لہذا آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے خاوند کے ساتھ کئے جانے والے عمل کے برابر کر دے۔ یہاں تک کہ وہ لوٹ کر واپس آجائے مطلب یہ تھا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیں جو میں خاوند کی غیر حاضری میں اکیلی کرتی رہوں مگر مجھے اجر و ثواب خاوند کے ساتھ کئے جانے والے اعمال کے برابر ملتا رہے۔

اس کے جواب میں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَتَسْتَطِیْعِیْنَ اَنْ تَقُوْمِیْ وَلَا تَقْعُدِیْ وَ تَصُوْمِیْ وَلَا تُفْطِرِیْ وَ تَذْکُرِیْ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی وَلَا تَفْتُرِیْ حَتّٰی یَرْجِعَ۔ کیا تو اس قدر طاقت رکھتی ہے کہ ساری رات قیام کرے اور بیٹھے نہیں، ہمیشہ روزے رکھے اور چھوڑے نہیں اور ہمیشہ اللہ کو یاد کرتی رہے اور تھکے نہیں؟ اس عورت نے عرض کیا حضور! میں اتنی طاقت تو نہیں رکھتی۔ آپ نے فرمایا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ لَوْ طُوِّقْتِیْہِ مَا بَلَغْتِ الْعُشْرَ مِنْ عَمَلِہٖ حَتّٰی یَرْجِعَ۔ اگر تم عمل کرنے کی طاقت بھی رکھتی

اور پھر ایسا کر گزرتی یعنی ساری رات نماز پڑھتی، ہمیشہ روزے رکھتی اور ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتی تو پھر بھی تو خاوند کی معیت میں کئے گئے عمل کے دسویں حصے کو بھی نہ پہنچ سکتی۔ مطلب یہ ہے کہ دین کی خاطر جہاد کرنے والے مجاہد کا اتنا مرتبہ ہے کہ اس کی معیت میں کئے گئے عمل کا درجہ اکیلے کرنے سے بہت بڑھ جاتا ہے۔

اہل کتاب سے استفادہ گمراہی ہے

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِکِتَابٍ اَصَابَہٗ مِنْ بَعْضِ اَھْلِ الْکِتٰبِ فَقَرَاَہٗ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَغَضِبَ فَقَالَ اَمُتَھَوِّکُوْنَ فِیْھَا یَا ابْنَ الْخَطَّابِ...... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۳۸۷)

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر بن خطابؓ کسی اہل کتاب سے حاصل کردہ کوئی کتاب یا صحیفہ وغیرہ لے آئے اور اسے نبی علیہ السلام کے سامنے پڑھنا شروع کر دیا آپ غصے میں آگئے اور سخت ناراض ہوئے فرمایا، اے عمر بن خطابؓ! کیا تم لوگ دین اور ملت کے بارے میں سرگردان ہو گئے ہو جو اہل کتاب کی کتابیں پڑھتے ہو؟ فرمایا اس ذات کی قسم جسکے قبضہ میں میری جان ہے۔ لَقَدْ جِئْتُکُمْ بِھَا بَیْضَآءَ نَقِیَّۃً لَاتَسْأَلُوْھُمْ عَنْ شَیْئٍ۔ میں تمہارے پاس ایک بالکل روشن اور صاف شریعت لے کر آیا ہوں، اہل کتاب کے نوشتوں سے استفادہ کرنے کی کیا ضرورت رہ گئی ہے؟ ان کی کتابیں تو اپنی اصل پر نہیں رہیں بلکہ ان میں تو تحریف ہو چکی ہے، لہذا اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں مت پوچھو۔ اگر ان کی بات سچی بھی ہوئی تو تم جھٹلا دو گے اور اگر باطل ہوگی تو تم تصدیق کر بیٹھو گے یہ تمہارے لیے اچھا نہیں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ لَوْ اَنَّ مُوْسٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ حَیًّا مَا وَسِعَہٗ اِلَّا اَنْ یَّتَّبِعَنِیْ۔ اگر آج خود موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو ان کے لیے بھی میری اتباع کے بغیر چارہ نہیں تھا۔ میرے دنیا میں آنے کے بعد سب میری اتباع کے پابند ہیں۔ بہر حال حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو ڈانٹ پلادی کہ سرگردان ہونے کی ضرورت نہیں اور نہ قرآن اور نبی آخر الزمان سے ہدایات لینے

کی بجائے کسی پرانی کتاب، دین یا شریعت سے ہدایات حاصل کرو۔ ان کے مطالعہ سے گمراہی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئیگا۔

ہر رنگ کی پگڑی جائز ہے

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ یَوْمَ الْفَتْحِ مَکَّۃَ وَ عَلَیْہِ عِمَامَۃٌ سَوْدَاءُ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۳۸۷)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ میں داخل ہوئے تو آپکے سر پر سیاہ رنگ کی پگڑی تھی۔ ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ پہلے آپ نے خود پہن رکھا تھا جسے اتار کر پگڑی باندھ لی۔ زعفران رنگ کے سوا باقی ہر رنگ کی پگڑی جائز ہے اور حضور علیہ السلام سے ثابت ہے۔

بہترین اور بدترین صفیں

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُ صُفُوْفِ الرِّجَالِ الْمُقَدَّمُ وَ شَرُّھَا الْمُؤَخَّرُ وَ خَیْرُ صُفُوْفِ النِّسَاءِ الْمُؤَخَّرُ وَشَرُّھَا الْمُقَدَّمُ ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد۳ صفحہ ۳۸۷)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں کی بہترین صفیں اگلی ہوتی ہیں جو امام کے قریب ہوں اور بدترین صفیں پچھلی ہوتی ہیں۔ اور عورتوں کی بہترین صفیں پچھلی ہوتی ہیں اور بدترین صفیں اگلی جو مردوں کے قریب ہوں۔ وجہ یہی ہے کہ مردوں اور عورتوں کی جتنی قربت ہوگی اتنا ہی شر پیدا ہونے کا خطرہ ہوگا اور ایک دوسرے سے دور ہونے کی صورت میں محفوظ رہیں گے۔ آپ نے یہ فرمایا کہ اے عورتوں کے گروہ! اِذَا سَجَدَ الرِّجَالُ فَاغْضُضْنَ اَبْصَارَکُنَّ۔ جب مرد سجدہ میں جائیں تو اپنی نظریں پست رکھو تاکہ مردوں کے پردہ پر نظر نہ پڑنے پائے۔

محرم کے لیے شکار کے گوشت کی اباحت

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُوْا لَحْمَ الصَّیْدِ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ مَا لَمْ تَصِیْدُوْہُ اَوْ یُصَدْ لَکُمْ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۳۸۷)

حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگو! حج وعمرہ کے احرام کی حالت میں تم شکار کا گوشت کھا سکتے ہو بشرطیکہ وہ شکار تم نے خود نہ کیا ہو۔ یا خاص طور پر تمہاری خاطر نہ کیا گیا ہو۔ مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ محرم کے لیے شکار کا گوشت اس وقت تک حلال ہے جب تک وہ شکار کرنے کے لیے شکار کی طرف اشارہ نہیں کرتا یا کسی دوسرے طریقے سے شکاری کی مدد نہیں کرتا مطلب یہ ہے کہ محرم کے لیے شکاری کی راہنمائی کرنا اسے شکار کا ٹھکانا بتانا وہاں جانے کے لیے راستہ بتانا یا کسی بھی طریقے سے مدد کرنا جائز نہیں۔ اگر ایسا کریگا تو وہ شکار اسکے لیے حلال نہیں ہوگا۔ اللہ کا فرمان بھی ہے کہ محرم کے لیے خشکی کا شکار کرنا اور کھانا روا نہیں البتہ پانی کا شکار مچھلی وغیرہ کا استعمال جائز ہے۔

بدبودار چیزیں کھا کر مسجد میں آنا مکروہ ہے

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہٰی زَمَنَ خَیْبَرَ عَنِ الْبَصَلِ وَالْکُرَّاثِ فَاَکَلَہُمَا قَوْمٌ ثُمَّ جَاءُوْا اِلَی الْمَسْجِدِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَمْ اَنْہَ عَنْ ہَاتَیْنِ الشَّجَرَتَیْنِ الْمُنْتِنَتَیْنِ ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۳۸۷)

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ جنگ خیبر کے زمانہ میں حضور علیہ السلام نے پیاز، گندنا اور لہسن وغیرہ کھانے سے منع فرمایا تھا اس کے باوجود کچھ لوگ یہ چیزیں کھا کر مسجد میں آگئے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا میں نے تمہیں یہ بدبودار پودے کھانے سے منع نہیں کیا تھا؟ لوگوں نے عرض کیا حضور! ہمیں بھوک ستا رہی تھی جس کی وجہ سے ہم نے انہیں کھا لیا۔ آپ نے فرمایا مَنْ اَکَلَہَا فَلَا یَحْضُرَنَّ مَسْجِدَنَا۔ جو شخص یہ چیزیں کھالے وہ ہماری مسجد میں نہ آئے جب تک ان کی بو زائل نہ ہو جائے فرمایا وجہ یہ ہے فَاِنَّ الْمَلٰٓئِکَۃَ تَتَاَذّٰی مِمَّا یَتَاَذّٰی مِنْہُ بَنُوْ اٰدَمَ۔ کہ جس چیز سے انسانوں کو تکلیف پہنچتی ہے اس چیز سے اللہ کے فرشتوں کو بھی ایذا پہنچتی ہے۔ تو بدبودار چیز پیاز، لہسن، مولی، تمباکو وغیرہ کے استعمال کے فوراً بعد مسجد میں آنا مکروہ ہے۔ ہاں جب ان کی بو زائل ہو جائے تو پھر آ جائیں۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایسی چیزوں کو پکانے سے ان کی بو زائل ہو جاتی ہے، لہٰذا انہیں پکا کر کھانے میں کوئی حرج نہیں۔

بعض صحابہؓ کو جنت کی بشارت

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ مَشَیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی امْرَاَۃٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَذَبَحَتْ لَنَا شَاۃً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیَدْخُلَنَّ رَجُلٌ مِّنْ اَہْلِ الْجَنَّۃِ فَدَخَلَ اَبُوْبَکْرٍ ...... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۳۸۷)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ انصار کے خاندان کی ایک عورت کے گھر گیا۔ ہم پیدل چل کر گئے تھے اس عورت نے بطور ضیافت ہمارے لیے بکری ذبح کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کی طرح عورتوں کا ذبیحہ بھی جائز ہے مگر ہمارے ہاں عورتیں اس سے گریز کرتی ہیں حتّٰی کہ بعض اوقات جانور مر جاتا ہے۔ البتہ مردوں کا ذبح کرنا بہتر ہے کیونکہ وہ اچھی طرح ذبح کر سکتے ہیں۔

بہر حال اس عورت نے بکری ذبح کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما تھے۔ وہاں کچھ اور لوگ بھی موجود تھے۔ اس وقت حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے پاس ابھی ابھی ایک شخص آئیگا جو کہ اہل جنت میں سے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشین گوئی فرمادی۔ تھوڑی دیر بعد حضرت ابوبکرؓ آگئے چنانچہ انکے جنتی ہونے کی تصدیق ہوگئی کچھ دیر کے بعد آپنے پھر فرمایا کہ تمہارے پاس ابھی ایک آدمی آئیگا جو اہل جنت میں سے ہے تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ حضرت عمرؓ داخل ہوئے پھر آپنے تیسری دفعہ فرمایا کہ تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس ایک آدمی آئیگا جو اہل جنت میں سے ہے۔ اور ساتھ یہ بھی فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ شِئْتَ فَاجْعَلْہُ عَلِیًّا۔ اے اللہ اگر تو چاہے تو وہ علیؓ ہو سکتا ہے اتنی دیر میں حضرت علیؓ بھی آگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی ان حضرات کے قطعی جنتی ہونے کی دلیل ہے۔

دوسری روایت کے مطابق جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم بئر اریس پر تشریف لے گئے حضرت

ابوموسیٰ اشعریؓ دروازے پر مقرر تھے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم اندر کنوئیں کے کنارے پر بیٹھے تھے تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی تو ابوموسیٰ اشعریؓ نے عرض کیا کوئی شخص اندر آنا چاہتا ہے فرمایا دروازہ کھول دو اور آنے والے کو جنت کی خوشخبری سنادو۔ دیکھا تو حضرت ابوبکرؓ تشریف لے آئے۔ کچھ دیر بعد پھر دروازے پر دستک ہوئی تو ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ فرمایا دروازہ کھول دو اور آنے والے کو جنت کی بشارت دے دو۔ اس دفعہ حضرت عمرؓ تشریف لائے۔ پھر تیسری دفعہ دروازے پر دستک ہوئی تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دروازہ کھولنے کی اجازت دی۔ اور فرمایا کہ آنے والے کو جنت کی بشارت دیدو مگر اسکو مصیبت بھی پہنچے گی۔ وہ حضرت عثمانؓ تھے انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھا اور کہا کہ ہم مصیبت پر صبر کریں گے یہ کہہ کر آپ اندر تشریف لے آئے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کھانا لایا گیا ہم نے کھایا اور بغیر نیا وضو کئے ظہر کی نماز ادا کی۔ پھر ہمارے پاس کھانا لایا گیا اور ہم نے کھایا اور اٹھ کر عصر کی نماز ادا کی۔ مگر ہم میں سے کسی نے پانی کو نہیں چھوا یعنی وضو نہیں کیا۔

احرام کا لباس

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یَجِدْ نَعْلَیْنِ فَلْیَلْبَسْ خُفَّیْنِ وَ مَنْ لَّمْ یَجِدْ اِزَارًا فَلْیَلْبَسْ سَرَاوِیْلَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۳۲۳)

حضرت جابر بن عبداللہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ احرام کی حالت میں اگر کسی شخص کو جوتا نہ مل سکے تو وہ موزہ پہن لے لیکن ٹخنوں سے نیچے والے حصے کو کاٹ کر اوپر والا حصہ الگ کر دے اور ٹخنوں سے نیچے والے حصے کو جوتے کے طور پر استعمال کر سکتا ہے مطلب یہ ہے کہ ٹخنے ہر حالت میں برہنہ ہونے چاہئیں۔ نیز فرمایا کہ اگر احرام کے لیئے کسی آدمی کو چادر نہ ملے تو وہ شلوار پہن سکتا ہے۔ یہ عذر کی حالت ہوگی بغیر عذر کے شلوار استعمال نہیں کی جا سکتی۔ احرام کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ مرد کے لیے دو اَن سلی چادریں ہوں جو ایک کو تہ بند کے طور پر باندھ لے اور دوسری کو کندھوں پر اوڑھ لے اور سر ننگا رکھے عورت عام لباس پہن سکتی ہے البتہ کسنبہ یا زعفران کے رنگ والا کپڑا نہ پہنے۔

ناقابل انتفاع پھل فروخت کرنیکی ممانعت

عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى أَوْ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتّٰى تَطِيْبَ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ ص ۲۲۴)

حضرت جابرؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں باغ کا پھل اس وقت تک فروخت کرنے سے منع فرمایا جب تک وہ اچھا نہ ہو جائے۔ امام شافعیؒ تطیب کا معنیٰ کرتے ہیں کہ زرد ہو کر قابلِ استعمال ہو جائے اگر اچھے طریقے سے نہ بھی پکے تو کم از کم اس میں زردی تو لگ جائے یعنی پکنے کے قریب ہو جائے۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں تطیب کا معنیٰ یہ ہے کہ استعمال کے قابل ہو جائے۔ پھل میں دانے لگ جائیں خواہ وہ ابھی کچا ہی کیوں نہ ہو۔ پکنا شرط نہیں کیونکہ مربہ اچار، چٹنی یا دوائی اغراض میں کچا پھل بھی استعمال ہو جاتا ہے۔ اگر صرف پھول آئے ہوں اور پھل نہیں آیا تو یہ معدوم چیز شمار ہو گی اور اس کی بیع جائز نہیں ہو گی۔ مطلب یہ ہے کہ جو چیز ابھی وجود میں ہی نہیں آئی اس کی خرید و فروخت درست نہیں ہے۔

ظالم اور مظلوم کی مدد

حَدَّثَنَا جَابِرٌ قَالَ اقْتَتَلَ غُلَامَانِ غُلَامٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَغُلَامٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ يَا لَلْمُهَاجِرِيْنَ وَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ يَا لَلْاَنْصَارِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَدَعْوَی الْجَاہِلِیَّۃِ فَقَالُوْا لَا وَاللّٰہِ اِلَّا اَنَّ غُلَامَیْنِ کَسَعَ اَحَدُہُمَا الْاٰخَرَ فَقَالَ لَا بَأْسَ لِیَنْصُرِ الرَّجُلُ اَخَاہُ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا فَاِنْ کَانَ ظَالِمًا فَلْیَنْہَہُ فَاِنَّہٗ لَہٗ نَصْرَۃٌ وَاِنْ کَانَ مَظْلُوْمًا فَلْیَنْصُرْہُ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۳۲۳، ۳۲۴)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ دو غلام آپس میں لڑ پڑے اُن میں سے ایک کا تعلق مہاجرین سے تھا اور دوسرے کا انصار سے۔ ایک غلام نے دوسرے کے سر پر لکڑی وغیرہ ماردی جس سے دوسرا غلام زخمی ہوگیا زخمی غلام نے زمانہ جاہلیت کی طرح اپنی مہاجر قوم سے فریاد کی جب کہ دوسرے نے اپنی انصار برادری کو مدد کے لیے پکارا۔ یہ جاہلیت کے زمانہ کا دستور تھا کہ حق و باطل کی تمیز کئے بغیر اپنی قوم برادری یا قبیلے کی حمایت کی جاتی تھی اور اسی بناء پر بڑی بڑی جنگیں پھوٹ پڑتی تھیں اِن حالات میں حضور علیہ السلام باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ کیسا جاہلیت کا نعرہ لگایا جارہا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا، حضور! کوئی بات نہیں۔ دو غلام آپس میں لڑ پڑے ہیں، ایک نے دوسرے کے سر پر کوئی چیز مار کر اسے زخمی کردیا ہے اس لیے سارے لوگ باہر نکل آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا کوئی بات نہیں، چاہیئے کہ آدمی اپنے بھائی کی مدد کرے خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ لوگوں نے عرض کیا حضور! مظلوم کی مدد تو واضح ہے کہ اسے ظلم سے بچایا جائے مگر ظالم کی مدد کس طرح ہوگی؟ آپ نے فرمایا کہ ظالم کی مدد یہ ہے کہ اسے ظلم کرنے سے روک دیا جائے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ اس مقولے کا غلط مطلب اخذ کرتے تھے۔ وہ

کہتے ہیں کہ اپنے بھائی کی مدد کرو۔ خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر۔ آپ نے فرمایا، یہ بات نہیں ہے۔ اپنے بھائی کی مدد تو ضرور کرو۔ مگر ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کے ظلم میں اس کا ہاتھ نہ بٹاؤ بلکہ اسے ظلم کرنے سے روک دو۔ یہی چیز سب کے حق میں بہتر ہے۔

★

ہدی کے جانور پر سواری کرنا

سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰہِ یُسْأَلُ عَنْ رُکُوْبِ الْہَدْیِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ارْکَبْہَا بِالْمَعْرُوْفِ اِذَا اُلْجِئْتَ اِلَیْہَا حَتّٰی تَجِدَ ظَہْرًا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۳۲۴)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے کسی نے ہدی کے جانور پر سواری کرنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر تمہیں ضرورت پڑ جائے تو دستور کے مطابق سوار ہو سکتے ہو۔ ایسی مجبوری آگئی ہے کہ کوئی دوسری سواری میسر نہیں ہے کو ہدی کے اونٹ وغیرہ پر بھی سواری کی جا سکتی ہے۔ ہاں اگر دوسری سواری موجود ہے تو پھر ہدی کے جانور پر سواری کرنا درست نہیں ہے۔ ہدی کے جانور کا دودھ بھی استعمال نہیں کیا جا سکتا اگر کوئی ایسا کریگا تو اس کی قیمت صدقہ کرنا ہوگی۔ اسی طرح ایسے جانور کے بال اتارنا، استعمال کرنا یا بیچنا بھی جائز نہیں اگر کوئی شخص ایسا کریگا تو ان کی قیمت کے برابر صدقہ کرنا لازمی ہوگا۔

حیلہ سازی سے حرام کو حلال بنانے کی ممانعت

عَنْ اَبِیْ رِبَاحٍ سَمِعْتُ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰہِ وَھُوَ یَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ عَامَ الْفَتْحِ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُوْلَہٗ حَرَّمَ بَیْعَ الْخَمْرِ وَالْمَیْتَۃِ وَالْخِنْزِیْرِ وَالْاَصْنَامِ ...... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۳۲۴)

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ تابعی بیان کرتے ہیں جو کہ مکہ میں رہتے تھے اور امام ابوحنیفہؒ کے استاد الحدیث ہیں کہ حضرت جابرؓ مکہ میں تھے جب میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس سال مکہ فتح ہوا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اور عام اعلان کروا دیا کہ لوگو! یاد رکھو، بیشک اللہ تعالیٰ اور پھر اس کے حکم سے اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔

جس طرح شراب کشید کرنا، پینا اور پلانا حرام ہے، اسی طرح اس کا بیچنا اور خریدنا بھی حرام ہے اسی طرح مردار کی خرید و فروخت کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے، البتہ اس کی کھال اتارنے کی اجازت ہے جسے خشک کرنے کے بعد بیچا جا سکتا ہے۔ مردار کا گوشت، چربی اور ہڈیوں کی بیع بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح مردار کی بحیثیت مجموعی خرید و فروخت حرام ہے۔ اسی طرح خنزیر کی تجارت کو حرام قرار دیا گیا کیونکہ اِنَّہٗ رِجْسٌ یہ ایک ناپاک جانور ہے۔ اس کی کھال، بال گوشت چربی غرضیکہ ہر چیز حرام ہے۔ یہ جانور گندگی کھاتا ہے اور اس میں بے غیرتی پائی جاتی ہے جس طرح اس کا کھانا حرام ہے اسی طرح اس کی خرید و فروخت بھی حرام ہے۔ اور چوتھی چیز فرمایا اصنام کی تجارت بھی حرام ہے خواہ وہ بتوں کی صورت میں ہوں یا تصاویر کی صورت میں۔ حضور علیہ السلام نے ان چاروں چیزوں کی حرمت کا اعلان فتح مکہ کے دن کرایا۔

کسی نے عرض کیا حضور! مردار کی چربی کشتیوں کو رنگ کرنے، کھالوں کو نرم کرنے اور تیل کے

کے طور پر جلانے کے کام بھی آتی ہے تو کیا ان مقاصد کے لیے بھی اس کا استعمال جائز نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جس طرح اس کا کھانا حرام ہے اسی طرح اس کا دیگر کاموں کے لیے استعمال بھی حرام ہے پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا قَاتَلَ اللّٰہُ الیَہُودَ۔ اللہ تعالٰی یہودیوں کو تباہ کرے جب اللہ نے ان پر چربی حرام کی تو وہ اس کو پگھلا کر بیچنے لگے اور پھر اس کی قیمت کھانے لگے۔ کہتے تھے کہ ہم چربی تو نہیں کھاتے۔ انہوں نے اس حیلہ سے حرام چیز کو حلال کر لیا۔ مطلب یہ ہے کہ کسی حیلہ بہانہ سے بھی حرام چیز کو حلال نہیں بنایا جا سکتا۔

راز کی بات امانت ہوتی ہے

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَدَّثَ فِی مَجْلِسٍ بِحَدِیْثٍ فَالْتَفَتَ فَہِیَ اَمَانَۃٌ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۳۲۴)

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی مجلس میں کوئی بات کی اور پھر ادھر اُدھر دیکھا کہ اس بات کو کسی اور نے تو نہیں سنا تو وہ بات امانت تصور ہوگی۔ چنانچہ مجلس میں موجود افراد پر لازم آئیگا کہ وہ راز کی یہ بات کسی دوسرے کے سامنے بیان نہ کریں کیوں کہ یہ ان کے پاس امانت ہے اگر وہ اس راز کو فاش کریں گے تو امانت میں خیانت کے مرتکب سمجھے جائیں گے لہذا اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیئے کہ یہ انکی اخلاقی ذمہ داری بن گئی ہے۔

زائد از استعمال اشیاء کی ممانعت

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِرَاشٌ لِلرَّجُلِ وَ فِرَاشٌ لِلْمَرْاَةِ وَ فِرَاشٌ لِلضَّيْفِ وَالرَّابِعُ لِلشَّيْطَانِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۳۲۴)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے لوگو! ایک بستر آدمی کے لیے ہے۔ ایک اس کی بیوی کے لیے، ایک مہمان کے لیے اور چوتھا بستر شیطان کے لیے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گھر کے افراد کے لیے جتنے بستروں کی ضرورت ہے۔ یا جو مہمانوں کی ضرورت کے لیے ان کا رکھنا تو جائز ہے، البتہ اس سے زائد جو ہیں وہ شیطان کے لیے ہیں۔ یہاں پر چوتھے کی تحدید نہیں بلکہ گھر کی ضرورت سے جو چیز بھی زائد ہے اس کا رکھنا روا نہیں بعض چیزیں گھروں میں دس سال استعمال نہیں ہوتی بلکہ صندوقوں یا شوکیسوں میں پڑی رہتی ہیں خواہ وہ بستر ہوں یا برتن یا کوئی اور چیز، حضور نے فرمایا یہ شیطان کا حصہ ہوتا ہے۔ گھروں میں اتنی ہی چیزیں رکھنی چاہئیں جو استعمال میں آتی رہیں۔ ہاں اگر مہمانوں کی آمد و رفت زیادہ ہو تو زائد چیزیں بھی مہیا کی جا سکتی ہیں۔

مومن اور کافر کی مثال

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ مَثَلُ السُّنْبُلَۃِ تَسْتَقِیْمُ مَرَّۃً وَ تَخِرُّ مَرَّۃً وَ مَثَلُ الْکَافِرِ مَثَلُ الْاَرْزَۃِ لَا تَزَالُ مُسْتَقِیْمَۃً حَتّٰی تَخِرَّ وَلَا تَشْعُرَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۳۸۷)

حضرت جابرؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی مثال فصل (گندم وغیرہ) کے خوشے کی ہے کہ جب وہ بڑھتا ہے تو اسکے ساتھ اسکا تنا بھی بڑھتا ہے جب تیز ہوائیں چلتی ہیں تو وہ خوشہ کبھی سیدھا ہو جاتا ہے اور کبھی گر پڑتا ہے۔ اسی طرح مومن پر بھی بسا اوقات مصائب آتے رہتے ہیں کبھی جسمانی، کبھی مالی اور کبھی ذہنی وہ انکا مقابلہ کرتا رہتا ہے کبھی مضمحل ہو جاتا ہے اور کبھی پھر قائم ہو جاتا ہے۔

اسکے برخلاف کافر کی مثال صنوبر کے درخت کی ہے ایک روایت میں منافق کا ذکر بھی آتا ہے۔ صنوبر کا درخت بالکل سیدھا کھڑا ہوتا ہے۔ آندھیاں اور جھکڑ چلنے کے باوجود وہ درخت سیدھا کھڑا رہتا ہے یہاں تک کہ جب اسے کاٹ دیا جاتا ہے تو یکدم گر پڑتا ہے اور اسے پتہ بھی نہیں ہوتا کہ اُسے کب کاٹ دیا جائیگا۔ مطلب یہ ہے کہ کافر بسا اوقات مصائب سے بچے رہتے ہیں اور حوادثات کا شکار نہیں ہوتے مگر صنوبر کے درخت کی طرح ان پر یکبارگی گرفت آتی ہے اور وہ اپنے انجام کو پہنچ جاتے ہیں۔

گھروں میں اچانک داخلے کی ممانعت

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ نَدْخُلَ عَلَی الْمُغِیْبَاتِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۹۶ / ۱۹۷)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم گھروں سے غائب ہونے کی صورت میں اچانک اپنی بیویوں کے پاس داخل نہ ہوں۔ خود حضور علیہ السلام کا معمول تھا کہ عام طور پر آپ سفر سے دن کے وقت واپس آتے اور گھر میں داخل ہوتے۔ ایسا کرنے میں بھی حکمت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ انسان اچانک گھر آکر کسی بدگمانی میں مبتلا ہو جائے لہٰذا کسی ممکنہ شر سے بچنے کے لیے آپ نے گھروں میں اچانک داخل ہونے سے منع فرما دیا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ حضور علیہ السلام کے خسر ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی طرح یہ بھی پہلے شدید مخالفین میں سے تھے مگر بعد میں نہایت وفاداری اور محبت کا ثبوت دیا۔ ان کے فرزند عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان سے پہلے ایمان لائے تھے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، طلحہ بن عثمان رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ۵ ھ میں اکٹھے مدینہ پہنچے اور ایمان لائے۔ جب عمان فتح ہوا تو حضور علیہ السلام نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو وہاں کا گورنر مقرر کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے عہد میں ان کو گورنری کے عہدہ پر فائز کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی آپ مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آپ مصر کے گورنر تھے اور مصر کی فتح بھی انہی کے ہاتھوں انجام پائی تھی، اسی لیے یہ فاتح مصر کہلاتے ہیں۔ پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کے زمانہ خلافت میں ۴۳ ھ میں نوے سال کی عمر میں مصر ہی میں فوت ہوئے۔ ان کا تعلق قریش کے قبیلہ بنی سعد کے ساتھ تھا۔

بہرحال یہ ان سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے سفر سے واپسی پر اچانک رات کے وقت گھروں میں داخل ہونے سے منع فرمادیا۔ فرمایا دن کے وقت آنا چاہیئے تاکہ کسی قسم کی پریشانی سے بچا جاسکے۔

سحری کے کھانے کی تاکید

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ فَصْلًا مَّا بَیْنَ صِیَامِنَا وَصِیَامِ اَھْلِ الْکِتٰبِ اُکْلَۃُ السَّحَرِ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۹۷)

حضرت عمرو بن العاصؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں کے درمیان سحری کھانے کا فرق ہے۔ اہل کتاب چوبیس گھنٹے کا روزہ رکھتے ہیں اور وہ سحری کا کھانا نہیں کھاتے جب کہ اہل ایمان کے لیے سحری کھانا مستحب ہے اور اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کی عادت تھی کہ آپ اکثر روزے رکھا کرتے تھے اور شام کا کھانا کم ہی کھاتے تھے۔ اکثر سحری کے وقت ہی کھانا کھاتے آپ ہی سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے اور یہود و نصاریٰ کے درمیان فیصلہ کن چیز سحری کا کھانا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ سحری کھایا کرو اگرچہ دل نہ ملنے اور اگرچہ یہ کھجور کا ایک دانہ یا پانی کا ایک گھونٹ ہی کیوں نہ ہو۔ سحری کھانے والوں کے لیے اللہ کے فرشتے دعائیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا نزول فرماتا ہے۔ اس واسطے سحری کا کھانا بابرکت ہوتا ہے۔

*

اچھے مال کی تعریف

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ یَقُوْلُ بَعَثَ اِلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خُذْ عَلَیْکَ ثِیَابَکَ وَ سِلَاحَکَ ثُمَّ ائْتِنِیْ فَاَتَیْتُہٗ وَھُوَ یَتَوَضَّأُ فَصَعَّدَ فِیَّ النَّظَرَ ثُمَّ طَأْطَاَہٗ فَقَالَ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اَبْعَثَکَ عَلٰی جَیْشٍ ......الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۹۷)

حضرت عمرو بن العاص رضؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری طرف پیغام بھیج کر مجھے بلایا اور فرمایا اپنے کپڑے اور ہتھیار لے لو۔ میں حاضر ہوا حضور علیہ السلام اس وقت وضو فرما رہے تھے۔ آپ نے میری طرف ایک نگاہ ڈالی، اوپر نیچے دیکھا اور پھر سر مبارک نیچے جھکا لیا اور فرمایا کہ میں تمہیں ایک جہاد کے لیے امیر لشکر بنا کر بھیجنا چاہتا ہوں فَیُسَلِّمُکَ اللّٰہُ اللہ تعالیٰ تجھے صحیح سلامت رکھے۔ وَ یُغْنِمُکَ اور تجھے مال غنیمت عطا کرے وَاَرْغَبُ لَکَ مِنَ الْمَالِ رَغْبَۃً صَالِحَۃً۔ اور میں رغبت رکھتا ہوں کہ تجھے اچھا مال حاصل ہو ظاہر ہے کہ غنیمت کا مال پاکیزہ ہوتا ہے جس کو خود خدا تعالیٰ نے طیب قرار دیا ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ پھر میں نے عرض کیا، اللہ کے رسول! مَا اَسْلَمْتُ مِنْ اَجْلِ الْمَالِ میں مال حاصل کرنے کے لیے تو اسلام نہیں لایا تھا وَلٰکِنِّیْ اَسْلَمْتُ رَغْبَۃً فِی الْاِسْلَامِ۔ بلکہ میں نے تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی خاطر اسلام قبول کیا تھا اور میرا دوسرا مقصد یہ تھا اَنْ اَکُوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ کہ مجھے اللہ کے رسول کی معیت حاصل ہو جاتی اور میرا سلسلہ آپ کے ساتھ وابستہ ہو جاتے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمروؓ! نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلْمَرْءِ الصَّالِحِ اچھا مال اچھے آدمی کے لیے اچھی چیز ہے۔ مال خدا تعالیٰ کی نعمت ہے بشرطیکہ حلال

اور طیّب ہو، حلال ذرائع سے حاصل ہو مثلاً محنت، تجارت، کھیتی باڑی، ملازمت یا وراثت اور وصیّت کے طور پر حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (البقرہ – ۱۸۸) ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے مت کھاؤ سود، رشوت، دھوکہ فریب، چوری، ڈاکہ زنی، انعامی بانڈ، انشورنس، فوٹو گرافی، ناچ گانا، گداگری وغیرہ سب حرام ذرائع ہیں اور ان سے حاصل شدہ مال اچھا نہیں ہو سکتا۔ فرمایا غنیمت کا مال سب سے پاکیزہ مال ہے۔ نیز فرمایا جب مال حاصل ہو جاتے تو پھر اس کو خرچ بھی جائز مدات میں کرو اور فضول خرچی سے بچو۔ شرکیہ، بدعتیہ اور رسومات باطلہ کے لیے مال خرچ نہ کرو۔ مردے کا تیجا، دسواں، چالیسواں وغیرہ باطل رسوم ہیں۔ قبروں کی پختگی، گنبدوں اور میناروں کی تعمیر، آتش بازی، قبروں پر چراغاں، پتنگ بازی۔ تعیش، کھیل تماشہ سب اسراف میں داخل ہے۔ حرام مال کا نہ صدقہ قبول ہوتا ہے اور نہ اس سے کھا کر یا پہن کر عبادت قبول ہوتی ہے۔ فرمایا کوئی شخص جو حرام مال پیچھے چھوڑ جائیگا وہ اس کے لیے جہنم کا توشہ ثابت ہوگا۔ مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ مال اس شخص کے لیے اچھی چیز ہے جو اس کا حق بھی ادا کرتا ہے قرابتداروں، یتیموں اور مسکینوں کا خیال رکھتا ہے اللہ کا فرمان ہے وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۔ (الذٰریٰت – ۱۹) ان کے مالوں میں سائلوں اور محتاجوں کا بھی حق ہے ان کی زکوٰۃ، صدقات اور قربانی وغیرہ کے ذریعے مدد کرو تعلیم و تبلیغ کے لیے مال صرف کرنا بھی مال کا حق ادا کرنا ہے۔ بہرحال اچھا مال وہ ہے جو جائز ذرائع سے حاصل ہو اور جائز امور پر خرچ ہو اگر ایسا نہیں ہے تو وہی مال صاحبِ مال کے لیے وبال ہے۔

مومن غیرتمند ہوتا ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُؤْمِنُ اَلْمُؤْمِنُ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا یَغَارُ وَاللّٰہُ اَشَدُّ غَیْرًا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۱)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن آدمی غیرتمند ہوتا ہے یعنی اسکو بے حیائی اور فحش باتوں پر غیرت آتی ہے آپ نے لفظ مومن دو یا تین دفعہ فرمایا نیز فرمایا کہ اللہ تعالےٰ سب سے زیادہ غیرت والا ہے۔ ایک مومن کے لیے غیرت اتنی ضروری چیز ہے کہ جس میں غیرت نہیں اسمیں صحیح ایمان بھی نہیں۔

بلندیٔ درجات کے تین ذرائع

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اَلَا اُدُلُّکُمْ عَلٰی مَا یَرْفَعُ اللّٰهُ بِهِ الدَّرَجَاتِ وَ یَمْحُوْ بِهِ الْخَطَایَا کَثْرَةُ الْخُطَا اِلَی الْمَسَاجِدِ وَ اِنْتِظَارُ الصَّلٰوةِ وَ اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَی الْمَکَارِهِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۱)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگو! کیا میں تمہیں وہ چیزیں نہ بتاؤں جن کے ذریعے درجات بلند ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ گناہوں کو معاف فرماتا ہے پھر خود ہی فرمایا کہ وہ تین چیزیں ہیں۔ پہلی چیز مسجدوں کی طرف قدم اٹھا کر کثرت سے جانا ہے ظاہر ہے کہ جس کو نماز بروقت ادا کرنے کی فکر ہو گی، وہ بار بار مسجدوں کی طرف قدم اٹھا کر جائیگا تاکہ اس کا فریضہ رہ نہ جائے۔ ایک نمازی آدمی کے جتنے قدم مسجد کی طرف اٹھیں گے ہر ہر قدم کے بدلے ایک ایک نیکی ملے گی۔ ایک ایک گناہ معاف ہو گا اور ایک ایک درجہ بلند ہو گا۔

فرمایا دوسری چیز ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار ہے جو آدمی ہر نماز کے بعد اگلی نماز کے انتظار میں رہتا ہے وہ سارا عرصہ نماز کی حالت میں ہی متصور ہوتا ہے۔ فرمایا تیسری چیز عبادت کے لئے تکلیف اٹھا کر بھی وضو کو کامل بنانا ہے۔ موسم کے لحاظ سے کبھی سخت گرم موسم میں اور کبھی سخت سرد موسم میں وضو کرنا پڑتا ہے۔ جو آدمی گرمی سردی کی پرواہ کئے بغیر اچھی طرح وضو کرتا ہے تاکہ کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے اور اس سلسلے میں تکلیف اٹھاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اسکے بھی درجات بلند کرتا ہے۔ اور گناہوں کو مٹاتا ہے۔

قیامت والے دن حقوق کی ادائیگی

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقُ اِلٰی اَهْلِهَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ حَتّٰی یُقَادُ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الْقَرْنَاءِ تَنْطِحُهَا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۱)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق والوں کو انکے حقوق قیامت والے دن ضرور دلائے جائیں گے یہاں تک کہ اگر دنیا میں کسی سینگ والی بکری نے بے سینگ بکری کو سینگ مارا ہوگا تو اسکا بدلہ بھی دلایا جائیگا۔ اسی لیے لوگوں کو چاہیئے کہ اگر کسی کا حق دینا ہے تو دنیا میں ہی ادا کردیں ورنہ قیامت والے دن تو بہر صورت دلایا جائیگا سوائے اسکے کہ حقدار خود معاف کردے۔ قیامت والے دن انسان کے پاس حق کی ادائیگی کے لیے کچھ نہیں ہوگا، لہٰذا اس کی نیکیاں اٹھا کر حقدار کو دے دی جائیں گی۔ اور اگر اسکے پاس نیکیاں بھی نہیں ہوں گی تو پھر حقدار کے گناہ حق ادا کرنے والے پر ڈال دیئے جائیں گے۔

شرک سے برأت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَرْوِیْهِ عَنْ رَبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ اَنَّهٗ قَالَ اَنَا خَیْرُ الشُّرَکَاءِ فَمَنْ عَمِلَ عَمَلًا فَاَشْرَکَ فِیْهِ غَیْرِیْ فَاَنَا بَرِیْءٌ مِنْهُ وَهُوَ لِلَّذِیْ اَشْرَکَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۱)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے کہ میں شریکوں سے بہتر ہوں۔ اور جس شخص نے میرے لیے کوئی عمل کیا اور اس میں کسی دوسرے کو بھی شریک بنا لیا تو میں ایسے عمل سے بیزار ہوں وہ عمل اسی کے لیے ہو گا جس کے لیے اس شخص نے کیا ہے۔

اس حدیث میں ریا کا مسئلہ سمجھایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نیکی کا عمل کرتے وقت نیت میں اخلاص ہونا چاہیئے کہ میں یہ عمل خالص اللہ تعالٰے کی خوشنودی کے لیے انجام دے رہا ہوں۔ اس سے ذاتی شہرت یا کسی کو دکھانا مقصود نہیں جو کام دکھاوے کے لیے کیا جائے وہ ریا شمار ہوتا ہے اور شرک اصغر کی مد میں آکر ——— باطل ہو جاتا ہے ظاہر ہے کہ اس طرح انسان کو سخت نقصان اٹھانا پڑیگا اسی لیے سورۃ الکھف میں اللہ کا فرمان ہے کہ جو اللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ نیک اعمال انجام دے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے یعنی ریاکاری اور نام و نمود سے بچ جائے۔

نذر ماننے کی مخالفت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ نَہٰی عَنِ النَّذْرِ وَ قَالَ لَا یَرُدُّ مِنَ الْقَدْرِ وَ اِنَّمَا یُسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَخِیْلِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۱)

حضرت ابوہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نذر ماننے سے منع فرمادیا کیونکہ نذر ماننا کوئی اچھا کام نہیں ہے اگر کوئی شخص ناجائز نذر مانے گا تو سخت گنہگار ہوگا اسے فوراً ایسی نذر کو توڑ دینا چاہیئے تاہم جائز نذر بھی کوئی اچھی چیز نہیں ہے حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ نذر اللہ کی تقدیر میں سے کسی چیز کو نہیں روکتی، بلکہ تقدیر تو وارد ہو کر رہتی ہے۔ نذر کا مطلب یہی ہے کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو میں فلاں چیز محتاجوں کو دوں گا یا فلاں عبادت کرونگا یہ بھی کوئی بہتر بات نہیں ہے بلکہ بغیر نذر مانے صدقہ کردینا چاہیئے یا اللہ کی عبادت بجالانی چاہیئے۔ اور اگر نذر مان ہی لی جائے اور وہ کام پورا ہوگیا ہے تو پھر فرمان الٰہی یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ ۔ (سورۃ الدھر) کے مطابق اس نذر کو پورا کرنا فرض ہوجاتا ہے۔ بہرحال فرمایا کہ نذر تقدیر میں سے کسی چیز کو تو رد نہیں کرتی البتہ بخیل آدمی سے کچھ نہ کچھ مال نکلوالیتی ہے اکثر کنجوس آدمی ہی نذر مانتا ہے کہ فلاں کام ہوگیا تو اتنا صدقہ کرونگا، سخی آدمی کام پورا ہونے کا انتظار نہیں کرتا بلکہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کر گزرتا ہے۔

نذر ماننے میں خرابی یہ ہے کہ اگر کام پورا ہوگیا تو نذر ماننے والا یہ سمجھے گا کہ اس نذر کی وجہ سے کام ہوا ہے۔ حالانکہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ نذر اللہ کی تقدیر میں سے کسی چیز کو رد نہیں کرتی۔ اور اگر نظر مان کر کوئی عبادت کریگا تو وہ عبادت اس کام کا معاوضہ بن جائے گی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جائز نذر بھی اچھی چیز نہیں ہے لہذا اس سے حتی الامکان بچنا چاہیئے اور نذر مان کر کام ہوگیا ہے تو پھر اس نذر کا پورا کرنا ضروری ہوگا ورنہ آدمی سخت گنہگار ہوگا۔

کھنبیوں اور عجوہ کھجور میں شفا ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْکَمْاَۃُ مِنَ الْمَنِّ وَ مَاءُھَا شِفَاءٌ لِّلْعَیْنِ وَالْعَجْوَۃُ مِنَ الْجَنَّۃِ وَمَاءُھَا شِفَاءٌ مِّنَ السَّمِّ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۱)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھنبیاں من میں سے ہیں من کا معنی ہے کہ اللہ نے احسان فرما کر خود ہی انکو پیدا کر دیا ہے انکو کسی نے باقاعدہ کاشت نہیں کیا۔ کھنبی خودرو ہوتی ہے۔ جو میدانی اور پہاڑی علاقوں میں زرد اور سفید رنگ میں پیدا ہوتی ہے جس طرح اللہ نے بنی اسرائیل پر من یعنی شکر کو مفت نازل فرمایا تھا اسی طرح یہ کھنبیاں بھی مفت میں حاصل ہو جاتی ہیں۔ فرمایا انکا پانی آنکھوں کی بیماریوں کے لیے شفا ہے اسکے پانی کو سرمہ میں ملا کر استعمال کیا جائے یا ویسے اسکے قطرے آنکھوں میں ڈالے جائیں تو اللہ تعالےٰ شفا دے دیتا ہے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ عجوہ کھجور جنت کا میوہ ہے یہ درمیانے درجے کی سیاہی مائل کھجور ہے جو مدینہ طیبہ میں بکثرت ملتی ہے اسکا کھانا زہر کا تریاق ہے اگر آدمی تین یا سات دانے کھجور کے کھا لے تو اس پر دن بھر زہر یا سحر کا اثر نہیں ہوگا جس طرح شہد کے متعلق اللہ نے فرمایا کہ اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے اسی طرح کھنبیوں اور عجوہ کھجور میں بھی اللہ نے شفا رکھی ہے۔

کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت

قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ رَاٰى رَجُلًا يَشْرَبُ قَائِمًا فَقَالَ لَهُ قِهْ ...... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۱)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کھڑے ہو کر پانی پیتے ہوئے دیکھا تو آپ سخت ناراض ہو گئے اور اس شخص کو تادیب کے طور پر فرمایا کہ کھڑے ہو کر پئے گئے پانی کو قے کر دو تاکہ آئندہ کے لیے تمہیں یاد رہے کہ کھڑے ہو کر کبھی پانی نہیں پینا۔ آپ نے اس شخص سے مزید فرمایا اَيَسُرُّكَ اَنْ يَشْرَبَ مَعَكَ الْهِرُّ کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ تیرے ساتھ بلی بھی پانی پئے۔ ظاہر ہے کہ یہ تو کوئی شخص بھی پسند نہیں کرتا کہ ایک بلی اسکی ہم مشرب ہو۔ اس شخص نے بھی کہا میں تو بلی کے ساتھ پینے کو پسند نہیں کرتا آپ نے فرمایا قَدْ شَرِبَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مِنْهُ الشَّيْطَانُ۔ کہ کھڑے ہو کر پینے کی وجہ سے بلی سے بھی بڑے شر نے تمہارے ساتھ پیا ہے اور وہ شیطان ہے۔ گویا جب کوئی آدمی کھڑے ہو کر پیتا ہے تو شیطان اسکا ہم مشرب بن جاتا ہے۔

یاد رہے کہ جائز ضرورت کے تحت کھڑے ہو کر پینا بھی جائز اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اگر لٹکتے ہوئے مشکیزہ کے ساتھ منہ لگا کر پینا پڑے تو ظاہر ہے کھڑے ہو کر پینا پڑیگا۔ یا کسی جگہ بیٹھنے کی گنجائش ہی نہ ہو یا آدمی معذور ہے کہ بیٹھ کر نہیں پی سکتا تو ایسی صورت میں بھی کھڑے ہو کر پی سکتا ہے۔ تاہم عام حالات میں خورد و نوش بیٹھ کر ہی کرنا چاہیئے۔

بلند اور آہستہ آواز سے قرأت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ فِیْ کُلِّ الصَّلٰوةِ یَقْرَأُ فَمَا اَسْمَعَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْمَعْنَاکُمْ وَمَا اَخْفٰی عَلَیْنَا اَخْفَیْنَا عَلَیْکُمْ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۱)

حضرت ابوہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ ہر نماز میں قرات ہوتی ہے جس نماز میں حضور علیہ السلام نے بلند آواز سے قرات کی، ہم بھی اس نماز میں بلند آواز سے قرات کرتے ہیں اور جس نماز میں آپ نے آہستہ قرات کی، ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ فجر، مغرب، اور عشاء کی نمازوں میں بلند آواز سے اور ظہر اور عصر کی نمازوں میں آہستہ قرات کی جاتی ہے اور یہی حضور علیہ الصلوٰة والسلام کی سنت ہے حضرت ابوہریرہؓ کا یہی مطلب ہے کہ بلند یا آہستہ آواز سے قرات کرنے میں ہم حضور علیہ السلام کا اتباع کرتے ہیں اور انہی کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔

فاتحہ خلف امام کا مسئلہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْصَرَفَ مِنَ الصَّلٰوۃِ جَهَرَ فِیْهَا بِالْقِرَاءَۃِ فَقَالَ هَلْ قَرَاَ مَعِیَ اَحَدٌ مِنْکُمْ اٰنِفًا قَالَ رَجُلٌ نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِنِّیْ اَقُوْلُ مَالِیْ اُنَازَعُ الْقُرْاٰنَ .... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۱، ۳۰۲)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے جہری نماز پڑھائی جب اس سے فارغ ہوتے تو فرمایا کیا میرے پیچھے کوئی پڑھنے والا تھا؟ ایک شخص نے عرض کیا، حضور میں نے پڑھا ہے آپ نے فرمایا کہ اسی لیے تو میں کہتا ہوں کہ میرے ساتھ قرآن میں جھگڑا کیا جا رہا ہے میں بھی پڑھ رہا ہوں اور پیچھے بھی کوئی آدمی پڑھ رہا ہے۔ مطلب یہ کہ پیچھے والے کو خاموش رہنا چاہیئے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَۃِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا جَهَرَ فِیْہِ جب حضور علیہ السلام قرات بالجہر کرتے تو لوگ پیچھے پڑھنے سے رک گئے۔

اختلافی مسئلہ صرف سورۃ فاتحہ پڑھنے کا ہے بعض ائمہ کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے مقتدی کو بھی سورۃ فاتحہ پڑھ لینی چاہیئے۔ ائمہ اربعہ میں امام ابوحنیفہؒ اور بعض دیگر ائمہ کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ امام پڑھے اور مقتدی خاموش رہیں۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ صرف سری نماز میں مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھ لے۔ تاہم یہ مستحب ہے ضروری نہیں ہے۔ البتہ امام بخاریؒ اور امام بیہقیؒ ہر نماز میں فاتحہ خلف امام کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ قرآن کی نص ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو وَ اَنْصِتُوْا اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (الاعراف - ۲۰۵) حضور علیہ السلام کا فرمان بھی ہے اِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوْا جب امام قرات کرے تو تم خاموش رہو۔

بہرحال ایک جزو میں اختلاف ہے باقی کسی چیز میں اختلاف نہیں۔ سورۃ فاتحہ نماز کی سورۃ کہلاتی ہے کیونکہ اس کو نماز کے ساتھ خصوصی تعلق ہے دوسری روایت میں آتا ہے کہ جو نماز بغیر سورۃ فاتحہ کے پڑھی جاتی ہے وہ نامکمل ہوتی ہے اس لیے امام ابو حنیفہ رحمۃ کہتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے مطلق نماز کے لیے نہ کہ مقتدی کے لیے کیونکہ اس کا حکم الگ ہے مطلب یہ کہ سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ کا ساتھ ملانا دونوں واجب ہیں نہ کہ فرض۔ ایک شخص نے اچھے طریقے سے نماز نہ پڑھی وہ فارغ ہو کر آیا اور آکر آپ کو سلام کیا تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی دوبارہ جاکر نماز پڑھو۔ بار بار نماز پڑھ کر بھی جب حضور علیہ السلام نے پھر پڑھنے کے لیے کہا تو اس نے عرض کیا حضور! مجھے سکھلائیے کہ میں کس طرح نماز پڑھوں۔ تو آپ نے تعلیم کے لیے فرمایا کہ جب وضو کر کے نماز کے لیے قبلہ رو کھڑے ہو تو پہلے تکبیر کہو جو کہ فرض ہے ثُمَّ اِقْرَأْ مَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ پھر جو قرآن میں سے تم کو میسر ہو، وہ پڑھو، پھر رکوع کرو، پھر سجدہ کرو۔ اور آخر میں تشہد بیٹھو۔ آپ نے نماز کے یہ تمام ارکان ذکر کئے۔ قرات یہی ہے کہ جو قرآن میسر ہو تاہم فاتحہ کی زیادہ تاکید کی گئی ہے اسی لیے اس کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ اگر امام سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو نماز نہیں ہوگی۔ ناقص ہوگی اور اگر کوئی الگ نماز پڑھتا ہے تو اسکی بھی نہیں ہوگی اسکو فاتحہ بھی پڑھنا ہوگی اور ساتھ دوسری سورۃ بھی ملانا ہوگی مگر جب امام کے پیچھے نماز پڑھو تو پھر سورۃ فاتحہ نہ پڑھو بلکہ خاموشی اختیار کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں آتا ہے کہ امام کی قرات مقتدیوں کے لیے بھی کفایت کرتی ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت جابرؓ کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ ہر وہ نماز جس میں فاتحہ نہ پڑھی جاتے وہ نامکمل ہے۔ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ وَرَآءَ الْاِمَامِ سوائے اسکے کہ آدمی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو۔ گویا امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے اگر مقتدی نے فاتحہ نہیں پڑھی تو اسکی نماز نامکمل نہیں بلکہ مکمل ہے۔

نہایت قیمتی کلمات

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ فِیْ یَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ کَانَتْ لَهٗ عَدْلُ عَشْرِ رِقَابٍ وَکُتِبَ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ.......الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ان کلمات کو دن میں سو مرتبہ پڑھیگا، اس کو دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملیگا اور اسکے حساب میں سو نیکیاں لکھی جائیں گی وَ مُحِیَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَیِّئَةٍ اس کی سو برائیاں مٹا دی جائیں گی وَ کَانَتْ لَهٗ حِرْزًا مِنَ الشَّیْطَانِ۔ اور وہ سارا دن شیطان کے شر سے محفوظ رہیگا۔ فرمایا وَلَمْ یَأْتِ اَحَدٌ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهٖ اِلَّا اَحَدٌ عَمِلَ اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اس شخص سے زیادہ کسی آدمی کا نفلی عمل نہیں ہو گا۔ ماسوائے اسکے جو اس سے زیادہ عمل کریگا یعنی ان کلمات کو زیادہ مرتبہ پڑھیگا۔ کلمات یہ ہیں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

سبحان اللہ و بحمدہٖ کا اجر و ثواب

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ فِیْ یَوْمٍ مِائَۃَ مَرَّۃٍ حُطَّتْ خَطَایَاہُ وَاِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دن میں سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ پڑھیگا تو اسکے صغیرہ گناہ مٹا دیئے جائیں گے خواہ وہ سمندر کی جھاگ جتنے ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ اتنا پاکیزہ اور مقبول کلمہ ہے اور اس کے پڑھنے میں کوئی وقت بھی پیش نہیں آتی۔ البتہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ اور حقوق کی ادائیگی کے معاف نہیں ہوتے۔

بخل اور بزدلی بری خصلتیں ہیں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ شَرُّ مَا فِیْ رَجُلٍ شُحٌّ هَالِعٌ وَ جُبْنٌ خَالِعٌ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

حضرت ابوہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی مومن آدمی میں ان دو خصلتوں کا ہونا بہت بُری بات ہے یعنی یہ کسی مومن میں نہیں ہونی چاہئیں ایک انتہائی درجے کا بخل اور بزدلی۔

مسلمان کو ہمیشہ باعزت ہونا چاہیئے اور بخیل نہیں ہونا چاہیئے۔ بخل بہت بری بیماری ہے۔ بخیل آدمی اپنی ذات پر بھی خرچ نہیں کرتا بلکہ ہمیشہ جمع ہی کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے موت آجاتی ہے اور اس کا جمع شدہ اثاثہ اسکے وارثوں کے کام آتا ہے حضور علیہ السلام کا یہ بھی فرمان ہے کہ تیرا مال تو وہ ہے جو تو نے آگے بھیج دیا۔ کھالیا یا پہن لیا۔ اور جو بچ گیا وہ تیرا نہیں بلکہ تیرے وارثوں کا ہے۔

اسی طرح بزدلی بھی بہت بری خصلت ہے۔ جس میں جرات نہیں اسکی کوئی عزت نہیں ایسا آدمی اپنے مال، جان اور عزت و آبرو کی حفاظت بھی نہیں کرسکتا۔

چار منتخب کلمات

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ وَ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی مِنَ الْکَلَامِ اَرْبَعًا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ...... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد۲ صفحہ ۳۰۲)

حضرت ابوسعید خدریؓ اور ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ نے اپنی توحید اور حمد وثنا کے ان چار کلمات کو خاص طور پر منتخب فرمایا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ کہتے ہیں کہ جس نے سُبْحَانَ اللّٰہِ کا کلمہ پڑھا کُتِبَ اللّٰہُ لَہٗ عِشْرِیْنَ حَسَنَۃً۔ اللہ تعالیٰ اسکے لیے بیس نیکیاں لکھ دیگا اور اسکی بیس خطائیں مٹا دیگا اور جس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا اسکے لیے بھی اتنا ہی ثواب ہے اور جس شخص نے دل کی گہرائی سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہا کُتِبَ لَہٗ ثَلَاثُوْنَ حَسَنَۃً اس کو تیس نیکیاں ملیں گی اور تیس خطائیں معاف ہوں گی۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لیے بھی انہی کلمات کو منتخب فرمایا ہے کہ وہ ان کلمات کے ساتھ اسکی حمد وثنا بیان کریں۔

ہدیہ اور صدقہ میں امتیاز

قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِيَ بِطَعَامٍ مِنْ غَيْرِ اَهْلِهٖ سَاَلَ عَنْهُ فَاِنْ قِيْلَ هَدِيَّةٌ اَكَلَ وَاِنْ قِيْلَ صَدَقَةٌ قَالَ كُلُوْا وَلَمْ يَاْكُلْ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

حضرت ابوہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام کے پاس اپنے گھر والوں کے علاوہ خوردونوش کی کوئی چیز لائی جاتی تو آپ دریافت کرتے کہ یہ چیز کیسی ہے اگر وہ ہدیہ ہوتا تو آپ قبول فرما کر تناول فرماتے اور اگر صدقہ ہوتا تو کہتے تم کھاؤ اور خود نہ کھاتے مطلب یہ ہے کہ صدقہ کی چیز آپ صدقہ کے مستحقین کو کھلا دیتے تھے. آپ خود صدقہ کی چیز نہ کھاتے کیونکہ آپکا ارشاد ہے کہ ہمارے لیے صدقہ درست نہیں ہے. ایک دفعہ حضرت سلمان فارسیؓ صدقہ کی چیز لیکر آپکی خدمت میں آئے تو آپ نے فرمایا ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے. اور جب آپ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا گیا تو اسکو دستر خوان پر چنا گیا جس میں سے آپنے خود بھی کھایا اور دوسروں کو بھی کھلایا. غرضیکہ جو چیز جائز نہیں اسکا کھانا درست نہیں ہے۔

مدینہ میں رہائش پذیر ہونے کی فضیلت

قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا الْقَاسِمِ يَقُوْلُ يَخْرُجُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ رِجَالٌ رَغْبَةً عَنْهَا وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ لوگ مدینہ سے اعراض کرتے ہوئے نکل جائینگے حالانکہ مدینہ انکے حق میں بہتر ہوگا اگر انکو علم ہو۔ حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد بھی ہے کہ جو آدمی مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ہوگا اور پھر وہیں وفات پائیگا تو میں اسکی سفارش کروں گا بشرطیکہ وہ ایماندار ہو۔ تو جو لوگ مدینہ سے اعراض کرتے چلے جائیں گے وہ انکے لیے اچھا نہیں ہوگا مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ جس نے مدینہ میں رہتے ہوئے وہاں کی تکلیف کو برداشت کیا اور اس پر صبر کیا كُنْتُ لَهُ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ میں قیامت والے دن اسکی اللہ کے ہاں سفارش کرونگا۔ دوسری حدیث میں مکہ مکرمہ کے بارے میں بھی ایسے ہی الفاظ آتے ہیں۔ ان دو شہروں کو خاص فضیلت حاصل ہے کہ ان میں فوت ہونے والے حضور علیہ السلام کی شفاعت کے مستحق ہوں گے۔

خطبہ کا آغاز اللہ کی حمد و ثنا سے

قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخُطْبَةُ الَّتِيْ لَيْسَ فِيْهَا شَهَادَةٌ كَالْيَدِ الْجَذْمَاءِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس خطبہ میں اللہ تعالےٰ کی توحید اور حمد و ثناء کا ذکر نہیں ہوتا، وہ خطبہ کٹے ہوتے ہاتھ کی طرح ہوتا ہے۔ اس حدیث میں شہادت کا ذکر کیا گیا ہے جس سے مراد اللہ تعالےٰ کی توحید کی شہادت اور اسکی حمد و ثناء ہے۔ ہم نے ید الجذماء کا ترجمہ کٹا ہوا ہاتھ کیا ہے۔ اسکا لفظی معنیٰ جزامی ہاتھ ہے جو مرضِ جذام کی وجہ سے شل ہو چکا ہو، گویا کہ وہ گل سڑ کر بیکار ہو چکا ہے مطلب یہ ہے کہ کسی بھی خطاب سے پہلے اللہ تعالےٰ کی حمد و ثناء بیان کرنی چاہیئے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر خطبہ کے آغاز میں ایسا ہی کرتے تھے آپ ہر اہم بات بیان کرنے سے پہلے اللہ کی تعریف کرتے اور پھر اَمَّا بَعْدُ۔ کہہ کر مطلوبہ بات کرتے۔ دوسری حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ جس خطبہ کا آغاز اللہ کی توحید اور حمد و ثناء کے ساتھ نہ ہو، وہ بے برکت ہے۔

محسن کا شکریہ ادا کرنا

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَشْکُرُ اللّٰہَ مَنْ لَا یَشْکُرُ النَّاسَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۳)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالےٰ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ جب کوئی شخص دوسرے کے ساتھ احسان کرے دامے درمے، سخنے مدد کرے، یا اسے کسی تکلیف سے نجات دلائے تو اسکا فرض ہے کہ وہ مدد کرنے والے آدمی کا شکریہ ادا کرے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جو تمہارے ساتھ احسان کرے اسکو بدلہ دو۔ اگر مادی بدلہ دینے کی استطاعت نہیں تو اس کے لیے دعائے خیر جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا۔ ہی کردو کہ اللہ تجھے اس کا بہتر بدلہ عطاء کرے۔ یہی اسکا شکریہ ادا کرنا ہے تو فرمایا کہ جو شخص اپنے محسن کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اپنے منعم حقیقی اللہ تعالےٰ کا شکریہ بھی ادا نہیں کرتا اور ناشکر گزار بندہ شمار ہوتا ہے۔

وضو کے ذریعے صغائر کی معافی

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَوَضَّاَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ اَوِالْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ خَرَجَتْ مِنْ وَجْهِهٖ كُلُّ خَطِیْئَةٍ نَظَرَ اِلَیْهَا بِعَیْنَیْهِ مَعَ الْمَآءِ اَوْمَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ اَوْ نَحْوَ هٰذَا ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۳)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی بندہ مومن وضو کرتا ہے اور اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو اسکی آنکھوں کے گناہ پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتے ہیں۔ فَاِذَا غَسَلَ یَدَیْهِ پھر جب وہ اپنے ہاتھوں کو دھوتا ہے خَرَجَتْ مِنْ یَدَیْهِ كُلُّ خَطِیْئَةٍ بَطَشَ بِهَا۔ تو اسکے ہاتھوں کے گناہ پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ ہی دھل جاتے ہیں۔ حَتّٰی یَخْرُجَ نَقِیًّا مِنَ الذُّنُوْبِ یہاں تک کہ وہ گناہوں سے بالکل پاک ہو جاتا ہے۔ یہ صغیرہ گناہوں کا ذکر ہے جو نیکیاں کرنے سے خود بخود مٹتے رہتے ہیں۔ البتہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے اسی طرح حقوق العباد بھی اس وقت تک معاف نہیں ہوتے جب تک وہ ادا نہ کر دیئے جائیں یا صاحبِ حق معاف نہ کر دے یہ تو وضو کے ذریعے صغائر کی معافی کا ذکر ہے۔ پھر جب آدمی نماز پڑھتا ہے تو اللہ کی مزید رحمت اسکے شاملِ حال ہو جاتی ہے۔

چھوٹے اعمال کا زیادہ اجر

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِمَا یَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَایَا وَ یَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَی الْمَکَارِهِ .... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۳)

حضرت ابوہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگو! کیا میں تمہیں کوئی ایسی چیز نہ بتاؤں جس کے ذریعے تمہاری خطائیں مٹ جائیں اور تمہارے درجات بلند ہو جائیں پھر خود ہی فرمایا کہ وہ چیز اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَی الْمَکَارِهِ. تکلیف برداشت کرتے ہوئے مکمل وضو بنانا ہے. سردی گرمی میں وضو کرنے میں تکلیف برداشت کرنا پڑتی ہے تو فرمایا کہ اچھی طرح وضو کرنا گناہوں کو مٹاتا ہے اور درجات کو بلند کرتا ہے. اسحاق نے اس میں یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ مساجد کی طرف کثرت سے قدم اٹھا کر جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا ایسی چیزیں ہیں جو خطاؤں کو مٹاتی اور درجات کو بلند کرتی ہیں فرمایا۔ فَذٰلِکُمُ الرِّبَاطُ یہی رباط ہے آپ نے تین دفعہ فرمایا. رباط دراصل دشمن کے مقابلہ میں مستعد ہو کر کھڑا ہونے کو کہتے ہیں. اللہ کا فرمان بھی ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا۔ (آل عمران) اے ایمان والو صبر کرو، ثابت قدم رہو اور دشمن کے مقابلہ میں مستعد رہو جب بھی ضرورت پڑے دشمن سے ٹکرا جاؤ۔ یہ تو سر دھڑ کی بازی لگانا ہے مگر حضور نے کامل وضو بنانے، مسجدوں کی طرف جانے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار کرنے کو بھی رباط سے تعبیر کیا ہے کہ انکا ثواب بھی جہاد کے برابر ہے. جہاد سے دشمن کا مقابلہ کیا جاتا ہے جبکہ اِن چھوٹے چھوٹے کاموں سے شیطان کا مقابلہ کر کے اسکو مغلوب کیا جاتا ہے لہذا اِن کا بھی بہت زیادہ اجر ہے۔

اذان اور صفِ اوّل کا اجر

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَوْ یَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِی النِّدَآءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَمْ یَجِدُوْا اِلَّا اَنْ یَّسْتَهِمُوْا عَلَیْهِ وَ لَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِی التَّهْجِیْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَیْهِ وَ لَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِی الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَ لَوْ حَبْوًا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۳)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر لوگوں کو پتہ ہوتا کہ آذان اور اقامت کہنے میں کتنا ثواب ہے اور نماز کی پہلی صف میں کھڑا ہونے کا کتنا اجر ہے تو وہ اس مقصد کے لیے قرعہ اندازی کرتے کہ کون اذان و اقامت کہے اور کون پہلی صف میں جگہ حاصل کرے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر لوگوں کو ظہر کی نماز کے لیے جلدی آنے کے ثواب کا علم ہوتا تو دوڑتے ہوئے آتے اور عشا کی نماز کے لیے آنے کے ثواب کا پتہ ہوتا تو گھٹنوں اور کہنیوں کے بل چل کر بھی مسجد میں پہنچ جائیں مطلب یہ کہ یہ نمازیں اتنی بلند مرتبت اور نمازی کے حق میں باعث اجر و ثواب ہیں کہ اگر لوگ چل کر مسجد میں نہ آسکتے تو گھسٹتے ہوئے بھی پہنچ جاتے تاکہ ان نمازوں کے ثواب سے محروم نہ رہیں۔

حاکم وقت کی اطاعت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَیْكَ السَّمْعَ وَالطَّاعَۃَ فِیْ عُسْرِكَ وَیُسْرِكَ وَنَشْطِكَ وَ مَكْرِھِكَ وَ اَثَرَۃٍ عَلَیْكَ وَ قَالَ قُتَیْبَۃُ الطَّاعَۃُ وَ لَمْ یَقُلِ السَّمْعَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۸۱)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے آپ پر سُننا اور اطاعت کرنا لازم پکڑو خواہ تنگی ہو یا آسانی، ناگواری کی حالت ہو یا شکل کی، یا تم پر کسی کو ترجیح دی گئی ہو، ہر حالت میں حاکم وقت کی اطاعت بجالاؤ۔ مسلم شریف کی روایت میں حضور علیہ السلام نے اس مسئلہ کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ اگر حاکم معروف بات کا حکم دے تو اس کی تعمیل کرو خواہ تمہارا جی مانتا ہو یا نہ مانتا ہو۔ اور خواہ مشقت اٹھانی پڑے یا آسانی سے تعمیل حکم ہو جائے۔ اور اگر حاکم اللہ کے دین اور شریعت کے خلاف کوئی حکم دے فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَۃَ تو پھر نہ اس کی بات سنو اور اسکی اطاعت کرو۔ بلکہ ایسی بات سے بچنے کی کوشش کرو۔ کیونکہ یہ ایک عام اصول ہے۔ اِنَّمَا الطَّاعَۃُ فِی الْمَعْرُوْفِ۔ کہ اطاعت نیکی کے کام میں ہی ہو سکتی ہے خلاف شرع کام میں تعمیل حکم نہیں ہو سکتی۔

کھانے میں خادم کی شرکت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ یُخْبِرُھُمْ ذَالِکَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَفٰی اَحَدَکُمْ خَادِمُہٗ صُنْعَۃَ طَعَامِہٖ وَکَفَاہُ حَرَّہٗ وَ دُخَانَہٗ فَلْیُجْلِسْہُ مَعَہٗ فَلْیَاْکُلْ فَاِنْ اَبٰی فَلْیَاْخُذْ لُقْمَۃً ...... الخ (مسند احمد طبع بیروت صفحہ ۲۹۹، ج ۲)

حضرت ابو ہریرہ رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی شخص کا خادم تمہارے لیے کھانا تیار کرے جب کہ اس نے اس کام کے لیے چولہے کی گرمی اور اس کا دھواں بھی برداشت کیا ہے بڑی محنت سے کھانا تیار کیا ہے تو تمہیں چاہیئے کہ کھانا کھاتے وقت اس کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاؤ۔ بعض اوقات مہمانوں کی آمد یا کھانے کی کمی کی وجہ سے خادم کو ساتھ بٹھا کر کھلانے کی گنجائش نہیں ہوتی تو ایسی صورت میں بھی اسے بالکل محروم نہ کرو بلکہ حسب گنجائش ایک دو لقمے ہی اچھے کھانے میں سے دے دو تاکہ اس کی حوصلہ افزائی ہو۔ اس سے اللہ بھی راضی ہوگا اور خادم میں بھی تمہارے لیے مزید جذبہ خدمت کا پیدا ہوگا۔

ایک بیش قیمت دعا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتُحِبُّوْنَ اَنْ تَجْتَهِدُوْا فِی الدُّعَاءِ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ اَعِنَّا عَلٰی شُکْرِكَ وَذِکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۹)

حضرت ابوہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم پسند کرتے ہو کہ دعا میں بہت زیادہ کوشش کرو یعنی چاہو کہ تمہاری دعا کو زیادہ شرف قبولیت حاصل ہو، تو اس طرح دعا کیا کرو۔ اَللّٰهُمَّ اَعِنَّا عَلٰی شُکْرِكَ وَذِکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ ۔ اے اللہ! ہمیں توفیق دے کہ ہم تیرا ذکر کریں، تیرا شکر ادا کریں اور اچھے طریقے سے تیری عبادت کر سکیں۔ یہ بہترین دعا ہے جس کو اللہ تعالےٰ کے ہاں زیادہ قبولیت حاصل ہوتی ہے یہاں پر جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ بعض روایات میں صیغہ واحد بھی آیا ہے یعنی اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی شُکْرِكَ وَذِکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ ۔ اے اللہ مجھے اپنا شکر کرنے، اپنا ذکر کرنے اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔

⋆

نماز کا سکون خراب کرنے والی چیزیں

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ تَقْطَعُ الصَّلٰوۃَ الْمَرْاَۃُ وَالْکَلْبُ وَالْحِمَارُ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۹)

حضرت ابوہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان مبارک ہے کہ نماز کے سکون کو قطع کرنے والی تین چیزیں ہیں یعنی عورت، کُتّا اور گدھا۔ جب ان میں سے کوئی چیز نمازی کے آگے سے گزر جائے تو نمازی کا سکون اور اطمینان ضائع ہو جاتا ہے۔ مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ عورت کے نمازی کے آگے سے گزرنے سے اس کے دل میں وسوسے پیدا ہو سکتے ہیں۔ کتا ایک بدتمیز جانور ہے اس کے گزرنے سے بھی سکون خراب ہوتا ہے۔ اسی طرح گدھا ایک بے ڈھنگا اور بیوقوف جانور ہے وہ بھی نماز میں بے سکونی پیدا کرتا ہے۔ اسی لیے حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اگر کھلی جگہ میں نماز پڑھنا چاہو تو اپنے سامنے سترہ رکھ لیا کرو تاکہ سامنے سے گزرنے والی کوئی چیز نظر نہ آئے۔ بہتر یہ ہے کہ آڑ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

شراب نوشی پر سزا کا حکم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِضْرِبُوْهُ قَالَ فَمِنَّا الضَّارِبُ بِیَدِهٖ وَمِنَّا الضَّارِبُ بِنَعْلِهٖ وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهٖ ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۰)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں ایک شخص کو لایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس شخص کو مارو۔ چنانچہ ہم میں سے کسی نے اس کو ہاتھ سے مارا، کسی نے جوتے سے مرمت کی اور کسی نے کپڑے کو بل دے کر اس سے مارا۔ پھر جب فارغ ہوئے تو ایک شخص نے کہا اَخْزَاكَ اللّٰهُ اللہ تجھے رسوا کرے، تم نے شراب نوشی کیوں کی۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا ایسی بات مت کرو کیوں کہ ایسا کر کے تم شیطان کی مدد کر رہے ہو۔ اس کی بجائے یوں کہو رَحِمَكَ اللّٰهُ اللہ تجھ پر رحم کرے کیونکہ تم نے غلطی کر کے اس کی سزا پائی ہے۔ فرمایا ایسے شخص کے لیے رسوائی یا ذلت کی دعا کرنا شیطان کی مدد کرنا ہے۔ لہٰذا اس موقع پر بخشش کی دعا مانگنی چاہیئے یہ ابتدائی دور کا واقعہ ہے۔ بعد میں شراب نوشی کی حد چالیس یا اسی درّے مقرر ہو گئی۔ دونوں روایات ملتی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے شرابی کی حد اسی درّے پر صاد کیا ہے۔

★

گداگری حرام ہے

عَنْ قَيْسٍ قَالَ نَزَلَ عَلَيْنَا أَبُو هُرَيْرَةَ بِالْكُوفَةِ قَالَ فَبَيْنَهُ وَ بَيْنَ مَوْلَانَا قَرَابَةٌ قَالَ سُفْيَانُ وَ هُوَ مَوْلَى الْأَحْمَسِ فَاجْتَمَعَتْ أَحْمَسُ قَالَ قَيْسٌ فَأَتَيْنَا نُسَلِّمُ عَلَيْهِ...الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۰)

قیس سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کوفے میں آئے۔ وہاں پر بعض لوگوں کی آپ کے ساتھ رشتہ داری تھی آپ کی برادری کے لوگ تھے یہ لوگ حضرت ابوہریرہؓ کے پاس آئے انہوں نے کہا حضرت! یہ لوگ آپ کے پاس آئے ہیں۔ ان کا ایک مقصد تو آپ کو سلام کرنا ہے اور دوسرا یہ کہ آپ ان کو حضور علیہ السلام کی کوئی حدیث سنائیں حضرت ابوہریرہؓ نے کہا مَرْحَبًا بِهِمْ وَ أَهْلًا یعنی آنے والوں کو خوش آمدید کہا اور پھر فرمایا۔
صَحِبْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ سِنِينَ میں حضور علیہ السلام کی رفاقت میں تین سال رہا ہوں بلکہ کچھ عرصہ زیادہ۔ میں حضور علیہ السلام کی حدیث سن کر یاد کرنے میں زیادہ حریص تھا۔ تو میں نے اللہ کے رسول کی زبان مبارک سے یہ بات سُنی ہے آپ نے فرمایا۔ وَاللّٰهِ لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلًا اللہ کی قسم تم میں سے کوئی شخص رسّی لے اور جنگل سے لکڑیاں اکٹھی کر کے اپنی پشت پر اٹھائے اور پھر بازار میں لا کر ان کو فروخت کرے اور پھر اس کی یافت میں سے کچھ صدقہ بھی کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ وہ کسی مالدار آدمی کے سامنے جا کر ہاتھ پھیلائے کیونکہ یہ تو دینے والے کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ دیتا ہے یا نہیں۔

مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ تین قسم کے آدمیوں کے سوا کسی کے لیے مانگنا روا نہیں ہے ایک وہ شخص جس پر کوئی تاوان پڑ گیا ہو۔ دوسرا وہ جس کا مال کسی آفت طوفان، زلزلہ وغیرہ میں ضائع ہو گیا ہو، یا جس کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ ہو اور اسے فاقے آ رہے ہوں۔

ان تین اقسام کے علاوہ جو شخص سوال کر کے کھائیگا وہ حرام کھائیگا اس سے بہتر ہے کہ مشقت کرے، جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور انہیں فروخت کر کے اپنی ضروریات پوری کرے۔

اس حدیث مبارکہ میں امت کے لیے بڑی تعلیم ہے۔ باوجود اس کے کہ ہمارے دین میں گداگری حرام ہے۔ مگر امت کا ایک تہائی حصہ بھکاری بن چکا ہے۔ بہت سے ممالک میں کوئی غیر مسلم بھیک نہیں مانگتا مگر مسلمان ہیں کہ گداگری کو بطور پیشہ اختیار کر رکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان حکومتوں کا انتظام درست نہیں ہے وہ عیاشی، فحاشی اور کھیل تماشے میں تو بے دریغ رقوم صرف کرتے ہیں مگر غرباء کی حالت بہتر بنانے کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے جس کی وجہ سے وہ بھیک مانگنے کے علاوہ کوئی دوسرا پیشہ اختیار نہیں کرتے۔ مسلمان حکومت کا فرض ہے کہ ہر فرد کی معیشت کے لیے کچھ نہ کچھ انتظام کرے۔

اسی مجلس میں حضرت ابوہریرہؓ نے حضور علیہ السلام کی یہ حدیث بھی سنائی کہ آپ نے فرمایا، قیامت سے پہلے بڑی پریشانیاں آئیں گی اور تمہاری جنگ ایسے لوگوں کے ساتھ بھی ہوگی جن کے جوتے بالوں کے بنے ہوتے ہوں گے اور چہرے ڈھالوں کی طرح چپٹے ہوں گے۔ یہ چینی، روسی، منگول اور ترک لوگوں کی علامات ہیں۔ ان کے ساتھ جنگیں پہلے بھی ہو چکی ہیں اور آئندہ بھی ہوں گی۔ برفانی علاقوں میں بالوں کے بنے ہوتے جوتے پہنے جاتے ہیں۔

بہرحال یہ دو حدیثیں حضرت ابوہریرہؓ نے اپنے رشتہ داروں کے سامنے کوفہ میں بیان کیں۔

انسان کی ناشکرگزاری کا شکوہ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَقُوْلُ اللّٰہُ اِسْتَقْرَضْتُ عَبْدِیْ فَلَمْ یُقْرِضْنِیْ وَیَشْتِمُنِیْ عَبْدِیْ وَھُوَ لَا یَدْرِیْ یَقُوْلُ وَادَھْرَاہُ وَادَھْرَاہُ وَاَنَا الدَّھْرُ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۰)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندے سے قرض طلب کیا مگر اس نے مجھے قرض نہ دیا نیز یہ کہ میرا بندہ مجھے گالیاں دیتا ہے۔ اور وہ نہیں جانتا وہ کہتا ہے، ہائے زمانہ، ہائے زمانہ حالانکہ زمانے کے تمام تصرفات تو میرے قبضہ میں ہیں۔

یہ حدیث قدسی کہلاتی ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی جانب سے بات نقل فرماتے ہیں تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شکوہ بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے بندے سے قرض طلب کیا تھا مگر اس نے نہیں دیا۔ اس قرض سے مراد وہ قرض نہیں ہے جو بندے ایک دوسرے سے طلب کرتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ تو خود خالق، مالک، رازق اور ہر چیز پر قادر اور متصرف ہے، اسے اپنے بندوں سے قرض لینے کی کیا ضرورت ہے؟ دراصل اللہ کو قرض دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی راہ میں مستحقین پر خرچ کیا جائے۔ جس کو صدقات کا نام دیا گیا ہے۔ قرض کی اصطلاح قرآن پاک میں بھی بیان ہوئی ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ جو شخص اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دے تو اللہ تعالیٰ اسے بڑھا چڑھا کر بدلہ عطا کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندے سے قرض طلب کیا یعنی اسے غریبوں اور محتاجوں پر خرچ کرنے کے لیے کہا مگر وہ میری راہ میں خرچ کرنے کی بجائے رسومات باطلہ اور عیاشی و فحاشی پر خرچ کرتا رہا اور مجھے قرض نہ دیا۔

پھر فرمایا کہ بندہ مجھے گالیاں دیتا ہے مگر وہ سمجھتا نہیں کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ اسے جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو زمانے کو برا بھلا کہتا ہے ہائے زمانہ، ہائے زمانہ حالانکہ فرمایا کہ زمانہ تو میں ہوں یعنی زمانے کے تمام تغیر و تبدلات اور تصرفات تو میرے قبضہ میں ہیں۔ لہٰذا زمانے کو بُرا بھلا کہنا مجھے گالی دینے کے مترادف ہے۔ اس حدیث قدسی میں اللہ نے انسان کی ناشکرگزاری کا شکوہ بیان کیا ہے۔

قرآن کا حق

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ اَلْمِرَاءُ فِی الْقُرْاٰنِ كُفْرٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَمَا عَرَفْتُمْ مِنْهُ فَاعْمَلُوْا وَمَا جَهِلْتُمْ مِنْهُ فَرُدُّوْهُ اِلٰى عَالِمِهٖ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۰)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن پاک سات حروف پر نازل ہوا۔ اس قرآن کی آیات میں جھگڑا کرنا یعنی اس سے اپنی مرضی کا مطلب نکالنا اور دوسروں کے ساتھ الجھنا کفر کی بات ہے۔ آپ نے یہ جملہ تین دفعہ فرمایا۔ حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ اس قرآن کریم میں سے تم جو کچھ جانتے ہو اس پر عمل کرو اور جس چیز کو نہیں جانتے اس کو جاننے والے کی طرف لوٹا دو تاکہ وہ تمہیں اس کا مطلب سمجھا دے خود بخود اپنی طرف سے مطلب نکالنا گویا قرآن میں جھگڑا کرنا ہے اور یہ کفر کی بات ہے۔

دوران سفر روزے کا اجر

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ زَحْزَحَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ عَنِ النَّارِ بِذٰلِكَ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۰)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اللہ کے راستے میں روزہ رکھا یعنی وہ جہاد کے سفر پر جا رہا ہے اور روزے سے ہے اس سے نفلی روزہ مراد ہے۔ تو فرمایا کہ اس ایک روزے کے بدلے اللہ تعالےٰ اس روزے دار کے چہرے کو دوزخ سے ستر سال کی مسافت کے برابر دور رکھے گا۔ اللہ کے راستے میں سفر کے دوران نفلی روزہ کا اس قدر اجر ہے۔ اس سے آپ فرضی روزے کے ثواب کا اندازہ لگالیں کہ وہ کس قدر ہوگا۔

* * *

مختلف نمازوں میں قرائت کی مقدار

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ قَالَ مَا صَلَّیْتُ وَرَآءَ اَحَدٍ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَشْبَهَ صَلَاةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فُلَانٍ .... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۰)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے بعد میں نے فلاں شخص کے علاوہ کسی کے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ زیادہ مشابہ نماز نہیں پڑھی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخصیت حضرت عمر بن عبد العزیزؒ تھے یا کوئی اور بزرگ تھے جن کی نماز حضور علیہ السلام کی نماز کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مشابہت رکھتی تھی۔ فرمایا ان کی نماز میں یہ خوبی تھی کہ وہ ظہر کی پہلی دو رکعتیں لمبی کرتے تھے اور پچھلی دو رکعتوں کو مختصر کرتے تھے۔ وَیُخَفِّفُ الْعَصْرَ اور عصر کو مختصر پڑھتے تھے مغرب کی نماز میں آپ قصار مفصل یعنی چھوٹی سورتیں تلاوت کرتے اور عشاء کی نماز میں اوساط المفصل یعنی سورۃ بروج تا لَمْ یَکُنْ تک والی درمیانہ سورتیں پڑھتے نیز آپ صبح کی نماز میں طوال المفصل یعنی سورۃ حجرات سے سورۃ بروج تک کی لمبی سورتیں تلاوت کرتے تھے۔

★

حسنِ سلوک کی برکات

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ لِیْ قَرَابَۃً اَصِلُھُمْ وَ یَقْطَعُوْنَ وَ اُحْسِنُ اِلَیْھِمْ وَ یُسِیْئُوْنَ اِلَیَّ وَ اَحْلُمُ عَنْھُمْ وَ یَجْھَلُوْنَ اِلَیَّ .... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۰)

حضرت ابوہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا حضور! میرے کچھ قرابتدار ہیں جن کے ساتھ میں صلہ رحمی کرتا ہوں مگر وہ میرے ساتھ قطع رحمی کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ نیکی کا سلوک کرتا ہوں مگر وہ میرے ساتھ برائی کا سلوک کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ بردباری کے ساتھ پیش آتا ہوں مگر وہ میرے ساتھ جہالت کا مظاہرہ کرتے ہیں یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہاری یہ بات درست ہے فَکَاَنَّمَا تُسِفُّھُمُ الْمَلَّ تو یوں سمجھ لو گویا تم ان کے منہ میں گرم ریت یا راکھ ڈال رہے ہو۔ وَلَا یَزَالُ مَعَکَ مِنَ اللّٰہِ ظَھِیْرٌ عَلَیْھِمْ مَا دُمْتَ عَلٰی ذٰلِکَ اور جب تک تم اس حالت پر قائم رہو گے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ تمہارے لیے مدد آئے گی اور اگر تم انتقامی کارروائی کرنے لگو گے تو اللہ کی مدد اٹھ جائیگی۔

★

اہل قبور کے لیے دعائیں

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ اَتَی الْمَقْبَرَۃَ فَسَلَّمَ عَلٰی اَھْلِ الْمَقْبَرَۃِ فَقَالَ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۰)

حضرت ابوہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ قبرستان میں تشریف لے گئے اور وہاں پر مدفون لوگوں کو اس طرح سلام کیا سَلَامٌ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ۔ اے مومنین کے گھر کے باشندو! تم پر سلام ہو، ہم بھی انشاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں. ظاہر ہے کہ یہ دعا مسلمانوں کے قبرستان میں جاکر مانگی جاسکتی ہے، غیر مسلموں کے لیے یہ دعا روا نہیں ہے. قبرستان میں دعا کرنے سے متعلق مختلف احادیث میں مختلف الفاظ آتے ہیں مثلاً اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ۔ کے الفاظ بھی ہیں یعنی اے اہل قبور تم پر سلامتی ہو۔ اس کے علاوہ یہ الفاظ بھی آتے ہیں۔ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَ اِنَّا تَبَعٌ لَّکُمْ تم ہم سے پہلے یہاں پہنچ چکے ہو اور ہم پیچھے آنے والے ہیں۔

پھر حضور علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ وَدِدْتُ اَنَّا قَدْ رَاَیْنَا اِخْوَانَنَا میں پسند کرتا ہوں کاش کہ میں نے اپنے بھائیوں کو دیکھا ہوتا. صحابہؓ نے عرض کیا، حضور! اَلَسْنَا بِاِخْوَانِكَ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں فرمایا. اَنْتُمْ اَصْحَابِیْ تم تو میرے ساتھی ہو۔ وَاِخْوَانِی الَّذِیْنَ لَمْ یَاْتُوْا بَعْدُ اور میرے بھائی وہ ہیں جو ابھی دنیا میں نہیں آتے بلکہ بعد میں آئیں گے۔ وَ اَنَا فَرَطُھُمْ عَلَی الْحَوْضِ. اور میں حوض کوثر پر ان سے پہلے موجود ہوں گا۔ لوگوں نے عرض کیا حضور! آپ اپنی امت کے ان

لوگوں کو کیسے پہچانیں گے جو ابھی دنیا میں بھی نہیں آئے آپ نے فرمایا دیکھو اگر کسی شخص کے پاس پانچ کلیان گھوڑے ہوں یعنی ان کی پیشانی اور پاؤں کا رنگ جسم کے باقی حصے سے مختلف ہو تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو نہیں پہچان سکے گا؟ لوگوں نے عرض کیا حضور! کیوں نہیں وہ پہچان لے گا۔ فرمایا میری امت کے لوگوں کا بھی یہی حال ہوگا یَأْتُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ غُرًّا مُّحَجَّلِیْنَ مِنْ اَثَرِ الْوُضُوْءِ ان کے اعضائے وضو بالکل روشن ہوں گے جس کی وجہ سے میں ان کو پہچان لونگا۔ دور سے پتہ چلے گا کہ یہ نبی آخر الزمان کی امت کا آدمی ہے۔

حضور علیہ السلام نے مزید فرمایا اَلَا لَیُذَادَنَّ رِجَالٌ مِّنْکُمْ عَنْ حَوْضِیْ کَمَا یُذَادُ الْبَعِیْرُ الضَّالُّ سنو! کچھ لوگ میرے حوض کوثر سے اس طرح ہٹا دیئے جائیں گے جیسے کوئی بھٹکا ہوا اونٹ کسی شخص کے حوض پر پانی پینے کے لیے آجاتے تو وہ اسے ڈنڈے مار کر بھگا دیتا ہے وہ پانی اس کے اپنے اونٹوں کے لیے ہوتا ہے اور وہ دوسرے اونٹوں کو وہاں سے پانی نہیں دیتا۔ مطلب یہ کہ کچھ لوگ میرے حوض کوثر کی طرف آئیں گے مگر فرشتے انہیں مار کر بھگا دیں گے اور پانی کے قریب نہیں آنے دیں گے اُنَادِیْہِمْ اَلَا ھَلُمَّ میں کہوں گا یہ تو میرے ساتھی معلوم ہوتے ہیں ان کو میرے قریب آنے سے کیوں روکتے ہو تو ادھر سے جواب آئیگا اِنَّھُمْ بَدَّلُوْا بَعْدَکَ حضور! انہوں نے آپ کے بعد دین کو بگاڑ دیا اس لیے ہم انہیں حوض کوثر پر آنے سے روک رہے ہیں۔ یہ سن کر میں کہوں گا سُحْقًا سُحْقًا ان کو مجھ سے دور ہی کردو۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ فرشتے عرض کریں گے۔ اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ حضور آپ کو پتہ نہیں انہوں نے آپ کے بعد دین میں کتنی بدعات جاری کیں۔ فرمایا ایسے لوگوں کو میں قریب نہیں آنے دونگا۔

ایک نیکی کا لاکھوں گنا اجر

عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ النَّھْدِیِّ قَالَ اَتَیْتُ اَبَا ھُرَیْرَۃَ فَقُلْتُ لَہٗ اِنَّہٗ بَلَغَنِیْ اَنَّکَ تَقُوْلُ اِنَّ الْحَسَنَۃَ تُضَاعَفُ اَلْفَ اَلْفِ حَسَنَۃٍ قَالَ وَمَا اَعْجَبَکَ مِنْ ذٰلِکَ فَوَاللّٰہِ لَقَدْ سَمِعْتُ یَعْنِیْ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَذَا قَالَ اَبِیْ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ لَیُضَاعِفُ الْحَسَنَۃَ اَلْفَیْ اَلْفِ حَسَنَۃٍ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۶)

حضرت ابو عثمان نہدیؒ تابعین میں سے ہیں۔ حضورؐ کے زمانہ مبارک میں جوان تھے مگر آپکی خدمت میں حاضر نہیں ہوسکے لہٰذا انہیں صحابیت کا درجہ حاصل نہیں ہوا یہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ گنا ملتا ہے، کیا یہ درست ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا اس میں کونسی تعجب کی بات ہے۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ بھی سنا ہے کہ بعض اوقات اللہ تعالےٰ ایک نیکی کا اجر دو لاکھ گنا بھی عطا کرتا ہے جب کہ کسی کا ایمان خالص اور نیت اچھی ہو کیونکہ فرمانِ خداوندی ہے فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً (البقرہ - ۲۴۵) اللہ تعالےٰ اسے کئی گنا زیادہ عطا فرماتا ہے لہٰذا ایک لاکھ گنا اجر ملنا کوئی عجیب بات تو نہیں ہے۔

مومن غربا کی اغنیا پر برتری

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْخُلُ فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِیَاءِهِمْ بِخَمْسِ مِائَةِ عَامٍ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۶)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً ایمان والوں میں فقراء یعنی غریب لوگ مالداروں کی نسبت پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے ظاہر ہے کہ صاحبِ دولت لوگوں کا حساب کتاب لمبا ہو گا اور اس کے لیے زیادہ وقت درکار ہو گا اس کے برخلاف غرباء کے پاس مال ہی نہیں ہو گا تو ان کا حساب کتاب بھی زیادہ وقت نہیں لیگا۔ اور پھر ان کا جلد فیصلہ ہو کر جنت میں داخلے کا حکم ہو جائیگا۔ اس طرح وہ امیروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں چلے جائیں گے اور حدیث مبارک سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ فقیر مومنوں کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیئے بلکہ انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے۔

اہلِ فارس کے مناقب

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُهُ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ کَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَیَّا لَتَنَاوَلَهُ اُنَاسٌ مِّنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۶ / ۲۹۷)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر علم ثریا ستارے کے پاس بھی ہو تو فارس کے کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو علم کو وہاں سے بھی اتار لائیں گے اور لوگوں کو اس علم سے مستفید کریں گے۔ فارس سے مراد ایران اور خراساں وغیرہ کا علاقہ ہے یہاں بڑے بڑے صاحبِ علم لوگ پیدا ہوتے رہیں جن میں امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ امام مسلم نیشاپوریؒ اور امام ترمذیؒ ترمذ کے رہنے والے تھے۔ یہ دونوں مقامات خراسان میں واقع ہیں۔ ان لوگوں نے علم کی بڑی خدمت کی ہے سب سے زیادہ شہرت امام ابوحنیفہؒ کو حاصل ہوئی جنہوں نے قرآن و سنت کا نچوڑ نکال کر امت کے سامنے پیش کر دیا اور اسے قانونی شکل دے کر امت کے لیے آسانی پیدا کر دی اس کاوش کو ہر ذہن کے لوگوں نے قبول کیا جس پر حکومت اور عوام دونوں عمل کر سکتے ہیں۔

شہید کا مقام

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ قَالَ ذُکِرَ الشَّهِیْدُ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَجِفُّ الْاَرْضُ مِنْ دَمِ الشَّهِیْدِ حَتّٰی یَبْتَدِرُهٗ زَوْجَتَاهُ کَاَنَّهُمَا ظِئْرَانِ اَظَلَّتَا اَوْ اَضَلَّتَا فَصِیْلَیْهِمَا بِبَرَاحٍ مِّنَ الْاَرْضِ بِیَدِ کُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا حُلَّةٌ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۷)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہید کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ شہید کا خون زمین پر خشک نہیں ہوتا مگر اس کی دو بیویاں جو مثل دو دایوں یا دو اونٹنیوں کے جنہوں نے اپنا بچہ گم کر دیا ہو اس کی منتظر ہوتی ہیں جیسا کہ کسی چٹیل میدان میں کسی آدمی کے اونٹ کا ٹوڈا گم ہو جائے جس طرح وہ تلاش میں بے چین ہوتا ہے اس طرح شہید کی دو بیویاں اس کی منتظر ہوتی ہیں اور دونوں کے ہاتھوں میں ایک ایک سوٹ ہوتا ہے جس کی قیمت ساری دنیا اور اس کا ساز و سامان ادا نہیں کر سکتے۔ اللہ کی راہ میں جان قربان کرنے والے کی اس قدر پذیرائی ہوتی ہے۔

اچھا گمان اچھی عبادت ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ حُسْنَ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَۃِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۷)

حضرت ابوہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا گمان ایک اچھی عبادت ہے مطلب یہ کہ اللہ تعالےٰ کے متعلق اچھا گمان کرنا کہ وہ غفور ہے رحیم ہے کریم ہے، توبہ قبول کرنے والا ہے، عادل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اچھی عبادت کرنے کے مترادف ہے۔ ہر شخص کے دل میں اللہ کی ذات کے متعلق اور اہل ایمان کے بارے میں ہمیشہ اچھا گمان ہی ہونا چاہیئے کسی کے متعلق بدگمانی نہیں ہونی چاہیئے اچھا گمان ایک اچھی عبادت ہے۔

کلام کرنے میں احتیاط کی ضرورت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ لَا یُرِیْدُ بِهَا بَاْسًا یَهْوِیْ بِهَا سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا فِی النَّارِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۷)

حضرت ابوہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض اوقات انسان اپنی زبان سے ایسا کلمہ ادا کرتا ہے جسے وہ معمولی خیال کرتا ہے مگر اللہ کے ہاں وہ کلمہ سخت ناپسندیدہ ہوتا ہے حتیٰ کہ اس ایک کلمہ کی وجہ سے وہ شخص دوزخ میں ستر سال کی مسافت پر نچلے طبقے میں پہنچ جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ کلام کرتے وقت ہمیشہ محتاط ہو کر بات کرنی چاہیئے تاکہ نادانستگی میں کوئی ناپسندیدہ کلمہ زبان سے نہ نکل جائے جس سے آدمی کی عاقبت ہی خراب ہو جائے۔

عورت کیلئے مسجد جاتے وقت خوشبو لگانے کی ممانعت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ لَقِیَ امْرَاَةً فَوَجَدَ مِنْهَا رِیْحَ اَعْصَارٍ طَیِّبَةٍ فَقَالَ لَهَا اَبُوْ هُرَیْرَةَ آلْمَسْجِدَ تُرِیْدِیْنَ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ وَلَهٗ تَطَیَّبْتِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنِ امْرَاَةٍ تَطَیَّبَتْ لِلْمَسْجِدِ فَیَقْبَلُ اللّٰهُ لَهَا صَلَاةً حَتّٰی تَغْتَسِلَ مِنْهُ اغْتِسَالَهَا مِنَ الْجَنَابَةِ فَاذْهَبِیْ فَاغْتَسِلِیْ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۷)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ راستہ چلتے انہیں ایک عورت ملی جس سے آپ نے عمدہ قسم کی خوشبو محسوس کی۔ آپ نے اس عورت سے کہا کیا آپ مسجد میں جا رہی ہیں؟ اس نے کہا ہاں پھر پوچھا کیا آپ نے یہ خوشبو وہاں جانے کے لیے استعمال کی ہے تو عورت نے کہا ہاں۔ اس پر حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو عورت مسجد میں جانے کے لیے خوشبو لگاتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں کرتا یہاں تک کہ وہ اچھی طرح غسل کر کے جس طرح جنابت کے لیے غسل کیا جاتا ہے خوشبو کے اثر کو زائل نہ کر دے مطلب یہ کہ ایسی عورت اس طرح غسل کرے جس طرح جنابت سے طہارت حاصل کرنے کے لیے کیا جاتا ہے پھر حضرت ابوہریرہؓ نے اس عورت کو کہا کہ وہ گھر واپس جا کر اچھی طرح غسل کرے جس سے خوشبو کا اثر دور ہو جائے۔ اس کے بعد آ کر نماز پڑھے ورنہ اس کی نماز اللہ کے ہاں قبول نہیں ہو گی۔

عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت ہے بشرطیکہ وہ اپنے خاوند یا سرپرست سے اس کی اجازت لے لیں۔ حضور علیہ السلام کا یہ بھی فرمان ہے کہ جب عورت مسجد میں جانے کے لیے اجازت طلب کرے تو اس کو اجازت دے دیا کرو کیونکہ اس کے لیے

بغیر اجازت مسجد میں جانا روا نہیں ہے۔ عورت کے لیے مسجد میں جا کر نماز پڑھنا جائز ہے مگر افضل نہیں ہے کیونکہ عورتوں کے لیے نماز پنجگانہ، نماز جمعہ یا نماز عیدین کے لیے حاضری فرض نہیں ہے۔ تاہم اگر وہ مسجد میں جانا ہی چاہے تو بھڑکیلا لباس نہ پہنے، نہ خوشبو لگائے تاکہ لوگوں کے لیے فتنہ نہ بنے، بلکہ سادگی کے ساتھ نہایت باوقار طریقے سے مسجد میں جائے۔ عورتوں کو مردوں کی صف میں بھی شامل ہونے کی اجازت نہیں ہے بلکہ پیچھے اپنی الگ صف بنائیں۔

حاکم اور محکوم کے حقوق

عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ قَالَ قَاعَدْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ خَمْسَ سِنِيْنَ فَسَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ كَانَتْ تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَ نَبِيٌّ وَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ ......الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۷)

ابو حازمؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ پانچ سال تک رہا ہیں نے انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالہ سے یہ کہتے ہوتے سنا کہ بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء علیہم السلام چلاتے تھے جب ایک نبی دنیا سے رخصت ہو جاتا تو اس کی جگہ اللہ تعالیٰ دوسرا نبی مبعوث فرما دیتا۔ جو ان کی راہنمائی کرتا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت کا حال یہ ہے کہ اب میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا لہٰذا میرے بعد اِنَّهُ سَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ سیاست کرنے والے خلفاء ہوں گے جو یکے بعد دیگرے کثرت سے ہوں گے لوگوں نے عرض کیا فَمَا تَأْمُرُنَا آپ اس معاملے میں ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر ایک وقت میں ایک خلیفہ کی بیعت کی ہے اور پھر دوسرا خلیفہ آکر بگاڑ پیدا کرنا چاہے تو پہلے خلیفہ کی بات کو پورا رکھو اور فتنہ پرداز کا ساتھ نہ دو۔ جن لوگوں کا حق اللہ نے تمہارے ذمہ لگایا ہے اس کو پورا کرو اور خلفاء کا حق یہ ہے کہ وہ اچھا کام کرنے کا حکم دیں۔ تو لوگ ان کی تعمیل کریں اور ان کی اطاعت کریں۔ اور جو تمہارا حق ان کے ذمے ہے فَإِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا جن کو اس نے راعی بنایا۔ اگر حاکم اپنے محکوموں پر زیادتی کا ارتکاب کریں گے تو اللہ تعالیٰ خود ان کی گرفت کریں گا۔ تاہم تمہارا فرض ہے کہ تم ان

کا حق ادا کرو۔ اور اپنا حق طلب کرو۔ اگر وہ یہ حق ادا نہیں کرتے تو شر پیدا نہ کرو کیونکہ اللہ تعالےٰ خود ان سے ان کی ذمّہ داریوں کے متعلق پوچھے گا۔

صبح شام پڑھنے کی دعا

عَمْرُ بْنُ عَاصِمٍ يُحَدِّثُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ اَقُوْلُهُ اِذَا اَصْبَحْتُ وَاِذَا اَمْسَيْتُ......الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۷)

عمر بن عاصمؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہؓ سے حضور علیہ السلام کے متعلق یہ کہتے ہوئے سنا کہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، حضور! مجھے کوئی دعا ایسی سکھا دیں جو صبح شام پڑھا کروں۔ اس پر آپ نے یہ دعا سکھائی۔ اَللّٰهُمَّ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيْكَهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَشَرِّ الشَّيْطٰنِ وَشِرْكِهِ۔ اے اللہ! جو غیب اور شہادت کا جاننے والا ہے آسمان وزمین کا خالق ہے اور ہر چیز کا پروردگار ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور میں تیری ذات کے ساتھ اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر سے اور اس کے شرک سے پناہ چاہتا ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ یہ دعا صبح شام پڑھ لیا کرو اور رات کو سوتے وقت بھی۔

تنگدستی کی خوراک

قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ مَا كَانَ لَنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامٌ اِلَّا الْاَسْوَدَيْنِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ.

(مسند احمد طبع بیرت جلد ۲ صفحہ ۲۹۸)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارک میں ہم تنگ دستی کی حالت میں رہتے تھے اور عام طور پر ہماری خوراک نہیں ہوتی تھی مگر اسودین یعنی کھجوریں اور پانی۔ مطلب یہ ہے کہ انہی دو چیزوں پر گزر اوقات ہوتی تھی۔ لوگ کھجوریں کھا کر پانی پی لیتے اور اس طرح پیٹ کی آگ بجھا لیتے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں پر کافی تنگی تھی۔ اناج وغیرہ نہیں ملتا تھا اور لمبے عرصہ تک کھجوروں اور پانی پر گزارہ کرنا پڑتا تھا۔ البتہ بعد میں اللہ نے فراوانی پیدا کر دی۔

حضور علیہ السلام کی اپنی بیویوں سے علیحدگی

قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ هَجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءَهُ قَالَ شُعْبَةُ وَاَحْسِبُهُ قَالَ شَهْرًا اِذْ اَتَاهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ فِيْ غُرْفَةٍ .... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۸)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر حضور علیہ السلام نے اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار کرلی۔ ہجرت کے بعد چند سال گزرے تھے کہ ازواج مطہرات نے حضور سے زیادہ خرچہ کا مطالبہ کیا۔ اس بات سے آپ ناراض ہوگئے۔ انہی دنوں گھوڑے سے آپ گر کر زخمی بھی ہوگئے تھے۔ یہ علیحدگی ایک ماہ تک جاری رہی بالاخانہ میں کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی ایک چٹائی تھی جس پر لیٹتے تھے اور اس چٹائی کے نشان آپ کے جسم مبارک پر نظر آتے تھے حضرت عمرؓ آپ کی اجازت سے بالاخانہ میں گئے اور آپکے جسم پر چٹائی کے نشان دیکھ کر عرض کیا حضور! قَيْصَرُ وَكِسْرٰى يَشْرَبُوْنَ فِى الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَ اَنْتَ هٰكَذَا۔ قیصر وکسریٰ تو سونے چاندی کے برتنوں میں پانی پیتے ہیں۔ مگر اللہ کے رسول ہوتے ہوئے آپکی حالت یہ ہے کہ سونے کے لیے بستر تک دستیاب نہیں اور جسم پر چٹائی کے نشانات پڑ گئے ہیں۔ مسلم شریف کی روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا حضور! آپ دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ آپ کی امت کے لیے وسعت پیدا کردے یہ سن کر حضور علیہ السلام اٹھ کر بیٹھ گئے اور جوش کے ساتھ فرمایا، عمر کس خیال میں لگے ہوئے ہو۔ اِنَّهُمْ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِىْ حَيَاتِهِمُ الدُّنْيَا۔ ان آسودہ حال لوگوں کو اللہ نے ان کی پاکیزہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ہی جلدی دے رکھی ہیں۔ جب کہ آخرت میں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم رہیں گے اور خدا تعالیٰ

کی گرفت میں آئیں گے۔ یہ آسودگی اچھی نہیں بلکہ یہ تو جہنم کی تیاری کرنے کے مترادف ہے قرآن میں اللہ کا فرمان ہے کہ ہم نے ان کو اچھی چیزیں دنیا میں ہی دے دی ہیں اور آخرت میں یہ لوگ محروم رہیں گے۔

بہر حال اس کے بعد سورۃ احزاب نازل ہوئی جس میں اس بات کی وضاحت کی گئی تو ازواج مطہرات اپنے مطالبات سے دستبردار ہوگئیں اور معافی طلب کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالاخانے سے نیچے تشریف لے آئے جب کہ علیحدگی کو انتیس دن گزر چکے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا حضور آپ نے ایک ماہ کے لیے علیحدگی اختیار کی تھی، تو فرمایا مہینہ بسا اوقات انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

حضور علیہ السلام کا تعوذ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ جَهَنَّمَ وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۸)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ سے کثرت سے پناہ طلب کیا کرتے تھے قبر اور جہنم کے عذاب سے اور دجال کے فتنہ سے۔ حضور علیہ السلام سے تعوذ کے مختلف کلمات احادیث میں آتے ہیں مثلاً صحیحین کی روایت میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ اس طرح بھی دعا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَفِتْنَةِ النَّارِ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ...... اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں دوزخ کے عذاب سے اور دوزخ کے فتنہ سے اور قبر کے فتنہ سے اور قبر کے عذاب سے۔ آپ اس قسم کی دعائیں نماز میں اور نماز سے باہر بھی اکثر کیا کرتے تھے۔

تنگدستی کا زمانہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهُمْ اَصَابَهُمْ جُوْعٌ قَالَ وَ نَحْنُ سَبْعَةٌ فَاَعْطَانِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ لِكُلِّ اِنْسَانٍ تَمْرَةٌ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۸)

حضرت ابوہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارک میں ہم پر بڑی بھوک آئی۔ تنگدستی کا زمانہ تھا کئی کئی دن کھانے کو کچھ نہیں ملتا تھا، فاقے پر فاقے آتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ہم سات آدمی تھے بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کھجور کے سات دانے عنایت فرماتے یعنی ہر آدمی کے لیے کھجور کا ایک دانہ اور ہم اسی پر اکتفا کرتے تھے۔ تاہم بعد میں اللہ نے بڑی فراوانی عطا فرمائی لوگ خوشحال ہو گئے۔ فتوحات کا مال غنیمت تقسیم ہونے لگا۔ پھر ایک زمانہ وہ بھی آیا کہ لوگ زکوٰۃ کا مال لے کر نکلتے تھے مگر لینے والا کوئی نہیں ملتا تھا۔

جنّت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ

قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ اَلَا اُعَلِّمُكَ قَالَ هَاشِمٌ اَفَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى كَلِمَةٍ كَنْزِ الْجَنَّةِ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ يَقُوْلُ اَسْلَمَ عَبْدِىْ وَاسْتَسْلَمَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۸)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کیا میں تجھے ایسا کلمہ نہ سکھاؤں یا کیا میں ایسے کلمہ کی طرف تیری رہنمائی نہ کروں جو عرش کے نیچے جنّت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے فرمایا وہ کلمہ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ہے دوسری روایت میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کے الفاظ بھی آتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی انسان میں نیکی کرنے یا برائی سے بچنے کی طاقت نہیں ہے مگر اللہ تعالےٰ کی توفیق سے۔ یہ کلمہ تفویض ہے، اللہ فرماتا ہے کہ میرا بندہ اسلام لایا ہے اور اس نے سارے کام میری طرف سونپ دیئے ہیں یہ انسان کو اللہ کا قرب دلانے والا کلمہ ہے قرآن میں ہے وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ (النحل - ۱۲۷) آپ صبر کریں مگر یہ توفیقِ خداوندی کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی طرح یہ کلمہ ہے کہ اللہ کی توفیق کے بغیر نہ نیکی ہو سکتی ہے اور نہ برائی سے بچا جا سکتا ہے اس کلمہ کو کثرت سے پڑھنا چاہیئے تاکہ یہ بارگاہِ الٰہی میں ہمارے حق میں سفارش کرے۔

بعض قسم کی کمائی کی ممانعت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ کَسْبِ الْحَجَّامِ وَکَسْبِ الْبَغِیِّ وَثَمَنِ الْکَلْبِ وَعَسْبِ الْفَحْلِ قَالَ وَقَالَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ ھٰذَا مِنْ کِیْسِیْ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۹)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے سینگیاں لگانے والے کی کمائی سے۔ دوسری روایت میں اس کو خبیث کمائی بھی کہا گیا ہے تاہم اس کام سے منع نہیں کیا۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زندگی میں متعدد دفعہ سینگیاں لگوائی ہیں اور اس کی اجرت بھی دی ہے۔ یہ ایک کم خرچ علاج ہے جس سے درد میں افاقہ ہو جاتا ہے بعض صورتوں میں خون نکالنا پڑتا ہے اور بعض صورتوں میں خشک سینگی بھی لگائی جاتی ہے جس سے فاسد مادہ زائل ہو جاتا ہے گندہ خون نکالنے کا ایک طریقہ پچھنے لگانا بھی ہے مگر اس سے خطرہ ہوتا ہے کہ خون کا کوئی قطرہ حلق میں نہ گر جاتے لہذا اس کو زیادہ پسند نہیں کیا گیا تاہم اس کی کمائی حرام نہیں ہے۔ ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ اگر یہ کمائی حرام ہوتی تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ سینگیاں لگواتے اور نہ اس کی اجرت دیتے، لہذا اسے مباح قرار دیا جاسکتا ہے تاہم ہر وقت خون کے ساتھ واسطہ اچھی چیز نہیں ہے۔

اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ بدکاری کی کمائی حرام ہے، کتے کی قیمت فروخت بھی ناپسندیدہ ہے ضرورت کے تحت کتا رکھنا تو جائز ہے مگر اس کی خرید و فروخت کراہیت سے خالی نہیں۔ اسی طرح جو نر جانور جفتی کے لیے دیتے ہیں ان کی کمائی کھانا بھی ناجائز ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ جس شخص کے پاس نر جانور موجود ہے وہ ضرورت مند کو دے دے مگر اس کا معاوضہ نہ لے کہ یہ خبیث کمائی ہے۔

حج ۹ھ کے موقع پر چار خصوصی اعلانات

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کُنْتُ مَعَ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ حَیْثُ بَعَثَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی اَھْلِ مَکَّۃَ بِبَرَاءَۃٍ فَقَالَ مَاکُنْتُمْ تُنَادُوْنَ قَالَ کُنَّا نُنَادِیْ اَنَّہٗ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اِلَّا مُؤْمِنٌ...... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۹)

حضرت ابوہریرۃؓ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھا جب کہ حضور علیہ السلام نے ان کو ۹ھ میں مکہ پہنچ کر چند اعلانات کرنے کا حکم دیا تھا۔ سب سے پہلا اعلان یہ تھا لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اِلَّا مُؤْمِنٌ یعنی ایماندار آدمی کے سوا کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکیگا۔ لوگوں کو شرک، کفر اور نفاق سے ڈرانا مقصود تھا کہ ان جرائم کے مرتکبین کے لیے جنت میں کوئی جگہ نہیں ہے۔

فرمایا دوسرا اعلان یہ تھا وَلَا یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ عُرْیَانٌ کوئی شخص بیت اللہ شریف کا برہنہ طواف نہیں کریگا۔ زمانہ جاہلیت میں بعض مشرکوں کو شیطان نے اس قدر بہکا دیا تھا کہ جس لباس میں وہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں وہ لباس پہن کر وہ طواف نہیں کر سکتے اس مقصد کے لیے وہ قریش کا لباس عاریتاً حاصل کر کے طواف کرتے تھے مگر یہ لباس سب زائرین کو میسر نہیں آسکتا تھا لہٰذا وہ برہنگی کی حالت میں طواف کرنے لگتے تھے۔ جیسا کہ احادیث میں آتا ہے ان کے مرد دن کے وقت اور عورتیں رات کے وقت برہنہ طواف کرتی تھیں جب ان سے کہا جاتا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو۔ تو وہ جواب دیتے کہ ایسا کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ مگر اللہ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ اللہ تعالیٰ کسی کو بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔

تیسرا اعلان یہ تھا کہ جس کسی کے ساتھ اللہ کے رسول نے کوئی معاہدہ کر رکھا ہے اسے

پورا کیا جائیگا جس کے لیے چار ماہ کی مہلت دی گئی. اس مدت کے بعد صلح کا معاہدہ ختم ہو جائیگا۔ ان چار ماہ کے دوران وہ ایمان قبول کرلیں ورنہ ان کے خلاف جنگ ناگزیر ہو جائیگی اور چوتھا اعلان یہ تھا وَلَا یَحُجَّ هٰذَا الْبَیْتَ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکے گا. حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ہم نے ان چار چیزوں کا اعلان حج کے موقع پر مکہ کی گلیوں، بازاروں، منیٰ اور عرفات میں خوب کر دیا۔

نکاح سے پہلے مرد وزن کا ایک دوسرے کو دیکھنا

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ خَطَبَ رَجُلٌ امْرَاَۃً یَعْنِیْ مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُنْظُرْ اِلَیْھَا فَاِنَّ فِیْ اَعْیُنِ الْاَنْصَارِ شَیْئًا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۹)

حضرت ابوہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں ایک شخص نے انصار کے خاندان کی ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا کہ معاملہ طے کرنے سے پہلے اس عورت کو دیکھ لو کیونکہ انصاری عورتوں کی آنکھوں میں عام طور پر خرابی پائی جاتی ہے پہلے دیکھ لینا بہتر ہے تاکہ بعد میں کوئی پریشانی نہ ہو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو نکاح سے پہلے اس کو ایک نظر دیکھ لینا کوئی بات نہیں ہے۔ فریقین ایک دوسرے کی شکل وصورت، رنگ قدبت وغیرہ سے آگاہی حاصل کرلیں تو بعد میں اعتراض کی گنجائش نہیں رہتی ہاں انگریزوں کی طرح کورٹ شپ کی اجازت نہیں کہ مرد وزن کئی کئی راتیں اکٹھے گزاریں اور پھر بعد میں نکاح کرلیں یہ بے حیائی کے زمرہ میں آتا ہے۔

مدینہ طیبہ مرکز علم ہو گا

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوْشِکُ اَنْ تَضْرِبُوْا اَوْ قَالَ سُفْیَانُ مَرَّۃً اَنْ یَّضْرِبَ النَّاسُ اَکْبَادَ الْاِبِلِ یَطْلُبُوْنَ الْعِلْمَ لَا یَجِدُوْنَ عَالِمًا اَعْلَمَ مِنْ عَالِمِ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ وَقَالَ قَوْمٌ ھُوَ الْعُمَرِیُّ قَالَ فَقَدِمُوْا مَالِکًا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۹)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انشاء اللہ ایسا وقت آئیگا کہ لوگ طلب علم کے لیے دور دراز سے اپنی سواریوں کو چلاکر مدینہ طیبہ آئیں گے اس وقت مدینہ میں موجود عالم سے زیادہ عالم کوئی نہیں ہو گا۔
محدثین کرام فرماتے ہیں کہ دوسری صدی ہجری میں مدینہ میں عمریؒ نامی ایک بزرگ گزرے ہیں۔ بعض نے امام مالک کا ذکر کیا ہے کہ ان سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں تھا لوگ دور دور سے ان کے پاس تحصیل علم کے لیے آتے تھے امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام محمدؒ نے بھی ان سے موطا پڑھا۔ امام شافعیؒ اس وقت ابھی بچے تھے اور انہوں نے تین دن میں موطا پڑھ لیا۔ آپ بڑے ذہین تھے، امام مالکؒ نے ان کے لیے دعا کی تھی۔

ایک شخص سات ماہ کی مسافت طے کر کے امام مالکؒ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں بڑی دور سے آیا ہوں آپ مجھے ان مسائل کا حل بتائیں آپ نے بعض سوالات کے جوابات دیئے اور بعض کے متعلق فرمایا کہ میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا لہذا کسی دوسرے عالم سے جاکر پوچھ لو۔ وہ شخص کہنے لگا کہ جب میں اپنے علاقے میں واپس جاؤنگا تو لوگ کہیں گے کہ ان سوالات کے جوابات تم امام صاحب سے نہیں لا سکے تو میں ان کو کیا جواب دونگا؟ امام مالکؒ نے فرمایا کہ تم ان کو کہہ دینا کہ اتنے مسائل کا

جواب تو مل گیا مگر باقی اتنے مسائل کے متعلق امام مالکؒ نے اپنی جہالت کا اقرار کر لیا تھا بہر حال یہ حضور علیہ السلام کی پیشین گوئی تھی کہ لوگ دور دراز سے تحصیل علم کے لیے امام مالک کے پاس مدینہ آئیں گے۔ اسی طرح حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ علم اگر ثریا ستارے کے پاس بھی ہوگا تو ایران اور خراسان والے اسے ڈھونڈ لائیں گے۔ اِن میں صاحبانِ صحاح ستہ اور خاص طور پر امام ابوحنیفہؒ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

ہجرت کی تشریح اور جنت کا لباس

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ جَآءَ اَعْرَابِیٌّ مَادِیٌّ جَرِیٌّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَخْبِرْنَا عَنِ الْھِجْرَۃِ اِلَیْکَ اَیْنَمَا کُنْتُ اَوْ لِقَوْمٍ خَاصَّۃً اَمْ اِلٰی اَلْاَرْضٍ مَعْلُوْمَۃٍ اَمْ اِذَا مِتُّ اِنْقَطَعَتْ قَالَ فَسَکَتَ عَنْہُ یَسِیْرًا ثُمَّ قَالَ اَیْنَ السَّآئِلُ قَالَ ھَا ھُوَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ۔۔۔الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۲۴)

عبداللہ بن عمرو بن عاص بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی شخص حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا جو بڑا چست اور جری تھا۔ عرض کیا حضور! آپکے پاس ہجرت کرنے کا کیا حکم ہے؟ کیا میں اپنے مقام سے ہجرت کرکے آپ کے پاس آجاؤں یا ہجرت بعض خاص لوگوں کے لیے ہوتی ہے یا کسی خاص مقام کی طرف جانے کے لیے ہوتی ہے؟ کیا جب میں مر جاؤنگا تو میری ہجرت ختم ہو جائیگی۔

حضور علیہ السلام یہ سوالات سن کر تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہے پھر فرمایا۔ سائل کہاں ہے؟ اس شخص نے عرض کیا حضور! میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا تم نے ہجرت کے متعلق پوچھا ہے تو سن لو۔ اَلْھِجْرَۃُ اَنْ تَھْجُرَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَ مَا بَطَنَ۔ ہجرت دراصل یہ ہے کہ تم تمام ظاہری اور باطنی برائی اور بے حیائی کے کاموں کو چھوڑ دو وَتُقِیْمَ الصَّلٰوۃَ وَتُؤْتِیَ الزَّکٰوۃَ۔ اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو۔ اگر ایسا کرلوگے۔ ثُمَّ اَنْتَ مُھَاجِرٌ وَاِنْ مِتَّ بِالْحَضَرِ۔ پھر تم مہاجر ہی تسلیم ہوگے اللہ کے ہاں خواہ حضر کی حالت میں یعنی اپنے شہر میں ہی فوت ہو جاؤ۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ ایک اور شخص نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اہل جنت کا لباس کیسا ہوگا کیا وہ اس دنیا میں پہنے جلنے والے کپڑوں کی طرح کا ہوگا؟ اس سوال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھنے والوں میں سے بعض لوگ ہنس پڑے۔ حضور

علیہ السلام نے فرمایا۔ ہنس مت۔ ایک ناواقف آدمی اہل علم سے سوال کر رہا ہے اس میں حرج کی کون سی بات ہے؟ پھر آپ نے تھوڑی دیر کیلیے اپنی گردن جھکائی اور پھر پوچھا سوال کرنے والا کہاں ہے؟ عرض کیا حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا جنت کا لباس کسی مشین یا کھڈی پر تیار نہیں ہو گا۔ بلکہ جب جنت کے پھلوں کو توڑا جائیگا تو اس میں سے اہل جنت کیلیے بنا بنایا لباس نکلے گا۔ آپ نے یہ جملہ تین دفعہ فرمایا۔ جنتی کی جس قسم کے لباس کی خواہش ہو گی اسی قسم کا لباس پھل کو توڑنے سے نکلے گا۔

طہارت جنابت بذریعہ تیمم

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ الرَّجُلُ يَغِيبُ لَا يَقْدِرُ عَلَى الْمَاءِ أَيُجَامِعُ أَهْلَهُ قَالَ نَعَمْ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد۲ صفحہ ۲۲۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا حضور! بعض اوقات کوئی شخص ایسے دور دراز مقام پر ہوتا ہے جہاں اس کو پانی میسر نہیں ہوتا تو کیا ایسے موقع پر وہ اپنی بیوی سے مل سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ وہ شخص پانی کی عدم موجودگی میں تیمم کر کے طہارتِ جنابت حاصل کر سکتا ہے اور نماز یا دیگر عبادات انجام دے سکتا ہے۔ دوسری حدیث میں حضور علیہ السلام کا فرمان موجود ہے۔ اَلتُّرَابُ طَهُورُ الْمُسْلِمِ وَلَوْ إِلَى عَشْرِ سِنِينَ۔ اگر دس سال تک بھی پانی دستیاب نہ ہو تو ایک مسلمان کے لیے مٹی ہی طہارت کا ذریعہ ہے اور وہ تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے اللہ نے یہ آسانی پیدا کر دی ہے کہ وہ اس حالت میں اپنی بیوی سے مل سکتا ہے۔

بیعت کرتے وقت عورتوں سے عدم مصافحہ

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُصَافِحُ النِّسَاءَ فِي الْبَيْعَةِ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۱۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیعت کرتے وقت عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتے تھے۔ البتہ ملاقات کے وقت یا بیعت کے وقت مردوں کے ساتھ ہاتھ ملاتے تھے۔ عورتوں کے ساتھ آپ مصافحہ کئے بغیر زبانی بات کرتے تھے۔ ایک عورت نے عرض کیا حضور! آپ بیعت کرتے وقت مردوں سے مصافحہ کرتے ہیں مگر ہم اس سے محروم ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میری سب عورتوں کے لیے ایک ہی بات ہے کہ ان سے مصافحہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ تم میری زبان سے کہی ہوئی بات کو غور سے سنو اور ان پر عمل کرو۔ تمہاری یہی بیعت ہے کسی مسلمان مرد کا غیر محرم عورت کے ساتھ ہاتھ ملانا مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ زبانی بات چیت کر سکتا ہے۔ غیر محرم کے ساتھ مصافحہ تو خود حضور علیہ السلام بھی نہیں کرتے تھے

تکبر کی مذمت

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِیٌّ عَلَیْہِ جُبَّۃٌ مِّنْ طَیَالِسَۃٍ مَکْفُوْفَۃٌ بِدِیْبَاجٍ اَوْ مَزْرُوْرَۃٌ بِدِیْبَاجٍ فَقَالَ اِنَّ صَاحِبَکُمْ ھٰذَا یُرِیْدُ اَنْ یَّرْفَعَ کُلَّ رَاعٍ وَّیَضَعَ کُلَّ فَارِسٍ بْنِ فَارِسٍ فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُغْضَبًا فَاَخَذَ بِمَجَامِعِ جُبَّتِہٖ فَاجْتَذَبَہٗ وَقَالَ لَا اَرٰی عَلَیْکَ ثِیَابَ مَنْ لَّا یَعْقِلُ....الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۲۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا جس نے نہایت اعلیٰ قسم کا جبہ پہنا ہوا تھا جس کا کنارہ ریشم کا بنا ہوا تھا وہ شخص کہنے لگا کہ آپ کے یہ صاحب یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تو چرواہوں کو بلند کر رہے ہیں اور گھوڑ سواروں کو پست کر رہے ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ آپ غریب غربا کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں اور اعلیٰ حیثیت کے لوگوں کی حوصلہ شکنی کر رہے ہیں۔ یہ سن کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم غصے کی حالت میں کھڑے ہوگئے۔ آپ نے اس شخص کا جبہ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور فرمایا کہ میں نہیں خیال کرتا کہ تم نے بے عقل مندوں کا لباس پہن رکھا ہے۔ تم تو بے عقلی اور نادانی کی بات کر رہے ہو۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام مجلس میں تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ جب نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تھا اس وقت ان کے دو بیٹے موجود تھے آپ نے ان دونوں کو بلا کر فرمایا میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ دو باتوں کو کرتے رہنا اور دو سے رک جانا۔ ترک کرنے والی چیزیں شرک اور تکبر ہیں ان سے بچتے رہنا اور کرنے والے کام یہ ہیں کہ کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو ورد زبان بنا لینا کیونکہ اگر ارض و سما کی تمام چیزیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور یہ کلمہ ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھا جائیگا تو اس کا وزن بڑھ جائیگا اور دوسری اس بات کا حکم دیتا ہوں کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کے کلمات

کو ہر وقت وردِ زبان رکھنا کیونکہ یہ وہ پاکیزہ کلمات ہیں جن کے ذریعے ہر شجر حجر کیڑے مکوڑے مچھلیوں اور انسانوں کو روزی نصیب ہوتی ہے۔ الغرض! حضور علیہ السلام نے اس دیہاتی کی بات کی تردید کردی۔ اس کے تکبر کی نفی کی اور دور کرنے والے کام اور دور چھوڑنے والے کاموں کی نشاندہی بھی فرمادی۔

★

دو آدمیوں میں جدائی ڈالنے کی مذمت

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ إِلَّا بِإِذْنِهِمَا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۱۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ دو آدمیوں کے درمیان جدائی ڈالے مگر ان کی اجازت سے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی دو اشخاص آپس میں کوئی بات چیت یا کوئی مشورہ کر رہے ہیں تو تیسرے آدمی کو کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہیئے جس سے دونوں میں علیحدگی ہو کر بات چیت کا سلسلہ ختم ہو جائے۔ ان کو اپنی بات چیت مکمل کرنے کا موقع دینا چاہیئے تاکہ وہ کسی نتیجہ پر پہنچ سکیں اور اپنا معاملہ طے کر سکیں۔ بعض آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کے اتحاد واتفاق کو برداشت نہیں کر سکتے اور ہمیشہ نا اتفاقی اور نفرت کا بیج بونے کی کوشش کرتے ہیں حضور علیہ السلام نے اس قبیح حرکت سے منع فرمایا ہے، ہاں، اگر وہ خود چاہیں کہ ان کی بات چیت کا سلسلہ ختم کر دیا جائے تو وہ تیسرے آدمی کی مدد حاصل کر سکتے ہیں اور وہ آدمی ان میں جدائی کر سکتا ہے۔

حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کا استلام

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو یَقُوْلُ فَاَنْشُدُ بِاللّٰہِ ثَلَاثًا وَ وَضَعَ اِصْبَعَہٗ فِیْ اُذُنَیْہِ لَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ ھُوَ یَقُوْلُ اِنَّ الرُّکْنَ وَالْمَقَامَ یَاقُوْتَانِ مِنْ یَاقُوْتِ الْجَنَّۃِ طَمَسَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ نُوْرَھُمَا وَ لَوْلَا اَنَّ اللّٰہَ طَمَسَ نُوْرَھُمَا لَاَضَاءَتَا مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۱۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے تین دفعہ اللہ کی قسم اٹھا کر اور اپنی انگلی کو اپنے کانوں میں ڈال کر کہا کہ میں نے حضور علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے یہ بات سنی ہے کہ رکن یعنی رکن یمانی اور مقام یعنی حجرِ اسود جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے دنیا میں ان کی روشنی کو مٹا دیا ہے اگر وہ ان کی روشنی کو نہ مٹاتا اور اسی طرح روشن رہتے تو ان سے اس دنیا کے مشرق و مغرب روشن ہو جاتے۔ اب جو شخص حق و صداقت کے ساتھ انکو ہاتھ لگائے گا تو وہ قیامت والے دن اسکے حق میں گواہی دیں گے یہ دونوں پتھر بیت اللہ شریف کے دو کونوں میں نصب ہیں اور طواف کے دوران ان دونوں کو ہاتھ لگانا سنت ہے۔ حجرِ اسود پر ہاتھ رکھ کر اس کو بوسہ دیا جاتا ہے اور رکن یمانی کو دائیں ہاتھ سے صرف مس کیا جاتا ہے اس کو استلام کہتے ہیں۔

بیٹے کے مال میں باپ کا حق

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ لِي مَالًا وَوَالِدًا وَإِنَّ وَالِدِي يُرِيدُ أَنْ يَجْتَاحَ مَالِي قَالَ أَنْتَ وَمَالُكَ لِوَالِدِكَ...... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۱۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی شخص نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے پاس کافی مال ہے اور میرا باپ بھی زندہ ہے جو میرے مال پر قبضہ کرنا چاہتا ہے یعنی وہ اسے از خود حاصل کرنا چاہتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اور تمہارا مال تمہارے والد کا ہے اسکو تمہارے مال میں تصرف کرنے کا اختیار ہے اور تم مزاحمت نہیں کر سکتے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا اَوْلَادُكُمْ مِنْ اَطْيَبِ كَسْبِكُمْ فَكُلُوْا مِنْ كَسْبِ اَوْلَادِكُمْ۔ تمہاری اولاد تمہاری پاکیزہ کمائی کا حصہ ہے اور تم اپنی کمائی میں سے کھا سکتے ہو۔ فقہاء اور محدثین فرماتے ہیں کہ اگر باپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو وہ بیٹے کے مال میں سے اس کی مرضی کے بغیر بھی لے سکتا ہے ہاں اگر اس کو ضرورت نہ ہو یا اسکے اپنے پاس ضرورت کی چیز موجود ہو تو پھر بیٹے کے مال میں سے از خود لینا درست نہیں۔ ویسے اگر باپ کو ضرورت ہے تو اولاد کا فرض ہے کہ وہ محتاج باپ کی از خود مالی یا بدنی خدمت کرے۔

جمعہ میں حاضری کے آداب

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَحْضُرُ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَةٌ فَرَجُلٌ حَضَرَهَا يَلْغُو فَذَلِكَ حَظُّهُ مِنْهَا وَ رَجُلٌ حَضَرَهَا بِدُعَاءٍ فَهُوَ رَجُلٌ دَعَا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنْ شَاءَ أَعْطَاهُ وَإِنْ شَاءَ مَنَعَهُ وَ رَجُلٌ حَضَرَهَا بِإِنْصَاتٍ وَ سُكُوتٍ وَ لَمْ يَتَخَطَّ رَقَبَةَ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُؤْذِ أَحَدًا فَهِيَ كَفَّارَةٌ إِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِي تَلِيهَا وَ زِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ

فَإِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۱۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے لیے تین قسم کے لوگ آتے ہیں ایک وہ شخص ہے جو جمعہ کے لیے آکر بیہودہ حرکتیں کرتا ہے یا فضول باتیں کرتا ہے۔ فرمایا اس کا اجر بھی یہی ہوگا یعنی اس کو جمعہ کا کوئی ثواب حاصل نہیں ہوگا بلکہ اس کی فضول حرکات کا گناہ ہی لازم آئیگا۔ فرمایا دوسرا وہ شخص ہے جو جمعہ میں آکر اللہ سے دعا کرتا ہے۔ تو یہ اللہ کی مرضی ہے کہ اس کی دعا قبول کرے یا نہ کرے پھر فرمایا تیسرا آدمی جمعہ میں آکر سکوت اختیار کرتا ہے، کوئی بیہودہ بات نہیں کرتا اور نہ ہی لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہے تو اس شخص کے لیے یہ جمعہ آئندہ جمعہ تک اور مزید تین دن کے لیے کفارہ بن جائیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جس شخص نے نیکی کا کام کیا اس کا کم از کم بدلہ دس گنا ہے۔ گویا اس شخص نے صحیح معنوں میں جمعہ ادا کیا۔

کلمہ توحید کا اجر و ثواب

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ فِیْ یَوْمٍ مِائَتَیْ مَرَّۃٍ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَ لَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ لَمْ یَسْبِقْہُ اَحَدٌ کَانَ قَبْلَہٗ وَ لَمْ یُدْرِکْہُ اَحَدٌ کَانَ بَعْدَہٗ اِلَّا بِاَفْضَلَ مِنْ عَمَلِہٖ یَعْنِیْ اِلَّا مَنْ ــــ عَمِلَ بِاَفْضَلَ مِنْ عَمَلِہٖ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۱۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے ہر روز دو سو مرتبہ یہ کلمہ پڑھا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَ لَہُ الْحَمْدُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہی ہے اور سب تعریفیں اسی کے لیے ہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ تو فرمایا ایسے شخص سے پہلے گزرنے والے اس سے سبقت حاصل نہیں کرسکیں گے اور بعد میں آنے والے بھی اس کے مرتبے کو نہیں پا سکیں گے سوائے اس کے کہ جو اس ورد کو اس سے زیادہ مرتبہ پڑھیگا۔ البتہ شرط یہ ہے کہ یہ وظیفہ اخلاص کے ساتھ کیا جائے۔

اہلِ عرفہ کی اللہ کے ہاں پذیرائی

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ یُبَاھِیْ مَلَائِکَتَہٗ عَشِیَّۃَ عَرَفَۃَ بِاَھْلِ عَرَفَۃَ فَیَقُوْلُ اُنْظُرُوْا اِلٰی عِبَادِیْ اَتَوْنِیْ شُعْثًا غُبْرًا -

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۲۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ پچھلے پہر عرفہ کے دن فرشتوں کے سامنے اہلِ عرفہ کے ساتھ فخر کرتا ہے اور کہتا ہے، دیکھو میرے بندوں کی طرف جو میری حاضری کے لیے اس حال میں آئے ہیں کہ زیب و زینت کو ترک کر دیا ہے اور پریشان حال اور پراگندہ بال ہو کر آئے ہیں۔

وقوف عرفہ حج کا رکن اعظم ہے اس دن شام سے پہلے جو شخص ایک لحمہ بھر کے لیے بھی احرام کے ساتھ میدان میں پہنچ گیا اس کا حج ہو گیا اس روز تمام حجاج احرام باندھے ہوتے ہوتے ہیں۔ ان کے سر ننگے اور بال بکھرے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ پریشانی کے عالم میں لبیک لبیک کی صدا لگا کر اللہ کے ہاں حاضری لگواتے ہیں اور اس سے رو رو کر دعائیں مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس حالت پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے۔

مجلس میں ذکرِ الٰہی نہ کرنے پر حسرت

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ قَوْمٍ جَلَسُوْا مَجْلِسًا لَمْ یَذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْہِ اِلَّا رَاَوْہُ حَسْرَۃً یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۲۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ مجلس میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کئے بغیر مجلس برخاست کر دیتے ہیں وہ قیامت کے دن اس کام پر حسرت کا اظہار کریں گے۔ اس دن انہیں سخت افسوس ہوگا کہ انہوں نے فلاں مجلس میں بیٹھ کر ادھر اُدھر کی باتیں کہیں مگر اللہ کا ذکر نہ کیا۔ اگر اللہ کا ذکر بھی ہو جاتا تو وہ مجلس کس قدر بابرکت ہوتی اور ہمیں کس قدر نفع ہوتا۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جس مجلس میں نہ اللہ کا ذکر کیا جائے اور نہ ہی نبی علیہ السلام پر درود پڑھا جائے تو وہ مجلس مردار کی طرح ہے جس سے بو اٹھ رہی ہو۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہر مجلس میں بیٹھتے وقت اور اٹھتے وقت اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔

مالک کی اجازت کے بغیر پھل توڑنا

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ یَدْخُلُ الْحَائِطَ قَالَ یَأْکُلُ غَیْرَ مُتَّخِذٍ خُبْنَۃً۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۲۴)

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اگر کوئی شخص کسی باغ میں داخل ہو کر مالک کی اجازت کے بغیر پھل توڑ کر کھا لیتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایسے شخص کے لیے پھل کھا لینا روا ہے جب کہ وہ بھوکا ہو اور اس کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ ہو۔ البتہ وہ پھل توڑ کر اور جھولی یا کپڑے میں باندھ کر باغ سے باہر نہیں لے جا سکتا۔ نیز اگر وہ شخص مجبور بھی نہیں ہے اور محض شوقیہ طور پر پھل کھاتا ہے اور مالک کی اجازت بھی حاصل نہیں کرتا تو یہ چیز اس کے لیے جائز نہیں ہے۔

قتل شبہ عمد میں قصاص نہیں بلکہ دیت ہے

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَقْلُ شِبْهِ الْعَمْدِ مُغَلَّظَةٌ مِثْلُ عَقْلِ الْعَمْدِ وَلَا يُقْتَلُ صَاحِبُهُ وَمَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا وَلَا رَصَدَ بِطَرِيقٍ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۲۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قتل خطاء کی طرح قتل شبہ عمد میں بھی قصاص نہیں بلکہ دیت لازم آتی ہے۔ حدیث اور فقہ کی کتب میں قتل کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ یعنی قتلِ عمد، قتل شبہ عمد اور قتل خطاء۔ قتل عمد سے مراد کسی شخص کو ارادہ کے ساتھ اور آلہ قتل کے ساتھ قتل کرنا ہے۔ اور ایسے مجرم سے قصاص لیا جائیگا۔ یعنی مقتول کے بدلے میں قاتل کو بھی سزائے موت دی جاتی ہے۔ قتلِ شبہ عمد یہ ہے کہ کسی شخص کو قتل تو ارادتاً کیا جائے مگر ایسے آلے کے ساتھ جو عام طور پر قتل کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ مثلاً لاٹھی یا پتھر وغیرہ مار دیا تو آدمی ہلاک ہو گیا۔ قتل کی تیسری قسم خطاء ہے جس میں قتل کا ارادہ نہیں ہوتا مثلاً گولی کسی جانور پر چلائی مگر آدمی مارا گیا تو یہ قتل خطاء ہو گا۔ قتل شبہ عمد اور قتل خطأ میں قصاص نہیں بلکہ قاتل سے دیت یعنی خون بہا کی رقم لی جاتی ہے۔ تو یہاں بھی فرمایا کہ قتل خطأ کی طرح قتل شبہ عمد میں بھی دیت لی جائے گی نہ کہ قصاص۔

اس حدیث مبارک میں آپ نے دوسری بات یہ فرمائی ہے کہ جس نے ہمارے اوپر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے وہ ہمارے طریقے کے خلاف کرتا ہے۔ نیز فرمایا وَلَا رَصَدَ بِطَرِيقٍ جو شخص کسی دوسرے آدمی کی راہ مارتا ہے یعنی راستہ روک کر اس کو لوٹ لینا چاہتا ہے یا کوئی دوسرا نقصان پہنچانا چاہتا ہے تو وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ حرام اور ناجائز کام کا مرتکب ہوتا ہے۔

جہاد میں حصہ لینے والوں کیلئے اجر

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلْغَازِیْ اَجْرُہٗ وَ لِلْجَاعِلِ اَجْرُہٗ وَ اَجْرُ الْغَازِیْ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے اس کو پورا پورا اجر ملتا ہے اور جو شخص دوسرے کو خرچہ دیکر جہاد پر بھیجتا ہے اسے دوہرا اجر ملتا ہے یعنی اپنا بھی اور مجاہد کا بھی۔

جہاد سے واپسی بھی جہاد پر جانے سے کم نہیں

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَفْلَۃٌ کَغَزْوَۃٍ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد سے واپس لوٹنا بھی اسی طرح اہم ہے جس طرح جہاد کے لیے جانا جب مجاہد جہاد کے لیے جاتا ہے تو اس کے دل میں اسلام کی سربلندی کے لیے دشمن سے ٹکرا جانے کا جذبہ ہوتا ہے اور اسے ہر ہر قدم پر نیکی ملتی ہے، گناہ معاف ہوتے ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واپسی پر بھی ہر ہر قدم پر اسی طرح اجر حاصل ہوتا ہے لہذا جہاد سے واپسی بھی جہاد پر جانے سے اجر و ثواب میں کم نہیں ہوتی۔

روزے اور قرآن کی سفارش

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الصِّیَامُ وَالْقُرْاٰنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ...... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت والے دن روزے اور قرآن بندے کے حق میں سفارش کریں گے روزہ کہے گا پروردگار! مَنَعْتُہُ الطَّعَامَ وَالشَّھَوَاتِ بِالنَّھَارِ. فَشَفِّعْنِیْ فِیْہِ میں نے اس کو دن کے وقت کھانے پینے اور خواہشات سے روکے رکھا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما. اور قرآن کہے گا مَنَعْتُہُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْہِ. پروردگار میں نے اس بندے کو رات کے وقت نیند سے روکے رکھا. یہ شخص رات کو نوافل ادا کرتا تھا اور قرآن پڑھتا تھا لہٰذا اسکے حق میں میری سفارش قبول فرما. حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا. فَیُشَفَّعَانِ. اللہ کی بارگاہ میں روزے اور قرآن دونوں کی سفارش بندے کے حق میں قبول ہوگی اور اللہ اس کو بخش دیگا.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے بیان کردہ تین مسائل

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْفَتِلُ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَ عَنْ شِمَالِهٖ وَرَاَيْتُهٗ يُصَلِّىْ حَافِيًا وَ مُنْتَعِلًا وَ رَاَيْتُهٗ يَشْرَبُ قَائِمًا وَ قَاعِدًا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے اس حدیث میں تین مسئلے بیان کئے ہیں جو کہ دوسری روایات میں الگ الگ بھی بیان ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھ کر سلام پھیرنے کے بعد دائیں طرف سے بھی پلٹتے تھے اور بائیں طرف سے بھی۔ دوسری روایت میں صراحت موجود ہے کہ نبی علیہ السلام نماز پڑھ کر اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف یعنی مقتدیوں کی طرف پھیر لیتے اور اس حدیث میں پھرنے کی کیفیت بیان ہوئی ہے کہ کبھی آپ دائیں طرف سے پلٹتے تھے اور کبھی بائیں طرف سے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ کوئی شخص نماز پڑھ کر صرف دائیں طرف سے پھرنا ہی ضروری خیال نہ کرے۔ اگر ایسا کریگا تو اس کی نماز میں شیطان کا حصہ بھی شامل ہوگا اور وہ بدعت کا مرتکب ہوگا۔ ہاں اگر دائیں طرف سے پھرنے کو غیر ضروری سمجھتے ہوئے زیادہ باعثِ ثواب سمجھ کر پھیرلے تو الگ بات ہے بدعت یہی ہے کہ غیر ضروری کام کو ضروری سمجھ لیا جائے۔

اس حدیث میں دوسرا مسئلہ راوی یہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو برہنہ پا اور جوتے سمیت بھی نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ جوتے کے ساتھ نماز اس وقت روا ہے جبکہ اس میں نجاست نہ لگی ہو۔ ایک موقع پر حضور علیہ السلام جوتے سمیت نماز ادا فرما رہے تھے کہ آپ نے دورانِ نماز ہی جوتے کو اتار کر پھینک دیا یہ دیکھ کر صحابہؓ نے بھی اپنے اپنے جوتے اتار کر پھینک دیئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو نبی علیہ السلام نے دریافت کیا کہ تم نے اپنے

جوتے کیوں اتار دیئے، صحابہ نے عرض کیا کہ جب آپ نے جوتا اتار دیا تو ہم سمجھے کہ شاید یہ حکم آگیا ہے لہذا ہم نے بھی جوتے اتار دیئے آپ نے فرمایا کہ مجھے تو جبریل علیہ السلام نے آکر بتایا تھا کہ میرے جوتے میں نجاست لگی ہوئی ہے لہذا میں نے اپنا جوتا اتار دیا، تم سب کے ساتھ تو ایسا معاملہ نہیں تھا۔ بہر حال حضور علیہ السلام کبھی جوتے سمیت بھی نماز ادا فرما لیتے تھے۔ سرزمین عرب صحرائی علاقہ ہے جہاں نمی اور گندگی عام طور پر نہیں ہوتی اور لوگوں کے جوتے صاف ہی ہوتے ہیں اس لیے صحابہؓ جوتوں سمیت نماز پڑھ لیتے تھے مگر ہمارے ہاں کا معاملہ مختلف ہے۔ یہاں پر جوتے کا صاف رہنا کارے دارد ہے۔ یہاں کی گلیاں بازار عموماً گندی ہوتی ہیں جس کی وجہ سے جوتے کا پاک رہنا ممکن نہیں لہذا ہم جوتے سمیت نماز نہیں پڑھ سکتے۔ اس کے علاوہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں نماز ریت پر یا چٹائی وغیرہ کے پڑھی جاتی تھی جبکہ اب دنیا بھر کی مساجد میں اعلیٰ درجے کی دریاں، قالین یا کم از کم صفیں تو موجود ہیں، لہذا اب جوتے سمیت نماز پڑھنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ تاہم مسئلہ اپنی جگہ قائم ہے اگر آج بھی کوئی شخص نئے جوتے کے ساتھ پڑھ لے جس میں کسی قسم کی غلاظت کا شائبہ نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

تیسرا مسئلہ راوی یہ بیان کرتا ہے کہ میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو کھڑے اور بیٹھے دونوں حالتوں میں پانی پیتے ہوئے دیکھا ہے۔ تاہم آپ کی عمومی تعلیم یہی ہے کہ خوردونوش بیٹھ کر کیا جائے تاہم کسی ضرورت کے تحت کہ مشکیزہ اوپر لٹک رہا ہے تو آپ کھڑے کھڑے اسکا منہ کھول کر پانی پی سکتے ہیں یا کوئی عذر ہے کہ آدمی بیٹھ نہیں سکتا یا بیٹھنے کی جگہ ہی نہیں ہے تو آپ کھڑے ہو کر پی سکتے ہیں اسکے علاوہ آبِ زمزم کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے یا وضو کرنے کے بعد آپ دو تین گھونٹ کھڑے کھڑے پی سکتے ہیں اس قسم کے استثنا بھی موجود ہیں۔

ہبہ شدہ چیز کی واپسی

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الَّذِي يَسْتَرِدُّ مَا وَهَبَ كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَقِئُ فَيَأْكُلُ مِنْهُ وَإِذَا اسْتَرَدَّ الْوَاهِبُ فَلْيُوَقَّفْ بِمَا اسْتَرَدَّ ثُمَّ لِيُرَدَّ عَلَيْهِ مَا وَهَبَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز کسی دوسرے شخص کو ہبہ کرنے کے بعد واپس لے لیتا ہے تو اس کی مثال اس کتے کی ہے جو قے کرنے کے بعد پھر چاٹ لیتا ہے۔ اگر کوئی ہبہ کرنے والا آدمی اپنی ہبہ شدہ چیز کو واپس لینا چاہے تو اس کا قانون یہ ہے کہ پہلے اس کو کھڑا کر کے اس پر مسئلہ واضح کیا جائے کہ ہبہ کا قانون یہ ہے کہ ہبہ شدہ چیز واپس نہیں لی جا سکتی۔ اگر ہبہ کا بدلہ بھی دے دیا گیا ہو تب بھی اس کا واپس لوٹانا درست نہیں ہوتا اور اگر ہبہ پانے والے شخص نے ہبہ شدہ چیز میں کوئی زیادتی کی ہے تب بھی وہ چیز واپس نہیں لی جا سکتی۔ بعض خاص صورتوں میں واپسی کی اجازت ہے مگر بہتر نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ مسئلہ کی وضاحت کے بعد بھی اگر کوئی شخص ہبہ شدہ چیز لینے پر مصر ہو تو اسے واپس کر دو۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کا زہد

عَنْ اَبِیْ حَرْبِ بْنِ الدَّیْلِیِّ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَمْرٍو یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَظَلَّتِ الْخَضْرَآءُ وَلَا اَقَلَّتِ الْغَبْرَآءُ مِنْ رَجُلٍ اَصْدَقَ لَہْجَۃً مِنْ اَبِیْ ذَرٍّ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۵)

اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوذر غفاریؓ کی تعریف فرمائی ہے یہ بڑی شان والے صحابی ہیں، ان پر اکثر جذب طاری رہتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاصؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نیلگوں آسمان کے نیچے اور اس گرد و غبار والی زمین کے اوپر کوئی آدمی ابوذر غفاریؓ جیسا سچا نہیں ہے سوائے نبیوں اور رسولوں کے۔ فرمایا پرہیزگاری اور زہد میں ان کی مشابہت عیسٰی ابن مریم علیہ السلام کے ساتھ ہے عیسٰی علیہ السلام بھی دنیا کی کسی چیز سے اشتغال نہیں رکھتے تھے انہوں نے دنیا میں استفادہ حاصل کرنے کے لیے اپنے پاس برتن تک نہیں رکھا تھا اور یہی حال ابوذر غفاریؓ کا تھا کہ وہ دنیا کے مال اسباب اور اس کی رنگینیوں سے بالکل بے نیاز تھے۔

★

اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے کا طریقہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّہٗ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا ذَا یُبَاعِدُنِیْ مِنْ غَضَبِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ لَا تَغْضَبْ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت مجھے کوئی ایسی بات بتائیں جو مجھے اللہ تعالیٰ کے غضب سے دور رکھے۔ آپ نے فرمایا لَا تَغْضَبْ تم خود بھی کسی دوسرے شخص پر غصہ نہ کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالےٰ بھی تم پر ناراض نہیں ہوگا۔

اکثر لوگ دوسروں پر اور خاص طور پر اپنے سے کم تر لوگوں پر بیجا غصہ کرتے ہیں اور اُن کو سخت سست کہتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اس قسم کے غصہ سے منع فرمایا ہے۔ فرمایا اگر تم اس قانون کے پابند بن جاؤ گے تو اللہ تعالےٰ کے غصے سے بچ جاؤ گے۔

نفس کو زندہ رکھنے کا طریقہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ جَآءَ حَمْزَۃُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اجْعَلْنِیْ عَلٰی شَیْءٍ اَعِیْشُ بِہٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا حَمْزَۃُ نَفْسُکَ تُحْیِیْھَا اَحَبُّ اِلَیْکَ اَمْ نَفْسٌ تُمِیْتُھَا قَالَ بَلْ نَفْسٌ اُحْیِیْھَا قَالَ عَلَیْکَ بِنَفْسِکَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۵)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور عرض کیا حضور! میرے لیے کوئی ایسی چیز (عہدہ ذمہ داری، ملازمت وغیرہ) مقرر کر دیں جس کے ذریعے میں بسہولت زندگی گزار سکوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے حمزہؓ بھلا یہ بتاؤ کہ تم اپنے نفس کو زندہ رکھنا پسند کرتے ہو یا اس کو مار ڈالنا۔ انہوں نے عرض کیا حضور! اپنے نفس کو خود مارنا کون پسند کریگا، میں تو اپنے نفس کو زندہ رکھنا پسند کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا عَلَیْکَ بِنَفْسِکَ پھر تم اپنے نفس کی حفاظت اور نگرانی کرو اور کوئی عہدہ وغیرہ طلب نہ کرو کہ نفس کو زندہ رکھنے کی یہی صورت ہے۔ اگر تم کوئی دوسرا کام کرو گے تو وہ نفس کو مارنے کے مترادف ہو گا کیونکہ ہر چیز ہر آدمی کے مناسب حال نہیں ہوتی۔

حضرت حمزہؓ کی طرح حضرت ابوذر غفاریؓ نے بھی کوئی عہدہ طلب کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا ابوذرؓ میں تمہارے لیے بھی وہی چیز پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں یعنی عافیت فرمایا تمہارے لیے عافیت اسی چیز میں ہے کہ تم دو آدمیوں پر بھی حاکم نہ بننا اور کسی ایک یتیم کے مال کا بھی متولی نہ بننا کیونکہ تم حکومت کے معاملات نہیں سنبھال سکتے۔ بہر حال حضور علیہ

السلام نے حضرت حمزہؓ سے بھی یہی فرمایا کہ اگر اپنے نفس کو زندہ رکھنا چاہتے ہو تو پھر اس کی نگرانی کرو اور حاکم بننے کے پیچھے نہ پڑو کیونکہ عہدیدار بننا تو نفس کو مارنے کے مترادف ہے۔

خالص دودھ کا حق

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِيْ اِلَّا اللَّبَنَ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ بَيْنَ الرَّغْوَةِ وَالصَّرِيْحِ ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۶)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اُمت پر نہیں خوف محسوس کرتا مگر دودھ کا کیونکہ شیطان دودھ اور مکھن (یا جھاگ) کے درمیان ہوتا ہے۔ رغوہ مکھن کو بھی کہتے ہیں اور جھاگ کو بھی اور صریح خالص دودھ کو بھی کہا جاتا ہے۔

اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے اپنی امت کو اس خرابی سے آگاہ کیا ہے جو دودھ کے بارے میں ہوسکتی ہے۔ شیطان کا دودھ اور مکھن کے درمیان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب لوگ خالص دودھ استعمال کرتے ہیں تو اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے بلکہ خواہشات کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور اس طرح شیطان انکو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ خالص دودھ خدا کی بہت بڑی نعمت ہے مگر اس میں ناشکر گزاری کی قباحت بھی ہے لوگ دودھ پی کر شکر ادا نہیں کرتے اور خواہشات کا اتباع کرنے لگتے ہیں۔ خالص دودھ کا ایک حق یہ بھی ہے کہ اس میں سے محتاجوں، ناداروں، بیماروں اور محروموں کو بھی کچھ حصہ دیا جائے۔ تاکہ اس کا شکر ادا ہو۔ اگر ایسا نہیں کروگے تو ناشکری کے مرتکب ہوگے۔

جنت اور دوزخ میں لیجانے والے اعمال

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا عَمَلُ الْجَنَّۃِ قَالَ الصِّدْقُ وَ اِذَا صَدَقَ الْعَبْدُ بَرَّ وَ اِذَا بَرَّ اٰمَنَ وَ اِذَا اٰمَنَ دَخَلَ الْجَنَّۃَ ...... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا حضور! جنّت کا عمل کونسا ہے؟ یعنی وہ کونسا عمل ہے جس کی بنا پر انسان کو جنت نصیب ہو سکتی ہے تو آپ نے فرمایا "سچائی" جب کوئی شخص اپنے کاروبار نیت اور ہر معاملہ میں سچائی کو اختیار کر لیتا ہے تو وہ نیکی کو اختیار کر لیتا ہے اور جب نیکی کو اختیار کر لیتا ہے تو وہ امن میں ہو جاتا ہے اور جب امن میں ہو جاتا ہے تو جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

پھر اس شخص نے عرض کیا حضور! مَا عَمَلُ النَّارِ. دوزخ میں لیجانے والا کون سا عمل ہے تو آپ نے فرمایا اَلْکِذْبُ یعنی جھوٹ، اس کی وجہ یہ ہے۔ اِذَا کَذَبَ فَجَرَ جب کوئی آدمی جھوٹ بولتا ہے تو وہ نافرمانی کرتا ہے وَ اِذَا فَجَرَ کَفَرَ اور جب نافرمانی کرتا ہے تو کفر کرتا ہے وَ اِذَا کَفَرَ دَخَلَ یَعْنِی النَّارَ اور جب کفر کرتا ہے تو دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے گویا جھوٹ ہی اسکو دوزخ میں لے جانے کا سبب بن جاتا ہے مقصد یہ ہے کہ ہر انسان کو جھوٹ سے بچنا چاہیئے اور سچائی کو اختیار کر کے اللہ کی رحمت کے مقام جنت تک پہنچنا چاہیئے۔

نصف شعبان کو خصوصی رحمت کی تقسیم

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَطَّلِعُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلٰى خَلْقِهٖ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِعِبَادِهٖ اِلَّا لِاثْنَيْنِ مُشَاحِنٍ وَ قَاتِلِ نَفْسٍ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پندرہ شعبان کی رات کو اللہ تعالےٰ اپنی مخلوق کی طرف خصوصی توجہ فرماتا ہے یعنی اس کی خاص تجلیات آسمانِ دنیا اور مخلوق کی طرف متوجہ ہوتی ہیں، پس اسکے بندوں کو بخشش حاصل ہوتی ہے ماسوائے دو قسم کے آدمیوں کے یعنی کینہ پرور اور "قاتل ناحق" یہ دونوں اشخاص نصف شعبان جیسی بابرکت رات کو بھی اللہ تعالےٰ کی مہربانی سے محروم رہتے ہیں۔ ان کے علاوہ باقی سب لوگوں کو اللہ کی رحمت سے حصہ مل جاتا ہے۔ دوسری روایت میں "مشرک" کی محرومی کا ذکر بھی آتا ہے ایک روایت میں فرمایا کہ والدین کا نافرمان آدمی بھی اس رات رحمتِ الٰہی سے محروم رہتا ہے۔

الغرض! حضور علیہ السلام نے امت کو مذکورہ قبیح خصائل کے نقصان سے آگاہ کر دیا ہے کہ اس قسم کے لوگ بڑے ہی بدنصیب ہیں جو اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت سے بھی کوئی حصہ حاصل نہیں کر پاتے۔

وحی الٰہی کا ثقل

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اُنْزِلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُوْرَۃُ الْمَائِدَۃِ وَھُوَ رَاکِبٌ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ فَلَمْ تَسْتَطِعْ اَنْ تَحْمِلَہٗ فَنَزَلَ عَنْھَا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضور علیہ السلام پر سورۃ مائدہ نازل ہوئی تو آپ اپنی سواری پر سوار تھے۔ فرماتے ہیں کہ وحی الٰہی کا بوجھ اس قدر زیادہ تھا کہ سواری آپ کو برداشت نہیں کر رہی تھی لہٰذا آپ سواری سے نیچے اتر آئے۔ وحی الٰہی بڑی بوجھل چیز ہے۔ سورۃ المزمل میں ارشاد ربانی ہے اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ○ (آیت - ۵) ہم عنقریب آپ پر ایک بھاری قول نازل کریں گے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نزولِ وحی کے وقت حضور علیہ السلام پر اتنا بوجھ پڑتا تھا کہ سخت سردی کے موسم میں بھی آپ کی پیشانی سے پسینے کے قطرے ٹپکنے لگتے تھے اور رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہیں باہر ہوتے تو صحابہؓ آپ پر چادر تان دیتے۔ وحی کا بوجھ آپ پر پڑتا اور پھر سواری پر۔ آپ کی ایک طاقتور اونٹنی کے بارے میں آتا ہے کہ وہ وحی الٰہی کا بوجھ برداشت کر لیتی تھی مگر اس کے پاؤں زمین میں گڑھ جاتے تھے اور اس کی کمر دوہری ہو جاتی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی زبانی تین حدیثیں

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الدَّیْلَمِیِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو وَھُوَ فِیْ حَائِطٍ لَّہٗ بِالطَّائِفِ یُقَالُ لَہُ الْوَھْطُ وَھُوَ مُخَاصِرٌ فَتًی مِّنْ قُرَیْشٍ یُزَنُّ بِشُرْبِ الْخَمْرِ.....الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۶)

عبداللہ بن دیلمی کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے پاس گیا جبکہ وہ اپنے طائف والے باغ میں تھے جس کو وھط کہتے تھے تاریخ میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے طائف میں ایک باغ تیار کر رکھا تھا اس میں زیادہ تر انگور کی بیلیں تھیں۔ یہ اتنا بڑا باغ تھا کہ اس میں انگور کی بیلوں کو دس لاکھ لکڑیوں پر چڑھایا گیا تھا راوی بیان کرتا ہے کہ جب وہ باغ میں پہنچا تو عبداللہ بن عمروؓ قریش کے ایک نوجوان کی کمر میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھے جس پر لوگ شرابی ہونے کا الزام لگاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہؓ سے اسی حالت میں کہا کہ مجھے آپکی بیان کردہ حدیث پہنچی ہے کہ مَنْ شَرِبَ شُرْبَۃَ خَمْرٍ لَمْ یَقْبَلِ اللّٰہُ لَہٗ تَوْبَۃً اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا. یعنی جس شخص نے شراب پی، اللہ اس کی چالیس دن تک توبہ قبول نہیں کرتا۔ وَ اَنَّ الشَّقِیَّ مَنْ شَقِیَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ. اور بدبخت وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں بدبخت ہوتا ہے۔ اور جو شخص بیت المقدس میں صرف نماز پڑھنے کیلئے آتا ہے وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے مِثْلَ یَوْمٍ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ. گویا آج ہی اسے ماں نے جنا ہے تو آپ بتائیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ کہتے ہیں کہ جب اس نوجوان نے شراب کی بات سنی تو وہ حضرت عبداللہؓ کا ہاتھ چھوڑ کر چلا گیا پھر حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا کہ میں اس چیز کو حلال نہیں سمجھتا کہ کوئی شخص میری طرف ایسی بات منسوب کرے مَا لَمْ اَقُلْ جو میں نے نہ کہی ہو پھر کہنے لگے کہ میں نے حضور علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے سنا ہے کہ جس شخص نے شراب کا ایک گھونٹ بھی پی لیا۔ لَمْ

تُقْبَلْ لَہٗ صَلٰوۃٌ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا اسکی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوتی پھر بھی اگر توبہ کرلے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرلیگا اور تیسری یا چوتھی مرتبہ فرمایا کہ اگر پھر شراب پئیے گا تو یہ اللہ کا حق ہے۔ اَنْ یَّسْقِیَہٗ مِنْ رَدْغَۃِ الْخَبَالِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کہ اسے قیامت والے دن ردغتہ الخبال پلائے پوچھا گیا وہ کیا چیز ہے تو فرمایا دوزخیوں کے زخموں کی پیپ کو ردغتہ الخبال کہتے ہیں۔

دوسری بات کے متعلق حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے بتایا کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَ خَلْقَہٗ فِیْ ظُلْمَۃٍ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا پھر اس پر کچھ روشنی ڈالی۔ تو جس شخص کو اس دن روشنی پہنچی تھی اسکو دنیا میں بھی ہدایت کی روشنی پہنچے گی اور جو اس دن روشنی سے محروم رہا وہ دنیا میں بھی ہدایت کی روشنی سے محروم رہے گا۔ اس لیے میں کہتا ہوں جَفَّ الْقَلَمُ عَلٰی عِلْمِ اللّٰہِ اللہ کے علم کے مطابق تقدیر کا قلم خشک ہو چکا ہے یعنی جو بات ہے وہ لکھی جا چکی ہے۔

کہتے ہیں کہ تیسری بات میں نے حضور علیہ السلام سے یہ سنی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے تین چیزیں طلب کی تھیں۔ دو کے بارے میں تو یقین ہے کہ اللہ نے انہیں قبول کر لیا ہے اور تیسری کے متعلق بھی ہمیں توقع ہے کہ اللہ نے قبول کر لی ہو گی۔ سلیمان علیہ السلام کی پہلی دعا یہ تھی کہ اے اللہ! میرا فیصلہ تیرے حکم کے مطابق ہونا چاہیئے۔ یہ دعا تو اللہ نے قبول فرمالی۔

دوسری یہ تھی کہ اے اللہ مجھے ایسی حکومت نصیب فرما جو میرے بعد کسی کو حاصل نہ ہو اللہ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی اور نہ صرف زمین پر حکومت عطا کی بلکہ ہواؤں، جنات اور پرندوں کو بھی آپکے تابع کر دیا۔ آپ کی تیسری دعا یہ تھی کہ جو آدمی اپنے گھر سے بیت المقدس میں نماز پڑھنے کے ارادے سے نکلے اسے گناہوں سے اس طرح پاک کر دے جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمیں امید ہے کہ اللہ نے انکی یہ دعا بھی قبول فرمالی تھی۔ ابن ماجہ شریف کی روایت میں ہے کہ جو شخص مسجد نبوی اور بیت المقدس میں اخلاص کے

ساتھ ایک نماز پڑھے گا۔ اللہ تعالےٰ اسے پچاس ہزار نمازوں کا ثواب عطا کریگا اور جو شخص مسجد حرام میں ایک نماز ادا کریگا اللہ تعالےٰ اسے ایک لاکھ نمازوں کے برابر اجر دیگا اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ تیسری دعا بھی قبول کرلی ہے اسی طرح حضور علیہ السلام کا یہ فرمان بھی ہے کہ جس شخص کو حج مبرور نصیب ہو جائے یعنی اس نے حلال کی کمائی سے حج کیا ہو حج کے تمام ارکان کو ٹھیک طریقے سے ادا کیا ہو اور اس دوران فسق و فجور کی بھی کوئی بات نہ کی ہو تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے بالکل نوزائیدہ بچہ ہر قسم کے گناہ سے پاک ہوتا ہے۔

عذابِ قبر میں تخفیف

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اَوْ لَیْلَۃَ الْجُمُعَۃِ وُقِیَ فِتْنَۃَ الْقَبْرِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو فوت ہوا، اللہ تعالےٰ نے اسے عذابِ قبر سے بچا لیا جمعہ کا دن سید الایام اور بڑا بابرکت دن ہے۔ محدثین کرام اس حدیث کے ایک راوی بقیہ قاضی کو غیر معتبر تصور کرتے ہوئے اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں مگر امام احمدؒ نے اس حدیث کو قابلِ دلیل سمجھتے ہوئے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ بہرحال اگر مرنے والا ایماندار ہوگا اور جمعہ کے دن یا رات میں فوت ہوگا تو اللہ تعالےٰ اسکے عذاب قبر میں ضرور کچھ نہ کچھ تخفیف فرمائے گا۔

حضور علیہ السلام کے چار گوہر پارے

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَحِلُّ اَنْ یَنْکِحَ الْمَرْاَۃَ بِطَلَاقِ اُخْرٰی وَلَا یَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ یَبِیْعَ عَلٰی بَیْعِ صَاحِبِہٖ حَتّٰی یَذَرَہٗ وَلَا یَحِلُّ لِثَلَاثَۃِ نَفَرٍ یَکُوْنُوْنَ بِاَرْضٍ فَلَاۃٍ اِلَّا اَمَّرُوْا عَلَیْہِمْ اَحَدَہُمْ وَلَا یَحِلُّ لِثَلَاثَۃِ نَفَرٍ یَکُوْنُوْنَ بِاَرْضٍ فَلَاۃٍ یَتَنَاجٰی اثْنَانِ دُوْنَ صَاحِبِہِمَا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۶، ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ تین ارشادات فرمائے۔ پہلی بات یہ ہے کہ کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ پہلی عورت کو طلاق دینے کی شرط کے ساتھ دوسری عورت کے ساتھ نکاح کرے۔ بعض اوقات لوگ اپنی لڑکی کے نکاح کے لیے یہ شرط عائد کر دیتے ہیں کہ پہلے پہلی بیوی کو طلاق دیدو تو ہم نکاح کریں گے یہ درست نہیں ہے ہاں اگر پہلی بیوی میں کوئی خرابی ہے، بداخلاق یا بدکردار ہے تو اس کو طلاق دی جا سکتی ہے مگر بلا قصور طلاق دینے سے آدمی سخت گنہگار ہوتا ہے۔ مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ اگر آدمی صاحبِ حیثیت ہے تو وہ پہلی بیوی کو بھی رکھے اور دوسری کے ساتھ بھی نکاح کر لے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضور علیہ السلام نے دوسری بات یہ فرمائی کہ جب دو آدمی کسی چیز کی خرید و فروخت کے متعلق بات چیت کر رہے ہوں تو جب تک انکا معاملہ کسی بھی صورت میں طے نہیں ہو جاتا تیسرے آدمی کو درمیان میں آ کر معاملہ کو خراب نہیں کرنا چاہیئے جب ایک پارٹی کسی نتیجے پر پہنچ جائے تو پھر دوسری پارٹی کو گفت و شنید کا آغاز کرنا چاہیئے محض دوسرے کے معاملہ کو خراب کرنے کیلئے بے وقت درمیان میں آ جانا اخلاق سے گری ہوئی بات ہے۔

آپ نے تیسری بات یہ فرمائی کہ جب کسی جنگل یا دوسری جگہ میں تین آدمی ہوں تو ان کے لیے حلال نہیں ہے سوائے اس کے کہ اپنے میں سے ایک کو امیر بنا لیں اور اس کے تحت ہو کر معاملات انجام دیں۔ اس حدیث سے تنظیم کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ ڈسپلن اللہ تعالیٰ کو بھی پسند ہے اور بدنظمی ہرگز پسند نہیں۔ جہاں نظم ہوگا وہاں ہر کام طریقے کے مطابق انجام پائیگا اور کسی قسم کی انارکی نہیں پھیلے گی۔ اسکے برخلاف بدنظمی حکومت میں ہو، کسی پارٹی میں ہو یا کسی خاندان میں ہو وہاں تباہی ہی پھیلے گی۔ چوتھی بات حضور علیہ السلام نے یہ فرمائی کہ اگر کسی جگہ تین آدمی اکٹھے ہوں تو ان میں دو الگ ہو کر آپس میں سرگوشی نہ کریں کہ اس سے تیسرا آدمی پریشان ہو جائیگا اور سمجھے گا کہ شاید اسکے خلاف سازش ہو رہی ہے یہ چار باتیں حضور علیہ السلام نے اس حدیث میں بیان فرمائی ہیں۔

حُسنِ اخلاق اور طبیعت کا کرم

قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَمْرٍو یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْمُسْلِمَ الْمُسَدَّدَ لَیُدْرِکُ دَرَجَۃَ الصَّوَّامِ الْقَوَّامِ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ بِحُسْنِ خُلُقِہٖ وَکَرَمِ ضَرِیْبَتِہٖ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ بے شک جو مسلمان آدمی درست ہے یعنی اس کی زندگی میں خرابی نہیں ہے اور وہ احکام کی تعمیل ٹھیک ٹھیک کر رہا ہے ایسا شخص اپنے اچھے اخلاق اور طبیعت میں کرم و بخشش کی وجہ سے دائمی روزے دار اور دائمی قیام کرنے والے کا اجر پاتا ہے اس حدیث مبارک میں اچھے اخلاق اور طبیعت کے کرم کی تعریف کی گئی ہے کہ یہ اتنی اچھی چیزیں ہیں جو انسان کی دنیا اور آخرت دونوں جگہ کے لیے سود مند ہیں۔

غربا لوگ کون ہیں

سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ ابْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ وَنَحْنُ عِنْدَہٗ طُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ فَقِیْلَ مَنِ الْغُرَبَاءُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اُنَاسٌ صَالِحُوْنَ فِیْ اُنَاسٍ سُوْءٍ کَثِیْرٍ مَنْ یَعْصِیْہِمْ اَکْثَرُ مِمَّنْ یُطِیْعُہُمْ...... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ غریبوں کے لیے خوشخبری ہے آپ سے عرض کیا گیا کہ غربا سے کون لوگ مراد ہیں تو آپ نے فرمایا کہ غربا سے وہ نیک لوگ مراد ہیں جو بہت سے برے لوگوں کے درمیان رہتے ہیں۔ ان کی بات ماننے والے ان کے خلاف کرنے والوں کی نسبت تھوڑے ہیں مطلب یہ ہے کہ بُرے لوگوں کے درمیان رہ کر بڑی مشکل سے گزر اوقات کر رہے ہیں۔

دوسری روایت میں آتا ہے کہ غربا وہ لوگ ہیں جو میرے بعد میری سنت میں پیدا ہونے والی خرابی کو درست کریں گے۔ گویا حضور علیہ السلام کی سنتوں میں سے کمزور ہو جانے یا مٹ جانے والی سنتوں کی درستگی کرنے والے بھی غربا لوگ ہیں۔

راوی حدیث یہ بھی بیان کرتا ہے کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا اٰخَرَ حِیْنَ طَلَعَتِ الشَّمْسُ ہم لوگ حضور علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھے تھے جبکہ سورج طلوع ہوا تھا آپ نے فرمایا اے لوگو! سَیَاْتِیْ اُنَاسٌ مِنْ اُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ نُوْرُہُمْ کَضَوْءِ الشَّمْسِ قیامت والے دن میری امت کے کچھ لوگ آئیں گے جن کا نور سورج کی طرح روشن ہو گا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہونگے تو آپ نے فرمایا۔ فُقَرَاءُ الْمُہَاجِرِیْنَ الَّذِیْنَ

تُتَّقٰى بِهِمُ الْمَكَارِهُ . کہ وہ محتاج لوگ ہونگے جنہوں نے اللہ کے دین کی حفاظت کے لیے ہجرت کی ہوگی اور انکی وجہ سے برائیوں سے بچا جاتا ہے۔ یعنی وہ لوگ جہاد کرنے میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اُن کی دعا کی برکت سے بہت سے لوگ فتنوں سے بچ جاتے ہیں مگر وہ خود محتاج اور مہاجر ہوتے ہیں۔ اللہ نے مکہ کے مہاجرین کو قرآن میں فقراء کے لفظ سے تعبیر کیا ہے حالانکہ وہ تو صاحب حیثیت لوگ تھے۔ اُن کے مکانات، باغات اور کاروبار تھے مگر سب کچھ چھوڑ کر ہجرت کی اور محتاج ہو کر رہ گئے فرمایا وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان میں سے کوئی آدمی فوت ہو جاتا ہے وَحَاجَتُهُ فِي صَدْرِهِ تو اسکی ضروریات اسکے سینے میں ہی دبی رہ جاتی ہیں یعنی پوری نہیں ہوتیں قیامت والے دن ایسے لوگوں کو زمین کے اطراف سے اکٹھا کیا جائیگا اور ان پر ایسی نورانیت چھائی ہوگی جو سورج کی روشنی کو بھی ماند کرے گی۔

مجالسِ ذکر کی غنیمت

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا غَنِیْمَۃُ مَجَالِسِ الذِّکْرِ قَالَ غَنِیْمَۃُ مَجَالِسِ الذِّکْرِ اَلْجَنَّۃُ اَلْجَنَّۃُ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ذکر کی مجلسوں میں کیا چیز بطور غنیمت ملتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ انسان کو ذکر کی مجلسوں میں ملنے والی غنیمت جنت ہے جو اللہ تعالے عطا فرماتا ہے۔ جو آدمی خلوص نیت کے ساتھ مجالسِ ذکر میں بیٹھتا ہے اسکا صلہ جنت ہی ہو سکتا ہے۔

چار بہترین خصلتیں

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ اِذَا کُنَّ فِیْکَ فَلَا عَلَیْکَ مَا فَاتَکَ مِنَ الدُّنْیَا حِفْظُ اَمَانَۃٍ وَصِدْقُ حَدِیْثٍ وَحُسْنُ خَلِیْقَۃٍ وَعِفَّۃٌ فِیْ طُعْمَۃٍ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اندر جب چار چیزیں جمع ہو جائیں تو یقین جانو پھر دنیا کی کوئی چیز بھی تم سے فوت ہو جائے تو تمہیں افسوس نہیں ہوگا۔ وہ چار چیزیں یہ ہیں۔ ۱۔ امانت کی حفاظت یعنی کسی کی امانت تمہاری ذمہ داری میں ہے۔ اور تم اس ذمہ داری کو بطریق احسن پورا کر رہے ہو (۲) بات کی سچائی یعنی تمہاری کسی بات میں جھوٹ کی ملاوٹ نہ ہو۔ (۳) اچھا اخلاق یعنی تمہاری ذات بُرے اخلاق سے پاک ہو۔ (۴) کھانے میں پاکدامنی یعنی تم رزق حلال پر گزراوقات کرتے ہو اور حرام اور مشکوک چیز سے بچتے ہو۔

یہ چار چیزیں اگر تم میں پائی جائیں تو دنیا کی کسی چیز کا ضیاع تمہیں غم میں نہیں ڈالے گا۔

جہاد کی فضیلت

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ رِبَاطُ یَوْمٍ خَیْرٌ مِنْ صِیَامِ شَھْرٍ وَقِیَامِہٖ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد صفحہ ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک دن کا رباط یعنی دشمن کے مقابلہ میں مستعد ہونا ایک ماہ کے روزوں اور ایک ماہ کے قیام سے بہتر ہے۔ رباط کا مطلب یہ ہے کہ انسان دین کی حفاظت کی خاطر دشمن کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو جاتے۔ جو کافر اور مشرک اسلام کو مٹانا چاہتے ہیں۔ آدمی خود ان کو مٹانے کے لیے ہمہ تن تیار ہو۔ فرمایا اس مقصد کے لیے ایک دن مستعد ہونا ایک ماہ کے روزوں اور ایک ماہ کے قیام سے افضل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ اتنا بڑا عمل ہے اسی لیے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ ذُرْوَۃُ سَنَامِہِ الْجِھَادُ یعنی اسلام کی کوہان کی بلندی جہاد ہے۔ جب تک مسلمانوں میں جذبہ جہاد موجود ہے کامیابی انکے قدم چومتی رہے گی۔ اور جونہی جہاد چھوٹ جائیگا تو ان پر ذلت ہی آئے گی۔

خاموشی ذریعہ نجات ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَمَتَ نَجَا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے خاموشی اختیار کی وہ نجات پا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ زیادہ گفتگو کرنا اچھا نہیں بلکہ باعثِ وبال ہے۔ جو شخص زیادہ باتیں کرتا ہے اس کی زبان سے بے احتیاطی میں غلط باتیں بھی نکل جاتی ہیں جو اس کی ہلاکت کا باعث بن سکتی ہیں دوسری روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ ۔ جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اَنُؤْخَذُ بِمَا نَتَكَلَّمُ ۔ کیا ہماری زبانوں سے نکلی ہوئی باتوں پر ہمارا مؤاخذہ ہوگا؟ فرمایا وَ هَلْ يَكُبُّ فِي النَّارِ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ دوزخ میں اوندھے منہ گرانے والی یہی زبان سے کاٹی ہوئی باتیں ہی تو ہوتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ زیادہ باتیں کرنے سے خاموشی بہتر ہے۔ زبان سے نکلی ہوئی ہر بات قابلِ مؤاخذہ ہے اسی لیے فرمایا جس نے خاموشی اختیار کی وہ بچ گیا۔

حضورِ قلب کیساتھ دعا

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْقُلُوْبُ اَوْعِيَةٌ بَعْضُهَا اَوْعٰى مِنْ بَعْضٍ فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اَيُّهَا النَّاسُ فَاسْاَلُوْهُ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيْبُ لِعَبْدٍ دَعَاهُ عَنْ ظَهْرِ قَلْبٍ غَافِلٍ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسانوں کے دل برتن ہیں۔ ان میں سے بعض دوسروں کی نسبت زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں جس طرح حفاظت کے لیے برتن میں کوئی اچھی چیز ڈالی جاتی ہے اسی طرح اچھی بات اچھا عقیدہ اور اچھا اخلاق دل ہی میں ہوتا ہے۔ دل مرکزِ اخلاق ہے۔ جب یہ بگڑ جاتا ہے تو انسان کا سارا جسم بگڑ جاتا ہے گویا ہر چیز کی اصلاح قلب کی اصلاح پر موقوف ہے۔ اگر قلب درست ہے تو انسان کے تمام اعضاء درست ہیں۔

اسکے ساتھ ساتھ حضور علیہ السلام نے یہ بات بھی سمجھائی ہے کہ جب تم اللہ تعالےٰ سے کسی چیز کا سوال کرو تو تمہارے دل میں پختہ یقین ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ تمہاری دعا کو ضرور قبول کریگا تاہم فرمایا کہ یاد رکھو! اللہ تعالےٰ کسی غافل دل کی دعا کو قبول نہیں کرتا۔ جب بھی دعا کرو پوری توجہ اور یقین کے ساتھ کرو۔ دعا کرتے وقت دھیان ادھر اُدھر نہیں ہونا چاہیئے۔

جائے پیدائش کے علاوہ فوت ہونیکا فائدہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تُوُفِّیَ رَجُلٌ بِالْمَدِیْنَۃِ فَصَلّٰی عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا لَیْتَہٗ مَاتَ فِیْ غَیْرِ مَوْلِدِہٖ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ النَّاسِ لِمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا تُوُفِّیَ فِیْ غَیْرِ مَوْلِدِہٖ قِیْسَ لَہٗ مِنْ مَوْلِدِہٖ اِلٰی مُنْقَطَعِ اَثَرِہٖ فِی الْجَنَّۃِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص مدینہ میں فوت ہو گیا نبی علیہ السلام نے اسکی نماز جنازہ پڑھائی اور پھر فرمایا کاش یہ شخص اپنی جائے پیدائش کی بجائے کسی دوسری جگہ وفات پاتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ ایک شخص نے عرض کیا حضور! آپ نے یہ بات کیوں فرمائی ہے یعنی اس شخص کے غیر جگہ مرنے کا کیا فائدہ ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی اپنے مولد یعنی جائے پیدائش کے علاوہ کسی دوسری جگہ وفات پاتا ہے تو اسکی جائے پیدائش سے لے کر اسکے انتہائی نقش قدم تک کی پیمائش کی جاتی ہے اور اتنی جگہ اس شخص کو جنت میں عطا کر دی جاتی ہے بشرطیکہ وہ ایماندار اور نیک آدمی ہو۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی آدمی اپنے گھر کے علاوہ دوسرے شہر یا ملک میں جا کر وفات پاتا ہے تو اسکے وارث اسکی لاش اٹھا کر گھر لے جاتے ہیں اور پھر وہیں دفن کرتے ہیں۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے مناسب یہی ہے کہ جس جگہ کوئی شخص فوت ہوا ہے وہیں اسکو دفن کر دیا جائے۔ بعض خاص حالات میں تو دوسری جگہ دفن کرنے کی اجازت ہو سکتی ہے لیکن عام حالات میں میّت کو اسکی جائے وفات پر ہی دفن کرنا چاہیئے کہ یہی اسکے حق میں بہتر

ہے بشرطیکہ وہاں کوئی پیچیدگی نہ پیدا ہوئی ہو۔ ہمارے امرتسر کے مفتی صاحبؒ کراچی میں فوت ہوئے تو وہیں دفن ہوئے حالانکہ انکا گھر لاہور میں تھا دیوبند کے میاں سید اصغر حسینؒ بڑے بزرگ اور متقی آدمی تھے۔ معتقدین کے اصرار پر سورت گئے تو وہیں پیغام اجل آگیا اور وہیں دفن ہوئے۔

بہرحال حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی ایماندار اور متقی آدمی اپنے مولد کے علاوہ دوسری جگہ فوت ہوتا ہے تو دونوں مقامات کے درمیان کی جگہ ماپ کر اتنی جگہ اسے جنت میں دے دی جاتی ہے۔

چوری اور اس کی سزا

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ اِمْرَاَۃً سَرَقَتْ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ بِھَا الَّذِیْنَ سَرَقَتْھُمْ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ ھٰذِہِ الْمَرْاَۃَ سَرَقَتْنَا قَالَ قَوْمُھَا فَنَحْنُ نَفْدِیْھَا یَعْنِیْ اَھْلَھَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِقْطَعُوْا یَدَھَا..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں ایک عورت نے چوری کا ارتکاب کیا۔ مدعیان اس کو پکڑ کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں لے آئے اور عرض کیا حضور! اس عورت نے ہماری چوری کی ہے۔ عورت کے خاندان کے لوگوں نے پیش کش کی کہ وہ اس مسروقہ مال کا فدیہ پانچ سو دینار دینے کے لیے تیار ہیں اور درخواست کی کہ اس پر حد جاری نہ کی جائے۔ حضور علیہ السلام نے مقدمہ سن کر حکم دیا کہ اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا جائے کیونکہ چوری ثابت ہو چکی تھی اور اب سزا میں رعایت کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ چنانچہ اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ حد سرقہ کے طور پر بالغ مرد کی طرح بالغ عورت کا ہاتھ بھی کاٹ دیا جاتا ہے۔

اگر چوری ثابت ہو جائے یا چور خود چوری کا اقرار کر لے اور مقدمہ حاکم کی عدالت میں پیش ہو جائے تو پھر فریقین میں سمجھوتا کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی ہاں اگر مقدمہ عدالت میں پیش ہونے سے پہلے پہلے فریقین آپس میں مصالحت کر لیں، معاوضہ دے دیں یا معاف کرا لیں تو اس وقت تک رعایت کی گنجائش موجود ہوتی ہے ایک ایسا واقعہ مدینہ میں پیش آیا تھا۔ ایک شخص نے مسجد میں لیٹے ہوئے دوسرے شخص کا کمبل چوری کر لیا۔ مگر دروازے سے باہر نکلتے ہوئے پکڑا گیا۔ چور

کو حضور علیہ السلام کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ آپ کے پوچھنے پر اس شخص نے چوری کا اقرار کیا تو حضور علیہ السلام نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا۔ اتنی سخت سزا سن کر کمبل کے مالک نے کہا کہ میں اسکو معاف کرتا ہوں مگر آپ نے فرمایا کہ مقدمہ عدالت میں پیش ہو چکا ہے لہذا اب کوئی رعایت نہیں ہو سکتی چور کا ہاتھ کاٹا جائیگا۔

الغرض جب اس مسلمان عورت کا ہاتھ دائیں کلائی سے کاٹ دیا گیا تو وہ کہنے لگی ھَلْ لِیْ تَوْبَۃٌ حضور! کیا میرے لیے معافی کی گنجائش بھی ہے فرمایا ہاں پشیمان ہوئے اور ہاتھ کٹوانے کے بعد تم گناہوں سے اس طرح پاک ہو گئی ہو کَیَوْمِ وَلَدَتْکَ اُمُّکَ گویا کہ آج ہی تمہیں تمہاری ماں نے جنا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سورۃ مائدہ کی یہ آیت نازل فرمائی فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِہٖ وَ اَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰہَ یَتُوْبُ عَلَیْہِ ط جس نے زیادتی کرنے کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو بیشک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

غیر موجود چیز کی خرید و فروخت

عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَأْتِيْنِي الرَّجُلُ يَسْأَلُنِيَ الْبَيْعَ وَلَيْسَ عِنْدِيْ مَا اَبِيْعُهُ مِنْهُ ثُمَّ اَبِيْعُهُ مِنَ السُّوْقِ فَقَالَ لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۴)

حضرت حکیم ابن حزامؓ قریش مکہ کے سرداروں میں سے تھے۔ یہ حضرت خدیجہؓ کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھے۔ نہایت شریف الطبع انسان تھے مگر ابتداء میں ایمان قبول نہ کیا بلکہ فتح مکہ کے موقع پر ایمان سے مشرف ہوئے انکو دو خصوصیات حاصل تھیں۔ پہلی یہ کہ آپ کی ولادت حضرت علیؓ کی طرح خانہ کعبہ میں ہوئی تھی۔ مسلم شریف کی صحیح روایت کے مطابق اس زمانہ میں عورتیں دعا کے لیے خانہ کعبہ کے اندر چلی جاتی تھیں اور اسی دوران بعض کے ہاں بچہ پیدا ہو جاتا تھا۔ حضرت علیؓ اور حکیم ابن حزامؓ کی ولادت بھی اسی طریقے سے خانہ کعبہ کے اندر ہوئی۔ آپ کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے ایک سو بیس سال لمبی عمر پائی۔ یہ انسان کی طبعی عمر شمار ہوتی ہے۔ اگر کوئی عوارضات پیش نہ آئیں تو انسان اتنی عمر تک زندہ رہ سکتا ہے۔

حضرت حکیم ابن حزامؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ کوئی شخص میرے پاس آکر ایسی چیز خریدنا چاہتا ہے جو میرے پاس فی الوقت موجود نہ ہو تو کیا میں ایسی چیز کا سودا کر کے بعد میں وہ چیز بازار سے خرید کر اس کو دے سکتا ہوں؟ مطلب یہ کہ انہوں نے غیر موجود چیز کی خرید و فروخت کا مسئلہ دریافت کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس قسم کا سودا درست نہیں ہے جو چیز تمہارے پاس موجود ہی نہیں اس کی فروخت کا سودا مت کرو۔ یہ بیع اس وقت جائز ہوگی جب مطلوبہ چیز تمہارے یا تمہارے کسی نائب کے قبضہ میں ہو ورنہ نہیں۔

دنیا کے مال کی حقیقت

عَنْ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ یَقُوْلُ سَأَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَانِیْ ثُمَّ سَأَلْتُہٗ فَاَعْطَانِیْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ ھٰذَا الْمَالُ خَضِرَۃٌ حُلْوَۃٌ فَمَنْ اَخَذَہٗ بِحَقِّہٖ بُوْرِکَ لَہٗ فِیْہِ وَمَنْ اَخَذَہٗ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ یُبَارَکْ لَہٗ فِیْہِ وَکَانَ کَالَّذِیْ یَاْکُلُ وَلَا یَشْبَعُ وَالْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۴)

حضرت حکیم ابن حزامؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی چیز کا سوال کیا تو آپ نے مجھے عطا کر دی۔ میں نے پھر سوال کیا تو آپ نے پھر عطا کیا اس کے بعد نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا کا یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے جو اس کو حق کے مطابق یعنی جائز طریقے سے حاصل کریگا اس کو اس میں برکت دی جائے گی اور جو اس کو حرص ولالچ کے ذریعے حاصل کریگا اس میں خدا تعالےٰ کی جانب سے برکت نہیں دی جائے گی اور وہ شخص ایسا ہوگا گویا کہ وہ کھانا کھاتا ہے مگر پیٹ نہیں بھرتا۔ اس کی حالت استسقاء کے مریض کی سی ہوگی جو کتنا بھی پانی پی جاتے اس کی پیاس نہیں بجھتی اور وہ مزید پیاس محسوس کرتا ہے۔

حضرت حکیمؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ دینے والا ہاتھ اوپر اور لینے والا نیچے ہوتا ہے۔ اسی لیے فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اگلی حدیث میں حضرت حکیم بن حزامؓ ہی سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا وَلْیَبْدَاْ اَحَدُکُمْ بِمَنْ یَعُوْلُ چاہیئے کہ تم میں سے ہر شخص خرچ کی ابتدا ان سے کرے جن کا وہ کفیل ہے وَخَیْرُ الصَّدَقَۃِ مَا کَانَ عَنْ ظَھْرِ غِنًی اور بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی جائز ضرورت کی تکمیل کے بعد کیا جائے۔ نیز فرمایا۔ وَمَنْ یَّسْتَغْنِ یُغْنِہِ اللّٰہُ جو آدمی مستغنی بننے کی کوشش کریگا اس کو مستغنی کر دیگا

وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ اور جو شخص عفیف اور پاکدامن بننے کی کوشش کریگا اللہ سے ایسا ہی بنا دیگا۔

جب حضرت حکیم بن حزام نے حضور علیہ السلام سے یہ باتیں سنیں تو کہنے لگا تو پھر میں عہد کرتا ہوں لَا تَكُونُ يَدِي تَحْتَ يَدِ رَجُلٍ مِنَ الْعَرَبِ اَبَدًا میں آئندہ کسی بھی شخص کے ہاتھ کے نیچے اپنا ہاتھ نہیں رکھونگا یعنی کسی سے کچھ نہیں مانگوں گا چنانچہ آپ زندگی کے آخری لمحات تک اس عہد پر قائم رہے انہوں نے بیت المال سے ملنے والا وظیفہ بھی لینے سے انکار کر دیا کہتے تھے کہ حضور نے فرمایا ہے کہ حرص اور لالچ کی بنا پر مانگنا بہتر نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ لوگوں سے کہتے تھے کہ میں حکیمؓ کا حصہ ان کو دینا چاہتا ہوں مگر وہ لینے پر آمادہ نہیں۔ آپکی وفات امیر معاویہؓ کی خلافت کے زمانہ میں ہوئی۔

صحیح خرید و فروخت میں برکت ہے

عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا فَإِنْ صَدَقَا وَ بَيَّنَا رُزِقَا بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا وَ اِنْ كَذَبَا وَ كَتَمَا مُحِقَ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۴)

حضرت حکیم بن حزامؓ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ بائع اور خریدار دونوں کو اختیار ہوتا ہے کہ جب تک وہ مجلس میں موجود ہیں اور بیع مکمل نہیں ہوئی وہ سودا کرلیں یا اسے چھوڑ دیں۔ جب کوئی سودا طے کرنے کے بعد وہ مجلس برخاست ہو جائے تو پھر سودا منسوخ کرنے کا حق باقی نہیں رہتا۔ حضور علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر بائع اور خریدار دونوں سچ بولیں گے اور مال کے نقص یا عیب کو ظاہر کر دیں گے تو انکے اس سودے میں اللہ کی طرف سے برکت دی جائے گی۔ اور اگر وہ دونوں جھوٹ بولیں گے اور عیب کو چھپائیں گے تو اس سودے کی برکت کو مٹا دیا جائیگا۔ وہ سودا تو چل جائیگا مگر اس میں برکت نہیں ہوگی۔

مساجد کا احترام

عَنْ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُقَامُ الْحُدُوْدُ فِی الْمَسَاجِدِ وَلَا یُسْتَقَادُ فِیْھَا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۴)

حضرت حکیم بن حزامؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجدوں میں حدود نہ قائم کی جائیں اور نہ قصاص لیا جائے۔ مسجد میں کسی مقدمہ کا فیصلہ تو کیا جا سکتا ہے مگر مجرم پر حدود قائم کرنا یا اس سے قصاص لینا روا نہیں ہے حضور علیہ السلام نے اس سے منع فرمایا کہ اس سے مسجد کا تقدس پامال ہوتا ہے۔ اگلی حدیث میں انہی حضرت حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اَلْمَسَاجِدُ لَا یُنْشَدُ فِیْھَا الْاَشْعَارُ کہ مسجدوں میں شعر گوئی بھی نہ کی جائے۔ اس شعر گوئی سے فضول شعر گوئی مراد ہے۔ ہمارے ہاں اکثر مساجد میں شرکیہ اور بدعتیہ نظمیں پڑھی جاتی ہیں جو ایک قسم کا گانا ہی ہوتا ہے۔ یہ مکروہات میں داخل ہیں اور ان سے منع کیا گیا ہے ہاں اللہ اور اس کے رسول کی تعریف کے اشعار ہوں یا اسلام کی تائید میں بعض شعر کہے گئے ہوں تو ان کا پڑھنا روا ہے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ اسلام کی تائید میں مشرکوں کو اشعار میں جواب دیا کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام اُن کو ایسا کرنے کی ترغیب دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ کی طرف سے جبریل امین تمہارے ساتھ ہوں گے۔

حضور علیہ السلام نے مساجد میں خرید و فروخت کی بھی اجازت نہیں دی۔ فرمایا اگر کوئی آدمی مسجد میں کوئی چیز بیچتا ہے تو تم بد دعا کرو۔ لَا اَرْبَحَ اللّٰہُ تِجَارَتَکَ اللہ تمہاری اس تجارت میں کبھی برکت نہ دے۔ نیز فرمایا کہ اگر کوئی شخص مسجد میں کسی گم شدہ چیز کا اعلان کرتا ہے تو تم یوں کہو لَا رَدَّ اللّٰہُ اِلَیْکَ خدا لگ اللہ تعالےٰ تمہاری گمشدہ چیز واپس نہ لوٹائے۔ آج کل مسجدوں میں بچوں یا مختلف اشیاء گھڑی، تھیلہ، کپڑا، جوتا وغیرہ کی گمشدگی کا اعلان کیا جاتا ہے جو جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر لاؤڈ سپیکر اور ہارن مسجد سے باہر ہوں تو پھر ایسا اعلان کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔

حضور علیہ السلام کا یہ بھی فرمان ہے کہ مسجدوں کو پاک صاف رکھو۔ ابن ماجہ شریف کی روایت میں ہے کہ پاگلوں اور بہت چھوٹے بچوں کو مسجد میں نہ آنے دو۔ ہاں جب بچے پانچ سات سال کے باشعور ہو جائیں تو مسجد میں آسکتے ہیں۔ بہت چھوٹے بچوں کے بول و براز کرنے سے مسجد کی بے حرمتی ہو سکتی ہے۔

حبِّ نبوی کا عجیب انداز

عَنْ مُعَاوِیَۃَ بْنِ قُرَّۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ رَھْطٍ مِنْ مُزَیْنَۃَ فَبَایَعْنَاہُ وَاِنَّ قَمِیْصَہٗ لَمُطْلَقٌ قَالَ فَبَایَعْنَاہُ ثُمَّ اَدْخَلْتُ یَدِیْ فِیْ جَیْبِ قَمِیْصِہٖ فَمَسِسْتُ الْخَاتَمَ...... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۴)

حضرت معاویہ ابن قرۃؓ یہ دونوں باپ بیٹا صحابی ہیں۔ حضرت قرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ میں قبیلہ مزینہ کے ایک گروہ کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہم نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی یعنی اسلام قبول کیا۔ کہتے ہیں کہ اس وقت آپ کی قمیض کا بٹن کھلا ہوا تھا۔ پھر میں نے آپ کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر مہر نبوت کو چھو کر دیکھا۔ یہ مہر نبوت حضور علیہ السلام کے دونوں کندھوں مبارکوں کے درمیان ایک ابھری ہوئی گلٹی کی شکل میں تھی۔ اس کی پیشین گوئی پہلی کتابوں میں بھی موجود تھی۔ اس سرخ رنگ کی گلٹی کے اوپر چھوٹے چھوٹے مسّے تھے اور اس طرح یہ ابھری ہوئی تھی تو حضرت قرۃؓ نے اس مہر نبوت کو حضور علیہ السلام کی اجازت سے ہاتھ لگا کر دیکھا۔

حضرت عروہؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بھانجے ہیں۔ وہ کہتے ہیں فَمَا رَاَیْتُ مُعَاوِیَۃَ وَلَا ابْنَہٗ قَالَ حَسَنٌ یَعْنِیْ اَبَا اَیَاسٍ فِیْ شِتَاءٍ قَطُّ وَلَا حَرٍّ اِلَّا مُطْلَقِیْ اَزْرَارِھِمَا لَا یَزُرَّانِہٖ اَبَدًا۔ کہ میں نے معاویہؓ اور ان کے بیٹے کو سخت سردی اور سخت گرمی کے موسم میں بھی قمیص کا بٹن کھلا رکھتے ہی دیکھا ہے۔ ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ادا اس قدر پسند آئی کہ انہوں نے عمر بھر قمیض کا بٹن بند نہیں کیا کیونکہ جب انہوں نے اسلام کی بیعت حضور کے دستِ مبارک پر کی تھی تو اس وقت آپ کی قمیص کا بٹن کھلا تھا۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عقیدت اور محبت کا نتیجہ تھا ورنہ یہ ان کے لیے ضروری نہیں تھا۔ انہوں نے

حضور علیہ السلام کو جس حالت میں دیکھا اسی پر قائم رہے۔

حضور علیہ السلام کے ایک صحابی ابو محذورہؓ کی مثال بھی ایسی ہی ہے۔ یہ حضور کے مؤذن تھے جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو حضور علیہ السلام نے ان کے سر پر دستِ شفقت رکھا تھا۔ انہوں نے ساری عمر سر کے وہ بال ہی نہیں منڈوائے جن پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پھیرا تھا۔ یہ بھی آپ کے ساتھ عقیدت و محبت کا اظہار تھا۔

دائمی روزے دار آدمی

عَنْ اَبِیْ اِیَاسٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّہٗ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَدَعَا لَہٗ وَمَسَحَ رَأْسَہٗ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۵)

حضرت ابی ایاس اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے دعا کی اور سر پر دستِ شفقت پھیرا۔ انہی سے اگلی حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے۔ فِیْ صِیَامِ ثَلَاثَۃِ اَیَّامٍ مِّنَ الشَّھْرِ صَوْمُ الدَّھْرِ وَ اِفْطَارُہٗ یعنی ہر ماہ تین نفلی روزے رکھنا صوم دہر کہلاتا ہے۔ یعنی جو شخص ان تین دنوں کے روزے رکھ لے اس کو سال بھر کے روزوں کا اجر ملتا ہے ہر نیکی کا کم از کم اجر دس گنا ہے، اور تین روزے تیس دن یعنی پورے ایک ماہ کے روزوں کے برابر ہو گئے۔ اس طرح ہر ماہ تین روزے رکھنے والا ہمیشہ کا روزیدار سمجھا جائیگا۔ یہ تین دن ایام بیض کہلاتے ہیں یعنی ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ تاہم اس سے آگے پیچھے بھی رکھے جاسکتے ہیں۔

حمد باری تعالے اشعار میں

عَنْ اَسْوَدَ بْنِ سَرِیْعٍ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ قَدْ حَمِدْتُ رَبِّیْ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی بِمَحَامِدَ وَمِدَحٍ وَاِیَّاکَ قَالَ ہَاتِ مَا حَمِدْتَ بِہٖ رَبَّکَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَجَعَلْتُ اُنْشِدُہٗ قَالَ ثُمَّ جَآءَ فَاسْتَاذَنَ .... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۵)

حضرت اسود بن سریعؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول! میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی ہے اور اس میں تعریف و توصیف کی کئی باتیں بیان کی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کی بھی تعریف بیان کی ہے۔ یہ حضرت اسود شاعر اور ادیب تھے۔ عربوں میں شعر وادب کی صورت میں اچھے سے اچھا کلام پیش کیا جاتا تھا۔ بڑی سے بڑی مجلسیں لگتی تھیں جن میں لوگ اپنے اپنے کلام کے جوہر دکھاتے تھے۔ تو یہ بھی انہی لوگوں میں سے تھے۔ چنانچہ انہوں نے حضور علیہ السلام کو اپنے کلام سے متعارف کرایا آپ نے فرمایا کہ اچھا تم نے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد بیان کی ہے وہ سناؤ کہ تم نے کیا کہا ہے؟ راوی بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی طرف سے اجازت ملنے پر میں نے حمد باری تعالیٰ سنانی شروع کی اتنے میں ایک شخص نے آکر اجازت طلب کی تو حضور علیہ السلام نے اس کو اجازت مرحمت فرمائی پھر اس نے بھی کچھ کلام کیا اور چلا گیا۔ میں اللہ تعالیٰ کی تعریف میں اپنے اشعار حضور علیہ السلام کو سناتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد وہ شخص پھر آیا اور اجازت طلب کی۔ اس نے پھر کوئی کلام کیا اور چلا گیا۔ اس طرح گویا تین دفعہ ہوا۔ آگے روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ اس شخص کے سر کے بال اڑے ہوئے تھے۔ جب تین دفعہ ایسا ہو چکا تو میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے جس نے مجھے تین مرتبہ خاموش کرایا اور آپ نے اس کی بات سنی آپ نے فرمایا، یہ عمر بن خطابؓ

تھے اور ساتھ یہ بھی فرمایا هٰذَا رَجُلٌ لَا يُحِبُّ الْبَاطِلَ یہ ایسا شخص ہے جو باطل کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

ایک اور روایت میں یوں بھی آتا ہے کہ جب میں نے اللہ کی تعریف کے اشعار حضور علیہ السلام کے سامنے پڑھنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت دی اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کا جو بندہ اس کی تعریف بیان کرتا ہے، اللہ تعالےٰ اسکو پسند فرماتا ہے۔

توبہ اللہ تعالےٰ کے سامنے ہی کی جاسکتی ہے

عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ سَرِیْعٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِاَسِیْرٍ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْکَ وَلَا اَتُوْبُ اِلٰی مُحَمَّدٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَرَفَ الْحَقَّ لِاَھْلِہٖ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۵)

حضرت اسود ابن سریعؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک قیدی پیش کیا گیا جو کہنے لگا اے اللہ! میں تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ کے سامنے توبہ نہیں کرتا۔ قیدی کی یہ بات سن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس شخص نے حق کو حق والے کے لیے پہچان لیا ہے مطلب یہ کہ حضور علیہ السلام نے قیدی کی بات کی تصدیق فرمائی کہ توبہ صرف اللہ کے سامنے ہی کی جاسکتی ہے کیونکہ اس کا فرمان ہے تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ توبہ صرف اللہ ہی کے سامنے کرو۔ حضور علیہ السلام کے سامنے توبہ کرنے کا حکم نہیں ہے کیونکہ آپ تو سفارش کریں گے اور توبہ اللہ ہی قبول کریگا۔ گویا توبہ قبول کرنا اللہ تعالےٰ کا حق ہے اور اسی کے سامنے توبہ کرنی چاہیئے۔

جنگ میں بچوں کے قتل کی ممانعت

عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ سَرِیْعٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِیَّۃً یَوْمَ حُنَیْنٍ فَقَاتَلُوا الْمُشْرِکِیْنَ فَاَفْضٰی بِھِمُ الْقَتْلُ اِلَی الذُّرِّیَّۃِ فَلَمَّا جَآءُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا حَمَلَکُمْ عَلٰی قَتْلِ الذُّرِّیَّۃِ......الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۵)

حضرت اسود بن سریعؓ بیان کرتے ہیں کہ جنگ حنین کے موقع پر حضور علیہ السلام نے ایک لشکر کسی طرف روانہ کیا تاکہ دشمنوں سے مقابلہ کریں۔ لشکر نے حسب الحکم کفار ومشرکین کے ساتھ جنگ کی اور ان کو قتل کیا اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے بچوں کو بھی قتل کیا۔ جب یہ لوگ واپس آئے اور اس واقع کا علم حضور علیہ السلام کو ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں بچوں کے قتل پر کس چیز نے آمادہ کیا۔ لوگوں نے عرض کیا، حضور! اِنَّمَا کَانُوْا اَوْلَادَ الْمُشْرِکِیْنَ یہ بچے بھی تو مشرکوں ہی کی اولاد تھے لہٰذا ہم نے انکو بھی تہ تیغ کر دیا۔ حضور علیہ السلام نے نہایت حکیمانہ طریقے سے بات سمجھاتے ہوئے فرمایا۔ اَوَھَلْ خِیَارُکُمْ اِلَّا اَوْلَادَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ کیا تم میں سے اچھے لوگ مشرکوں کی اولاد میں سے نہیں ہیں یعنی تمہارے آباؤ اجداد بھی تو مشرک ہی تھے مگر اس وقت اہل ایمان نے تمہیں تو قتل نہیں کیا دیکھو! آج مشرکوں کی ہی اولاد میں سے اسلام کے کتنے جانفروش سپاہی موجود ہیں، لہٰذا بچوں، عورتوں (غیر حربی) بوڑھوں اور راہبوں کو قتل نہیں کرنا چاہیئے۔

اس کے بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے مَا مِنْ نَسَمَۃٍ تُوْلَدُ اِلَّا عَلَی الْفِطْرَۃِ حَتّٰی یُعْرِبَ عَنْھَا لِسَانُھَا۔ ہر بچہ فطرت سلیمہ پر ہی پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد جب وہ بولنے لگتا ہے تو اس کے ماں باپ جس راستے پر اس کو چلاتے ہیں وہ چلنے لگتا ہے، یعنی جو کچھ اسکے والدین بہن بھائی اس کو سکھلاتے ہیں، وہی سیکھ جاتا ہے ورنہ پیدائشی طور پر وہ فطرت

سلیمہ پر ہی ہوتا ہے اگر اس کا ماحول یہودی، نصرانی، ہندو یا مجوسی ہے تو وہ بھی ویسا ہی بن جاتا ہے۔ ہر بچے کی فطرت صاف و شفاف تختی کی مانند ہوتی ہے۔ جس پر جو چیز نقش کی جائے نقش ہو جاتی ہے
الغرض، حضور علیہ السلام نے بچوں کے قتل سے منع فرمادیا۔ البتہ جب کسی جگہ رات کی تاریکی میں حملہ کیا جاتا ہے تو اس کی زد میں بچے عورتیں اور بوڑھے بھی آجاتے ہیں اور قابل جنگ نوجوانوں کے ساتھ وہ بھی مارے جاتے ہیں۔ یہ امر مجبوری ہے ورنہ عام حالات میں بچوں اور عورتوں کے قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے البتہ ان عورتوں کو قتل کیا جا سکتا ہے جو کسی نہ کسی طریقے سے مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لے رہی ہوں۔

چار بیش قیمت کلمات

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِی الْمَسْجِدِ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ رَفَعَ بَصَرَہٗ اِلَی السَّمَاءِ ثُمَّ خَفَضَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّہٗ قَدْ حَدَثَ فِی السَّمَاءِ شَیْءٌ ...... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۶۷)

حضرت نعمان بن بشیرؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم عشاء کی نماز کے بعد مسجد میں موجود تھے کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور پھر نیچی کرلی یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آسمان میں کوئی حادثہ پیش آگیا ہے پھر حضور علیہ السلام اَلَا اِنَّہٗ سَیَکُوْنُ بَعْدِیْ اُمَرَاءُ یَکْذِبُوْنَ وَیَظْلِمُوْنَ خبردار میرے بعد ایسے حکمران آئیں گے جو جھوٹ بولیں گے اور لوگوں پر ظلم کریں گے۔ فَمَنْ صَدَّقَہُمْ بِکَذِبِہِمْ پھر جس شخص نے ان کے جھوٹ کی تصدیق کی وَمَالَأَہُمْ عَلٰی ظُلْمِہِمْ اور ان کے ظلم میں شرکت اختیار کی۔ ان کے ظلم کو روکنے کی بجائے ان کی تائید کی تو فرمایا فَلَیْسَ مِنِّیْ وَلَا اَنَا مِنْہُ تو ایسا شخص مجھ سے نہیں ہے اور نہ ہی میں اس سے ہوں وَمَنْ لَّمْ یُصَدِّقْہُمْ بِکَذِبِہِمْ وَلَمْ یُمَالِئْہُمْ عَلٰی ظُلْمِہِمْ اور جس شخص نے نہ تو انکے جھوٹ کی تصدیق کی اور نہ ان کے ظلم میں شریک ہوا فَہُوَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ وہ شخص مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا اَلَا وَاِنَّ دَمَ الْمُسْلِمِ کَفَّارَتُہٗ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ خبردار ایک مسلمان کے خون کا کفارہ یہ چار کلمات ہیں یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ

یہ چار کلمات بہت بڑی فضیلت کے حامل ہیں۔ ان کلمات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے ورد کے لیے منتخب فرمایا ہے تاکہ وہ ان کلمات کے ساتھ اپنے پروردگار کی حمد بیان کریں سُبْحَانَ اللّٰہِ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب اور نقص سے پاک ہے، ہر قسم کی کمزوریوں اور شریکوں سے بھی پاک ہے جب ایک مسلمان سچے دل سے یہ پاکیزہ کلمہ اپنی زبان سے ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا میزان پُر ہو جاتا ہے اور ہر ایک کو اپنے اپنے درجے کے مطابق اجر و ثواب نصیب ہوتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سب تعریفیں اور خوبیاں اللہ کے لیے ہیں۔ اللہ کی حمد کا یہ کلمہ ارض و سما کے درمیان کی فضا کو پُر کرنے والا ہے۔ ہر اچھا اور جائز کام کرنے کے بعد الحمدللہ کہنا چاہیے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ وَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ حَالِ اَھْلِ النَّارِ۔ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کا شکر ہے اور میں اہل دوزخ کی حالت سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ اللہ نے مومنوں کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ اَلْحَامِدُوْنَ۔ ہر حال میں اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں۔

تیسرا کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ توحید کا کلمہ ہے جو کہ انسان کی نجات کی چابی ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی حاجت روا اور مشکل کشا نہیں، وہ سب کچھ جاننے والا اور ہر چیز پر قادر ہے وہی شفا دینے والا اور ترقی و تنزل میں ڈالنے والا ہے۔ اگرچہ یہ کلمہ بڑا وسیع مفہوم رکھتا ہے تاہم عام لوگوں کو سمجھانے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں عبادت کا مستحق وہ ہوتا ہے واجب الوجود، خالق، علیم کل اور قادر مطلق ہو چونکہ یہ تمام چیزیں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات میں پائی جاتی ہیں لہٰذا مستحق عبادت بھی اسکے سوا کوئی نہیں۔ یہ اللہ کی تعریف کا پاک کلمہ ہے۔ جس سے خدا کی توحید ہر وقت مستحضر رہتی ہے حضور علیہ السلام کا فرمان مبارک بھی ہے۔ جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ بِقَوْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اپنے ایمان کی تجدید کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ کیا کرو۔

چوتھا پاک کلمہ اللہ اکبر ہے یعنی اللہ ہی بڑا ہے اس کے علاوہ کوئی بادشاہ، کوئی حاکم اور کوئی مخلوق بڑائی کے لائق نہیں۔ بڑائی صرف اللہ کی ذات کو حاصل ہے کیونکہ اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ

شَیْئٍ ہر چیز کا خالق وہی ہے۔ خود اللہ تعالےٰ نے اپنی بڑائی بیان کرنے کا حکم دیا ہے۔ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ (المدثر۔ ۳)

اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کرو۔ لوگ حاکموں، وزیروں، امیروں، جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی تعریف خود غرضی کی بنا پر کرتے ہیں، ان کی تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں۔ یہ سب باطل ہے اور بڑائی کے لائق صرف ذاتِ خداوندی ہے اس کلمہ اللہ اکبر کے ذریعے ہم نماز میں داخل ہوتے ہیں یعنی اللہ کے سوا کوئی بڑائی کا مستحق نہیں ہے

اِن چار کلمات کا ذکر کرنے کے بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا ھُنَّ الْبَاقِیَاتُ الصَّالِحٰتُ یہی باقی رہنے والی نیکیاں ہیں۔ جو شخص ایمان اور اخلاص کے ساتھ ان کلمات کو اپنی زبان سے ادا کریگا اس کو یقیناً بہت بڑا اجر نصیب ہو گا۔ ان کلمات کے بارے میں امید رکھی جا سکتی ہے کہ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا ۝ (الکہف۔ ۴۶) اللہ کے نزدیک یہ بہتر اجر و ثواب کی حامل ہیں اور ان کی وجہ سے بہتر نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ہر مومن کو دن میں کم از کم سو سو مرتبہ یہ کلمات دہرا لینے چاہئیں جو کہ اس کے لیے کامیابی کے ضامن ہیں اسکے ساتھ اگر سو مرتبہ استغفر اللہ اور سو مرتبہ درود شریف بھی پڑھ لیگا تو مشائخ چشت کا وِرد پورا ہو جائیگا اور آدمی سالک بن جائیگا۔ ایسا شخص انشاء اللہ فیض سے محروم نہیں رہے گا۔

تسبیحات کی عظمت

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ مِنْ جَلَالِ اللّٰہِ مِنْ تَسْبِیْحِہٖ وَتَحْمِیْدِہٖ وَتَکْبِیْرِہٖ وَتَہْلِیْلِہٖ یَتَعَاطَفْنَ حَوْلَ الْعَرْشِ لَہُنَّ دَوِیٌّ کَدَوِیِّ النَّحْلِ یَذْکُرُوْنَ بِصَاحِبِہِنَّ اَلَا یُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ لَّا یَزَالَ لَہٗ عِنْدَ اللّٰہِ شَیْءٌ یُذْکَرُ بِہٖ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۶۸)

حضرت نعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اسکے جلال، عظمت اور بڑائی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی تسبیح، تحمید، تکبیر اور تہلیل بیان کرتے ہیں تو یہ کلمات عرش الٰہی کے گرد گھومتے ہیں اور شہد کی مکھیوں کی طرح ان کی گونج ہوتی ہے۔ ان چار کلمات یعنی سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر کی تشریح گزشتہ حدیث میں بھی بیان ہو چکی ہے کہ یہ کلمات اللہ تعالےٰ کو کس قدر پسند ہیں اور ان کا کتنا اجر و ثواب ہے۔

فرمایا پھر اللہ کے ہاں تسبیح کرنے والے کا ذکر خیر ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ کی بارگاہ میں تمہارا ذکر ہو؟ ظاہر ہے کہ ہر شخص اس بات کو پسند کریگا کہ عرش کے اردگرد اس کا ذکر ہو۔ اور ذکر کے یہ کلمات سب سے زیادہ پاکیزہ کلمات ہیں۔ گزشتہ حدیث میں گزر چکا ہے۔ ھُنَّ الْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ۔ کہ یہ باقی رہنے والی نیکیاں جن کا اجر و ثواب ہمیشہ ملتا رہیگا۔ یہ کلمات ہر وقت پڑھے جا سکتے ہیں۔ ماہ رمضان میں انکے پڑھنے کی فضیلت مزید بڑھ جاتی ہے۔ امام ترمذیؒ نے امام زہریؒ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ تَسْبِیْحَۃٌ فِیْ رَمَضَانَ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ تَسْبِیْحَۃٍ فِیْ مَا سِوَاہُ۔ یعنی ان تسبیحات کا اجر و ثواب رمضان کے مہینہ میں عام دنوں کی نسبت ہزار گنا بڑھ جاتا ہے۔ طبرانی شریف اور مستدرک حاکم میں حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص صحتِ عقیدہ اور اللہ تعالےٰ کے جلال و عظمت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے خلوصِ نیت

کے ساتھ ایک سو مرتبہ سبحان اللہ کہتا ہے اس کو ایک سو وہ غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب حاصل ہوتا ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں ظاہر ہے کہ عام غلاموں کی نسبت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کے غلام آزاد کرنے کا ثواب بہت زیادہ ہوگا۔ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو شخص خلوصِ نیت کے ساتھ ایک سو مرتبہ الحمد للہ پڑھیگا اس کو زین کسے ہوئے ایک سو گھوڑے اللہ کی راہ میں دینے کے برابر ثواب حاصل ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایمان اور اخلاص کے ساتھ ایک سو مرتبہ اللہ اکبر کہے گا اس کو مکہ مکرمہ میں ایک سو اونٹ قربانی کرنے کے برابر اجر حاصل ہوگا۔ نیز فرمایا۔ جو شخص لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا مبارک کلمہ اپنی زبان سے ادا کرتا ہے اسکے اجر و ثواب سے زمین و آسمان کے درمیان کی فضا پُر ہو جاتی ہے۔ اس کے لیے شرط یہی ہے کہ انسان کا عقیدہ صحیح ہو اور اللہ تعالےٰ کا جلال اور اس کی عظمت پیش نظر ہو۔

نماز کی صفِ اوّل کی فضیلت

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی الصَّفِّ الْاَوَّلِ اَوِ الصُّفُوْفِ الْاُوْلٰی۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۶۹)

حضرت نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے آپکو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یاد رکھو! اللہ تعالےٰ اور اسکے فرشتے نماز کی پہلی صف والوں پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے صف اول کے نمازیوں پر اپنی رحمت کا نزول فرمایا ہے جبکہ اس کے فرشتے ان لوگوں کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں کہ اے اللہ! جو لوگ پہلی صفوں میں نماز ادا کرتے ہیں ان پر اپنی خصوصی رحمت کا نزول فرما۔ اسی لیے سلف صالحین کی کوشش ہوتی تھی کہ اگلی صفوں میں جگہ مل جائے۔ ظاہر ہے کہ پہلی صف یا صفوں میں اسی شخص کو جگہ ملے گی جو مسجد میں پہلے آئیگا۔ اس حدیث سے نماز باجماعت کی فضیلت، اسکیلیے محنت اور اس کی طرف توجہ کے اشارات ملتے ہیں۔ اس معاملہ میں جتنی کوئی محنت کریگا اتنے ہی اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔

مجاہد فی سبیل اللہ کا مرتبہ

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ الصَّائِمِ نَهَارَهُ وَالْقَائِمِ لَيْلَهُ حَتّٰى يَرْجِعَ مَتٰى يَرْجِعُ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۷۲)

حضرت نعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی راہ کے مجاہد کی مثال اس شخص کی ہے جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے یہاں تک کہ وہ جہاد سے واپس لوٹ آئے۔

ظاہر ہے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے وہی ہونگے جو اللہ کے دین کے قیام کی تڑپ رکھتے ہوں گے۔ جہاد میں جان اور مال دونوں چیزیں کھپانا پڑتی ہیں اس کے علاوہ ضرورت کے مطابق زبان اور قلم کے ساتھ بھی جہاد ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی ظاہری اور باطنی تمام قویٰ دین کی اقامت اور اس کی سربلندی کے لیے وقف کر دے۔ اس لیے اس کا مرتبہ بھی اللہ نے بہت زیادہ رکھا ہے۔

نمازِ تراویح کا بیان

عَنْ اَبِیْ طَلْحَۃَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّہٗ سَمِعَ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِیْرٍ یَقُوْلُ عَلٰی مِنْبَرِ حِمْصٍ قُمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃَ ثَلَاثٍ وَّعِشْرِیْنَ فِیْ شَھْرِ رَمَضَانَ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ الْاَوَّلِ ثُمَّ قُمْنَا مَعَہٗ لَیْلَۃَ خَمْسٍ وَّعِشْرِیْنَ اِلٰی نِصْفِ اللَّیْلِ ثُمَّ قُمْنَا لَیْلَۃَ سَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنْ لَّا نُدْرِکَ الْفَلَاحَ ......الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۷۲)

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شام کی فتح کے بعد حضرت نعمان بن بشیرؓ وہاں کے امیر تھے حضرت ابطلحہ انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت نعمان بن بشیرؓ کو حمص کے منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم نے حضور علیہ السلام کے ساتھ ماہ رمضان کی تئیسویں تاریخ کو ایک تہائی رات تک نماز پڑھی پھر جب پچیسویں رات ہوئی تو ہم نے نبی علیہ السلام کے پیچھے نصف شب تک نماز پڑھی۔ جب ستائیسویں رات آئی تو حضرت نعمانؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضور علیہ السلام کے ساتھ اتنی لمبی نماز پڑھی کہ ہمیں خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں سحری کھانے کا وقت ہی نہ گزر جائے گویا تقریباً ساری رات نماز پڑھی۔

اس حدیث میں ماہ رمضان میں نماز تراویح کا ذکر ہے حضور علیہ السلام نے صحابہؓ کو باجماعت نماز صرف تین دن یعنی تیئسویں، پچیسویں اور ستائیسویں رمضان کو پڑھائی اور درمیان میں چوبیسویں اور چھبیسویں کو جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھائی۔ مسلم اور ترمذی شریف کی روایت میں مذکور ہے کہ اٹھائیسویں شب کو صحابہ کرام حضور علیہ السلام کے منتظر رہے مگر آپ باہر تشریف نہیں لائے پھر آپ نے صبح کے وقت فرمایا کہ مجھے لوگوں کی خواہش کا علم ہو گیا تھا مگر میں نے جان بوجھ کر نماز نہیں پڑھائی کیونکہ مجھے خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ نمازِ تراویح تم پر فرض ہی نہ ہو جائے لہذا آپ نے

امت پر شفقت کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگو! اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو یعنی سنن اور نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے جب کہ فرض نماز کی ادائیگی مسجد میں ہی ضروری ہے۔

اس حدیث میں نماز تراویح کی رکعتوں کا ذکر نہیں ہے۔ حضرت جابرؓ کی روایت میں آٹھ کا ذکر ملتا ہے مگر وہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح عبداللہ بن عباسؓ کی روایت جسے امام ابن ابی شیبہؒ نے نقل کیا ہے، میں بیس رکعت کا ذکر بھی آتا ہے مگر وہ روایت بھی صحت کے درجہ کو نہیں پہنچتی۔ بہر حال لوگ نماز تراویح پڑھتے پڑھاتے رہے۔ کسی نے اپنے طور پر پڑھ لی، کسی نے چھوٹی جماعت سے اور کسی نے بڑی جماعت کے ساتھ یہ نماز ادا کر لی۔ حضرت ابوبکرؓ کا پورا دورِ خلافت اور پھر حضرت عمرؓ کی خلافت کے پہلے دو سال بھی گزر گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگ مسجد میں الگ الگ ٹکڑیوں میں علیحدہ علیحدہ نماز پڑھ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ان سب کو ایک امام پر جمع کر دیا جائے تو کیا حرج ہے؟ چونکہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا اور نماز کے فرض ہو جانے کا خطرہ باقی نہیں رہا تھا لہٰذا آپ نے سب لوگوں کو ایک امام پر اکٹھا کر دیا۔ اس کی کیفیت موطا امام مالکؒ میں اس طرح مذکور ہے کہ پہلے لمبی قرات کرتے تھے اور رکعتیں کم تھیں۔ پھر حضرت عمرؓ کے روبرو یہ طے پایا کہ نماز تراویح کی رکعتیں بیس کر دی جائیں اور پورے ماہِ رمضان میں ایک دفعہ پورا قرآن پاک تلاوت کر دیا جائے۔ چنانچہ اس وقت سے تراویح کی بیس رکعت جاری ہیں۔ حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ اور پھر حضرت علیؓ نے بھی اسی پر عمل کیا جو کہ آج تک جاری ہے۔ بعض لوگ نماز تہجد اور نماز تراویح کو ایک ہی نماز ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بیس رکعت نماز تراویح بدعت ہے۔ یہ نظریہ درست نہیں ہے۔ تینوں خلفائے راشدینؓ کا بیس پر عمل رہا ہے۔ البتہ حضور علیہ السلام سے صرف تین دن باجماعت نماز تراویح ثابت ہے اور وہ بھی اس طرح کہ پہلی رات ایک تہائی شب تک نماز پڑھائی پھر ایک دن چھوڑ کر نصف شب تک پڑھائی۔ اور پھر ایک دن چھوڑ کر تقریباً ساری رات نماز پڑھائی۔ تاہم اس حدیث میں رکعتوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

قیامت سے پہلے فتنوں کا ظہور

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ صَحِبْنَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ سَمِعْنَاہُ یَقُوْلُ اِنَّ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ فِتَنًا کَاَنَّھَا کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ یُصْبِحُ الرَّجُلُ فِیْھَا مُؤْمِنًا ثُمَّ یُمْسِیْ کَافِرًا وَ یُمْسِیْ مُؤْمِنًا ثُمَّ یُصْبِحُ کَافِرًا۔ ...... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۷۳)

حضرت نعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حضور علیہ السلام کی رفاقت نصیب ہوئی اور ہم نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ قیامت سے پہلے بڑے فتنے واقع ہوں گے جیساکہ تاریک رات ہوتی ہے۔ فرمایا اس وقت لوگوں کا حال یہ ہو گا کہ اگر کوئی شخص صبح کے وقت مومن ہے تو شام کو کافر ہو جائیگا۔ اور اگر شام کو مومن ہے تو صبح تک کافر ہو گا۔ مطلب یہ کہ اس قدر تغیرات واقع ہوں گے جس طرح آج دنیا میں سائنس کی ترقی ہو رہی ہے۔ اور نئی نئی ایجادات سامنے آ رہی ہیں اسی طرح لوگوں کے اعتقاد بھی جلدی جلدی بدلنے لگیں گے کبھی ایمان ہو گا اور کبھی کفر ہو گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں آتا ہے کہ آدمی گھر سے نکلے گا اور اس کے ساتھ اس کا دین اور ایمان بھی ہو گا مگر جب وہ گھر واپس لوٹے گا تو دین اور ایمان سے خالی ہو گا۔ بازار گیا، کھیل تماشا دیکھا۔ مفاسد افکار سے واسطہ پڑا تو ایمان سے خالی ہو گیا۔

فرمایا لوگوں کی حالت یہ ہو جائیگی یَبِیْعُ اَقْوَامٌ اَخْلَاقَھُمْ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْیَا کہ دنیا کے حقیر مال کی خاطر اپنے دین اور اخلاق کو بیچ ڈالیں گے ان کی غرض وغایت صرف روپیہ پیسہ ہوگی۔ اس روایت کے بارے میں حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں وَاللّٰہِ لَقَدْ رَاَیْنَا ھُمْ صُوَرًا وَّ لَا عُقُوْلَ ان لوگوں کی شکل وصورت تو انسانوں جیسی ہو گی مگر آدم جیسی خصلت کوئی نہیں ہوگی وہ لوگ عقل سے خالی ہوں گے، جیساکہ رومی صاحب نے بھی کہا ہے "نیست آدم خلافِ آدم اند" یہ آدمی نہیں اگرچہ آدم کی شکل وصورت ضرور ہے ۔ اسی لیے حسن بصریؒ نے بھی کہا

ہے کہ ان میں عقل کا فقدان ہوگا۔ ظاہر ہے کہ جو شخص اپنی قیمتی چیز ایک حقیر چیز کے بدلے میں بیچتا ہے
وہ بیوقوف ہی ہوسکتا ہے فرمایا اَجْسَامًا وَّ لَا اَحْلَامًا۔ جسم ہیں مگر خرد نہیں۔ فَرَاشٌ نَارٍ
وَّذِبَّانُ طَمَعٍ جیسے آگ پر گرنے والے پروانے یا لالچ کرنے والی مکھیاں ہوتی ہیں دو پیسے نظر
آئے تو ایمان تک بیچ دیا فرمایا یَبِیْعُ اَحَدُهُمْ دِیْنَهٗ بِثَمَنٍ الْعَنَنِ۔ معمولی قیمت
لے کر اپنے دین ایمان اور اخلاق کو برباد کرلیں گے فرمایا قیامت سے پہلے اس قسم کے بیشمار فتنے پیدا ہونگے۔

بیماری میں علاج کرنیکا حکم

عَنْ اُسَامَۃَ بْنِ شَرِیْكٍ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اَصْحَابُہٗ عِنْدَہٗ کَاَنَّمَا عَلٰی رُءُوْسِہِمُ الطَّیْرُ قَالَ فَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ وَ قَعَدْتُ قَالَ فَجَآءَتِ الْاَعْرَابُ فَسَاَلُوْہُ فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ نَتَدَاوٰی قَالَ نَعَمْ تَدَاوَوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَضَعْ دَاءً اِلَّا وَضَعَ لَہٗ دَوَآءً .... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۷۸)

حضرت اسامہ ابن شریکؓ صحابی رسول بیان کرتے ہیں کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپکے صحابہ کی ایک جماعت بھی آپکے پاس موجود تھی۔ سب لوگ نہایت خاموشی کے ساتھ مؤدب بیٹھے تھے گویا کہ انکے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ یہ الفاظ نہایت سکون و اطمینان کو ظاہر کرنے کیلئے محاورتاً بولے جاتے ہیں کہ وہ اتنے پرسکون تھے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ ظاہر ہے کہ پرندے بڑے حساس ہوتے ہیں اور ذراسی حرکت پر بھی اڑ جاتے ہیں۔ مگر حضور علیہ السلام کے صحابہؓ آپکی مجلس میں نہایت انہماک کے ساتھ بیٹھتے تھے، آپکے ہر قول پر توجہ دیتے اور پھر دل و جان سے اس پر عمل پیرا ہو جاتے۔

حضرت اسامہؓ کہتے ہیں باقی صحابہؓ کے ساتھ میں بھی حضور علیہ السلام کی مجلس میں حاضر تھا کہ کچھ دیہاتی لوگ آئے اور انہوں نے آپ سے کچھ سوال کیے۔ کہنے لگے اللہ کے نبی! کیا ہم لوگ علاج معالجہ کر سکتے ہیں یعنی بیماری کی حالت میں کوئی دوائی استعمال کر سکتے ہیں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہاں کر سکتے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نہیں پیدا کی جس کی دوا نہ پیدا کی ہو۔ انہی حضرت اسامہؓ کی اگلی روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ تَدَاوَوْا عِبَادَ اللّٰہِ اللہ کے بندو! دوائی استعمال کیا کرو۔ فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ یُنَزِّلْ دَآءً اِلَّا اَنْزَلَ مَعَہٗ شِفَآءً اِلَّا الْمَوْتَ وَالْھَرَمَ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری

نازل نہیں کی جس کے ساتھ اسکی شفاء بھی نازل نہ کی ہو۔ ہاں دو چیزوں کو مستثنیٰ کر دیا ہے یعنی موت اور بڑھاپے کے لیے کوئی علاج نہیں ہے۔ یہ دونوں چیزیں اپنے اپنے وقت پر آجاتی ہیں اور ان کا کوئی بدل نہیں ہے۔ بڑھاپے کے لیے یہاں پر ہرم کا لفظ آیا ہے جس کا معنی انتہائی کمزوری کا زمانہ ہوتا ہے انسان بچپن سے جوانی میں قدم رکھتا ہے پھر کہولت کا زمانہ آتا ہے پھر شیخوخت آتی ہے اور اس کے بعد ہرم یعنی انتہائی کمزوری کا زمانہ آجاتا ہے۔ جب کہ انسان کے تمام اعضاء کمزور ہو جاتے ہیں اور وہ اٹھنے بیٹھنے کے قابل بھی نہیں رہتا۔ تو فرمایا انسان کی اس حالت کا کوئی علاج نہیں ہے اس کے بعد انسان پر طبعی موت طاری ہو جاتی ہے اور یہ بھی ایک لاعلاج چیز ہے۔ باقی ہر بیماری کے لیے اللہ نے شفا پیدا کی ہے۔ لہذا دوائی استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ فرمایا عَلِمَہٗ مَنْ عَلِمَہٗ وَجَہِلَہٗ مَنْ جَہِلَہٗ۔ بیماری کے علاج کو جاننے والے جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے انہیں کچھ پتہ نہیں چلتا۔ حکیم اور ڈاکٹر اپنے علم اور تجربے کے مطابق علاج کرتے ہیں۔ پھر بعض مریض شفایاب ہو جاتے ہیں اور بعض نہیں ہوتے وجہ یہی ہے کہ بعض اوقات بیماری کی تہ تک بڑے بڑے ڈاکٹر بھی نہیں پہنچ پاتے اور مریض موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔ سب چیزوں کو جاننے والا اللہ ہی ہے جو علام الغیوب ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ دوائی کا استعمال مستحب اور مباح ہے اس کے باوجود اگر کوئی شخص اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے دوائی استعمال نہ کرے تو یہ کوئی گناہ کی بات نہیں بلکہ توکل علی اللہ ہے۔

فتاویٰ عالمگیری فقہ حنفی کی مستند کتاب ہے جو اورنگ زیب عالمگیرؒ کی نگرانی میں پانچ سو علماء کے بورڈ نے تیار کی تھی۔ عالمگیرؒ خود سن کر اس میں اصلاح کا مشورہ دیتا تھا کیونکہ اس نے خود جید علماء سے تعلیم حاصل کی تھی اور فقہ اور اصول فقہ سے واقف تھا۔ چھ جلدوں کی اس ضخیم کتاب کا ترجمہ جہلم کے ایک مولوی محمد صادق صاحب نے نہایت عمدہ طریقے سے کیا ہے، ایک طرف عربی عبارت اور دوسری طرف اردو ترجمہ ہے۔ مولوی صاحب کی اس پچیس تیس سالہ محنت کی بدولت اس کتاب سے مستفید ہونا بہت آسان ہو گیا ہے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ کا فتاویٰ بھی نو جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اس میں بھی ہر قسم کے مسائل

ہیں جن سے اردو دان حضرات مستفید ہو سکتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کا فتاویٰ بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا گنگوہیؒ کا فتاویٰ صرف ایک جلد میں اسی نوے سال پہلے شائع ہو گیا تھا بہر حال فتاویٰ عالمگیری میں یہی فتویٰ دیا گیا ہے کہ دوائی کا استعمال جائز ہے بلکہ مستحب ہے مگر اللہ پر بھروسہ کرتے ہوتے کہ جس نے بیماری دی ہے شفا بھی وہی دیگا، دوائی نہ استعمال کرنا بھی درست ہے یہ کوئی گناہ کی بات نہیں ہے۔

کلمہ توحید کا اجر و ثواب

عَنْ تَمِیْمِ الدَّارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ کُتِبَ لَہٗ اَرْبَعُوْنَ اَلْفَ حَسَنَۃٍ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۳)

حضرت تمیم داریؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ کلمہ دس مرتبہ پڑھے گا اس کے لیے چالیس ہزار نیکیاں لکھ دی جائیں گی۔ کلمہ یہ ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے یگانہ ہے، بے نیاز ہے۔ نہ اس کی بیوی ہے نہ اولاد اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔

یہ کلمہ توحید ہے تو تقریباً سورہ اخلاص ہی کا مفہوم ہے اس کلمہ میں اللہ نے اتنی برکت رکھی ہے کہ دس مرتبہ پڑھنے والے کو چالیس ہزار نیکیوں کا اجر نصیب ہو جاتا ہے۔

گھوڑے کی خدمت پر اجر

عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيِّ اَنَّ رَوْحَ بْنَ زِنْبَاعٍ زَارَ تَمِيمَ الدَّارِيَّ فَوَجَدَهُ يُنَقِّي شَعِيرًا لِفَرَسِهِ قَالَ وَحَوْلَهُ اَهْلُهُ فَقَالَ لَهُ رَوْحٌ اَمَا كَانَ فِي هٰؤُلَاءِ مَنْ يَكْفِيكَ قَالَ تَمِيمٌ بَلٰى وَلٰكِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنِ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يُنَقِّي لِفَرَسِهِ شَعِيرًا ثُمَّ يُعَلِّقُهُ عَلَيْهِ اِلَّا كُتِبَ لَهُ بِكُلِّ حَبَّةٍ حَسَنَةٌ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۳)

حضرت روح بن اتباع تابعین میں سے ہیں۔ ان کے متعلق شرجیل ابن مسلم بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک دفعہ حضرت تمیم داریؓ کے گھر گئے تو دیکھا کہ آپ اپنے گھوڑے کے لیے جو بھگو رہے ہیں۔ حالانکہ آپ کے ارد گرد آپ کے گھر والے بھی موجود تھے۔ تو روحؒ نے حضرت تمیمؓ سے پوچھا کیا آپ کے گھر والوں میں سے ایسا کوئی شخص نہیں جو آپ کی جگہ یہ کام کرے یعنی گھوڑے کے لیے جو بھگوتے؟ حضرت تمیم داریؓ نے جواب دیا کہ دراصل بات یہ ہے کہ میں نے حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے سن رکھا ہے کہ جو مسلمان آدمی اپنے گھوڑے کے لیے جو بھگوتا ہے اور پھر اسے اسکے گلے میں لٹکا دیتا ہے تاکہ وہ کھالے تو فرمایا اس کو اللہ تعالیٰ ہر دانے کے بدلے میں نیکی عطا کرتا ہے۔ کہنے لگے میں اس وجہ سے یہ کام خود کر رہا ہوں ورنہ میرے گھر والے بھی یہ کام کر سکتے ہیں۔

دین اسلام کی برکات

عَنْ تَمِيْمٍ الدَّارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيَبْلُغَنَّ هٰذَا الْاَمْرُ مَا بَلَغَ اللَّيْلُ وَ النَّهَارُ وَلَا يَتْرُكُ اللّٰهُ بَيْتَ مَدَرٍ وَّ لَا وَبَرٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ هٰذَا الدِّيْنَ بِعِزِّ عَزِيْزٍ وَّ بِذُلِّ ذَلِيْلٍ عِزًّا يُّعِزُّ اللّٰهُ بِهِ الْاِسْلَامَ وَ ذُلًّا يُّذِلُّ اللّٰهُ بِهِ الْكُفْرَ ...... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۳)

حضرت تمیم داریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا کہ یہ دینِ اسلام ضرور وہاں تک پہنچے گا جہاں تک رات اور دن پہنچتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اللہ کا یہ سچا دین زمین کے کونے کونے تک پہنچے گا۔ اللہ تعالےٰ اس دین کے بغیر کچے یا پکے گھر کو نہیں چھوڑیگا۔ پھر صاحبِ عزت آدمی اس دین کو عزت کے ساتھ قبول کریگا اور جو خود ذلیل ہے وہ ذلیل ہو کر ہی رہیگا۔ تمیم داریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود مشاہدہ کیا کہ میرے خاندان کے جن لوگوں نے بخوشی اسلام قبول کیا خدا تعالےٰ نے ان کو عزت دی اور جو کفر پر اڑے رہے وہ ذلیل و خوار ہی ہوئے اور بالآخر مغلوب ہو کر جزیہ دینا قبول کیا۔

ایک سو آیات کی تلاوت کا اجر

عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ بِمِائَةِ آيَةٍ فِي لَيْلَةٍ كُتِبَ لَهُ قُنُوتُ لَيْلَةٍ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۳)

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کے وقت ایک سو آیات کی تلاوت کرے خواہ نماز میں ہو یا نماز کے علاوہ بشرطیکہ ایمان اور اخلاص موجود ہو اور نیت بھی پاک ہو تو اس کے لیے ساری رات کی عبادت لکھی جائے گی۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ایسے شخص کو غافلین میں نہیں لکھے گا۔

مسلمان بھائی کی خیرخواہی کا اجر

عَنْ مَسْلَمَۃَ بْنِ مُخَلَّدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا فِی الدُّنْیَا سَتَرَہُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمَنْ نَجّٰی مَکْرُوْبًا فَکَّ اللّٰہُ عَنْہُ کُرْبَۃً مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَمَنْ کَانَ فِی حَاجَۃِ اَخِیْہِ کَانَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فِی حَاجَتِہٖ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۴)

حضرت سلمہ ابن مخلدؓ صحابی رسول ہیں۔ خلافت راشدہ کے زمانہ میں آپ مصر کے گورنر بھی رہے ہیں۔ دوسری حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عقبہؓ حدیث سننے کے لیے ان کے پاس سفر کر کے آئے۔ مدینہ سے مصر تک لمبا سفر تھا مگر حضور علیہ السلام کی حدیث کے ساتھ محبت آپکو وہاں تک لے گئی۔ تو یہ حضرت مسلمہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی دوسرے مسلمان کی اس دنیا میں ستر پوشی کی یعنی اس کی خطار کو ظاہر نہیں کیا تو فرمایا ایسے شخص کی اللہ تعالےٰ دنیا اور آخرت دونوں جگہ ستر پوشی فرمائیگا۔

اس کے علاوہ حضور علیہ السلام نے دوسری بات یہ فرمائی کہ جس شخص نے کسی مصیبت زدہ شخص کو اس کی مصیبت سے رہائی دلائی کسی کو کوئی جسمانی تکلیف تھی، مالی پریشانی تھی یا کسی کا خوف لاحق تھا تو اس نے اس وقت میں اس کی حوصلہ افزائی کی اور اسے اس مصیبت سے نجات دلائی تو اللہ تعالےٰ ایسے شخص کو قیامت کی تکلیف سے چھڑائیگا۔ پھر آپ نے تیسری بات یہ فرمائی کہ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت میں فکرمند ہوتا ہے اور اسے پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی حاجات کو پورا کرنے کی طرف توجہ فرماتا ہے۔ یہ اس کی نیک نیتی کا اجر ہے۔

خطبۂ جمعہ کے آداب

عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ غَسَّلَ وَاغْتَسَلَ وَ غَدَا وَابْتَکَرَ فَدَنَا وَ اَنْصَتَ وَ لَمْ یَلْغُ کَانَ لَہٗ بِکُلِّ خُطْوَۃٍ کَاَجْرِ سَنَۃٍ صِیَامِھَا وَ قِیَامِھَا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۴)

صحابی رسول حضرت اوس بن اوسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کے دن خود غسل کیا اور اپنا لباس بھی دھویا۔ پھر وہ نماز جمعہ کے لیے تیاری کرکے جلدی جلدی مسجد کی طرف پیدل چل کر گیا اور امام کے قریب جاکر بیٹھ گیا پھر اس نے خاموشی کے ساتھ خطبۂ جمعہ سنا اور اس دوران کوئی کلام نہیں کیا تو فرمایا ایسے شخص کے ہر ہر قدم کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کو ایک سال کے روزوں اور ایک سال کے قیام کا ثواب عطا فرمائے گا بشرطیکہ اس نے مذکورہ کام پورے کئے ہوں یعنی خود غسل کیا کپڑے دھوئے، پیدل چل کر جلدی مسجد میں گیا، امام کے قریب بیٹھا اور پوری خاموشی کے ساتھ خطبۂ جمعہ سنا کوئی فضول بات نہیں کی اور پھر نماز ادا کی۔

نماز میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ

عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحٰرِثِ اَوِ الْحٰرِثِ بْنِ غُضَيْفٍ قَالَ مَا نَسِيْتُ مِنَ الْاَشْيَآءِ مَا نَسِيْتُ اِنِّىْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعًا يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ فِى الصَّلٰوةِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۵)

راوی کے نام میں کچھ تردد ہے کہ آپ کا نام غضیف ابن حٰرث ہے یا حٰرث ابن غضیف ہے۔ تاہم اول الذکر نام زیادہ مشہور ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں بہت سی باتیں بھول سکتا ہوں مگر یہ بات میں نہیں بھول سکتا بلکہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ نے نماز کے دوران اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا ہوا تھا مطلب یہ ہے کہ دورانِ قیام ہاتھ باندھنے کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھا جائے نہ کہ اس کے برخلاف بایاں ہاتھ دائیں پر رکھا جائے۔

چھوٹے فوت شدگان بچوں کی والدین کیلئے سفارش

عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ شُفْعَةَ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُقَالُ لِلْوِلْدَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ قَالَ فَيَقُولُونَ يَا رَبِّ حَتّٰى يَدْخُلَ آبَاؤُنَا وَ اُمَّهَاتُنَا .... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۵)

حضرت شرحبیل ابن شفعہ حضور علیہ السلام کے ایک صحابی سے روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ قیامت والے دن چھوٹے فوت شدہ بچوں سے فرمائیگا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ تو وہ عرض کریں گے پروردگار! ہم تو جنت میں اس وقت داخل ہوں گے جب ہمارے والدین بھی جنت میں داخل ہوں گے۔ ترمذی شریف کی روایت میں یہ شرط بھی ہے کہ کوئی مومن جس کا چھوٹا بچہ فوت ہو جائے اور وہ اس پر جزع فزع نہ کرے نہ شرکیہ رسوم ادا کرے بلکہ صبر کرے تو اس کے لیے یہ وعدہ ہے کہ فوت شدگان چھوٹے بچے اس مومن مرد یا عورت کے لیے سفارش کریں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ ان بچوں سے فرمائیگا کہ تم جنت میں کیوں نہ داخل ہوتے تو وہ عرض کریں گے کہ پروردگار! ہمارے والدین کو بھی جنت میں داخل کر ہم اس کے بعد داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَ آبَاؤُكُمْ جاؤ تم اور تمہارے والدین جنت میں داخل ہو جاؤ۔ پھر وہ سب جنت میں چلے جائیں گے۔

☆

زمانہ فتن کے دوران لائحہ عمل

عَنْ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَتَكُوْنُ مِنْ بَعْدِيْ فِتْنَةٌ النَّائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَقْظَانِ وَالْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِيْ فَمَنْ اَتَتْ عَلَيْهِ فَلْيَمْشِ بِسَيْفِهٖ اِلٰى صَفَاةٍ فَلْيَضْرِبْهُ بِهَا حَتّٰى يَنْكَسِرَ ثُمَّ لْيَضْطَجِعْ لَهَا حَتّٰى تَنْجَلِيَ عَمَّا انْجَلَتْ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۶)

حضرت خرشہ ابن حرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد فتنے پیدا ہوں گے۔ اس دوران میں سونے والا شخص بیدار آدمی سے بہتر ہوگا اور بیٹھنے والا کھڑا ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا آدمی دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ مطلب یہ کہ کوئی آدمی ان فتنوں میں جتنا کم حصہ لیگا اتنا ہی اس کے لیے بہتر ہوگا۔

حضور علیہ السلام کے بعد کئی قسم کے فتنے جنم لیں گے جن میں گمراہی اور بداعتقادی کے فتنے عام ہوں گے۔ جسمانی فتنے تو انسان کی موت کے ساتھ ہی ختم ہو جاتے ہیں مگر اعتقادی فتنے آخرت میں بھی ساتھ چلتے ہیں۔ ایک اور روایت میں حضور علیہ السلام نے ان فتنوں سے بچنے کے لیے یہ دعا بھی سکھائی ہے۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِيْ دِيْنِنَا اے اللہ! دین کے بارے میں ہمیں کسی مصیبت میں مبتلا نہ فرما کیونکہ دینی فتنے دنیا کے علاوہ آخرت میں بھی تباہ کن ثابت ہوں گے۔ ظاہری لحاظ سے لڑائی جھگڑے اور دنگا فساد کے فتنے چوری، ڈاکہ اور قتل و غارتگری کے فتنے عام ہونگے اور دینی فتنے گمراہی اور سوءِ اعتقاد کے

ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص ان فتنوں میں جس قدر کم حصہ لے گا اس قدر اس کے لیے بہتر ہو گا۔

فرمایا جو شخص ان فتنوں کا زمانہ پالے۔ اسکو چاہیئے کہ اگر اس کے پاس تلوار ہے تو اس کو پتھر پر مار کر توڑ دے اور لیٹ جائے یہاں تک کہ فتنے ختم ہو جائیں۔ بہر حال ان فتنوں میں حصہ نہ لے۔ یہ ایسا زمانہ ہو گا جس میں لوگ حق و ناحق میں تمیز نہیں کریں گے بلکہ محض تعصب عناد اور ضد کی بنا پر ایک دوسرے کو قتل کریں گے۔ ایسی چیزوں سے بچ کر رہنا ہی بہتر ہو گا۔

فوت شدہ نمازوں کی ترتیب

عَنْ حَبِيْبِ بْنِ سِبَاعٍؓ وَكَانَ قَدْ اَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْاَحْزَابِ صَلَّى الْمَغْرِبَ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ هَلْ عَلِمَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ اَنِّيْ صَلَّيْتُ الْعَصْرَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا صَلَّيْتَهَا فَاَمَرَ الْمُؤَذِّنَ فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ اَعَادَ الْمَغْرِبَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۶)

صحابی رسول حضرت حبیب بن سباعؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کے سال جب ہم مغرب کی نماز ادا کر کے فارغ ہوئے تو حضور نے فرمایا، کیا تم میں سے کوئی شخص جانتا ہے کہ میں نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا، اللہ کے رسول! آپ نے عصر کی نماز تو ادا نہیں کی۔ پھر آپ نے مؤذن کو آذان کہنے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے عصر کی نماز پڑھی اور اس کے بعد مغرب کی نماز دہرائی۔

اس سے ترتیب نماز کا مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔ صاحب ترتیب وہ مسلمان کہلاتا ہے، جس کی پانچ سے کم نمازیں قضا ہوئی ہوں۔ ایسے شخص کو فوت شدہ نمازوں کو ان کی ترتیب کے ساتھ قضا کرنا ضروری ہے۔ اور اگر پانچ یا زیادہ نمازیں فوت ہو جائیں تو پھر ان کو ترتیب کے ساتھ پڑھنا ساقط ہو جاتا ہے ان کو آگے پیچھے بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

بہتر لوگ کون ہیں

حَدَّثَنِیْ اَبُوْ جُمْعَۃَ قَالَ تَغَدَّیْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ مَعَنَا اَبُوْ عُبَیْدَۃَ بْنُ الْجَرَّاحِ قَالَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ اَحَدٌ خَیْرٌ مِّنَّا اَسْلَمْنَا مَعَکَ وَجَاھَدْنَا مَعَکَ قَالَ نَعَمْ قَوْمٌ یَکُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِکُمْ یُؤْمِنُوْنَ بِیْ وَ لَمْ یَرَوْنِیْ۔

(مسند احمد بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۶)

حضرت ابوجمعہ حبیب بن سباع ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نے حضور علیہ السلام کے ساتھ صبح کا ناشتہ کیا۔ اس وقت ہمارے ساتھ ابو عبیدہ بن جراح ؓ بھی تھے۔ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ خاندانِ قریش کے یہ قدیم الاسلام اور عظیم المرتبت شخصیت ہیں۔ انہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا، حضور! کیا ہم سے بہتر بھی کوئی لوگ ہوں گے؟ ہم آپ کے ساتھ اسلام لائے ہیں اور آپ کی معیت میں جہاد کیا ہے۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تم بے شک بہتر لوگ ہو مگر تم سے بہتر وہ لوگ ہوں گے جو تمہارے بعد آئیں گے۔ تم تو مجھے دیکھ کر ایمان لائے ہو مگر وہ ایسے لوگ ہوں گے جو بن دیکھے مجھ پر ایمان لائیں گے تم تو میری مجلس میں بیٹھتے ہو تمہارے سامنے وحی کا نزول ہوتا ہے، تم معجزات دیکھتے ہو مگر وہ ان چیزوں سے محروم ہونے کے باوجود ایمان لائیں گے لہٰذا وہ زیادہ قابلِ داد ہوں گے۔

حضور علیہ السلام کے بعد جھگڑوں کا آغاز

عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ سَمِعْتُ وَاثِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ يَقُوْلُ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتَزْعُمُوْنَ أَنِّيْ مِنْ آخِرِكُمْ وَفَاةً أَلَا إِنِّيْ مِنْ أَوَّلِكُمْ وَفَاةً وَتَتَّبِعُوْنِيْ أَفْنَادًا يُهْلِكُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۶)

حضرت ربیعہ بن یزیدؒ روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت واثلہ ابن اسقعؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر سے باہر ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تم گمان کرتے ہو کہ میری وفات تمہارے بعد ہو گی؟ نہیں بلکہ میں تم سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو جاؤنگا اور تم میرے بعد میرے پیچھے آؤ گے۔ اس دوران تمہارے درمیان بڑے اختلافات اور جھگڑے ہوں گے اور تم ایک دوسرے کو تباہ و برباد کرو گے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ حضور علیہ السلام کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور صحابہ کرامؓ کے آخری دور میں بڑے بڑے فتنے پیدا ہوئے بڑے جھگڑے اٹھ کھڑے ہوئے جو ہمیشہ قائم رہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ عَنِ اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فَلْیَظُنَّ بِیْ مَاشَآءَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۶)

حضرت واثلہ ابن الاسقعؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوتا ہوں، لہٰذا بندہ جو چاہے میرے ساتھ گمان کرے۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہمیشہ اچھا گمان رکھنا چاہیئے۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے، رحیم وکریم ہے اور غلطیوں کو معاف کرنے والا ہے۔ اللہ کے ساتھ بدگمانی کا نتیجہ خراب ہی برآمد ہوگا لہٰذا اس سے بچنا چاہیئے۔ دوسری روایت میں حضور علیہ السلام کا یہ فرمان بھی موجود ہے کہ لوگو! کوشش کرو کہ تمہاری موت واقع نہ ہو مگر ایسی حالت میں کہ اللہ کے بارے میں تمہارا گمان اچھا ہو۔

تین بڑے بہتان

عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ النَّصْرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ وَاثِلَۃَ بْنَ اَسْقَعِ یَقُوْلُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْفِرٰی اَنْ یَدَّعِیَ الرَّجُلُ اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ وَ یُرِیَ عَیْنَیْہِ فِی الْمَنَامِ مَالَمْ تَرَیَا اَوْ یَقُوْلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَالَمْ یَقُلْ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۶)

حضرت عبدالواحد بن عبداللہ نصریؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت واثلہ ابن اسقعؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بڑے بہتان یہ تین ہیں۔ پہلا یہ کہ کوئی شخص اپنی نسبت اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف کرے۔ خاندان کی تبدیلی اسی زمرہ میں آتی ہے۔ اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف نسبت حرام ہے اور بہت بڑا بہتان ہے۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ جو شخص ایسا کریگا وہ جہنم رسید ہوگا۔

فرمایا دوسرا بڑا بہتان یہ ہے کہ کوئی شخص خواب میں آنکھوں کو وہ چیز دکھائے جو اس نے نہیں دیکھی۔ جس شخص نے کوئی خواب دیکھا ہے اس کو چاہیئے کہ وہ اسے من وعن بیان کرے اور اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی نہ کرے جو چیز خواب میں نہیں دیکھی اس کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا تو غلط اور جھوٹ ہے۔ فرمایا تیسرا بڑا بہتان یہ ہے کہ کوئی شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وہ بات منسوب کرے جو آپ نے نہیں کہی۔ غلط روایت بیان کرنا بڑے گناہ کی بات ہے۔ دوسری روایت میں اس طرح آتا ہے کہ جس شخص نے میری طرف کوئی غلط بات منسوب کی۔ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں تلاش کرنا چاہیئے۔ اگرچہ کسی عام انسان کی طرف بھی غلط بات منسوب کرنا گناہ ہے مگر حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی اَن کہی بات کو منسوب کرنا تو بہت بڑا افترا ہے۔ لوگ آپ

کی طرف منسوب کردہ غلط بات سن کر اس کے مطابق عقیدہ بنائیں گے اور اس پر عمل کریں گے تو ایسی بات کو قانونی حیثیت حاصل ہو جائیگی حالانکہ حضور علیہ السلام نے ایسی بات نہیں کی۔ یہ تو دین میں ملاوٹ کرنے والی بات ہے جس سے گمراہی پھیلنے کا اندیشہ ہے لہذا ایسی حرکت کو بہت بڑا بہتان قرار دیا گیا ہے۔

تورات، زبور اور انجیل کا نعم البدل

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اُعْطِیْتُ مَکَانَ التَّوْرَاۃِ السَّبْعَ وَ اُعْطِیْتُ مَکَانَ الزَّبُوْرِ الْمِئِیْنَ وَ اُعْطِیْتُ مَکَانَ الْاِنْجِیْلِ الْمَثَانِیَ وَ فُضِّلْتُ بِالْمُفَصَّلِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۷)

حضرت واثلہ ابن اسقع رضؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے مجھے توراۃ کی جگہ سات لمبی سورتیں عطا فرمائیں۔ یہ قرآن کی پہلی سات سورتیں ہیں جن کو سبع طوال کہا جاتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ مجھے زبور کی جگہ مئین سورتیں عطا کی گئی ہیں جن کی آیات سو کے قریب ہیں۔ فرمایا انجیل کی جگہ مجھے مثانی سورتیں عطا کی گئی ہیں جو کہ لمبی سورتوں کے بعد دوسرے درجے کی سورتیں ہیں۔ اور مفصل سورتیں جو قرآن پاک کی ساتویں منزل پر مشتمل ہیں یہ اللہ نے مجھے بطور فضیلت عطا فرمائی ہیں۔ مفصل سورتوں میں کچھ درمیانی اور کچھ چھوٹی سورتیں ہیں مگر ان میں اللہ تعالٰی نے مختصر الفاظ میں علوم و معارف کے عجیب و غریب دریا بہا دئے ہیں۔

کتب سماویہ کا نزول رمضان المبارک میں

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اُنْزِلَتْ صُحُفُ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ اَوَّلِ لَیْلَۃٍ مِّنْ رَمَضَانَ وَ اُنْزِلَتِ التَّوْرَاۃُ لِسِتٍّ مَّضَیْنَ مِنْ رَمَضَانَ وَالْاِنْجِیْلُ لِثَلَاثَ عَشَرَۃَ خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ وَ اُنْزِلَ الْفُرْقَانُ لِاَرْبَعٍ وَّ عِشْرِیْنَ خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۷)

حضرت واثلہ ابن اسقعؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے رمضان کی پہلی شب کو نازل فرمائے جیسا کہ سورۃ الاعلیٰ میں ہے۔ اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ۝ صُحُفِ اِبْرٰھِیْمَ وَ مُوْسٰی۔ صحیفہ چھوٹی کتاب یا رسالہ کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام اور بعض دیگر انبیاء پر بہت سے صحیفے نازل فرمائے۔ پھر فرمایا اللہ نے تورات کو رمضان کے چھ دن جب گزرے تھے تو نازل فرمایا۔ اور انجیل کو رمضان کی تیرہ راتیں گزرنے پر نازل فرمایا اور پھر قرآن کریم کو رمضان کی چوبیس راتیں گزرنے پر نازل فرمایا۔

حضور علیہ السلام کے خاندان کی فضیلت

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ اَسْقَعَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی کِنَانَۃَ مِنْ بَنِیْ اِسْمٰعِیْلَ وَاصْطَفٰی مِنْ بَنِیْ کِنَانَۃَ قُرَیْشًا وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ ھَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۷)

حضرت واثلہ ابن اسقع رضؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے بنی اسماعیل میں بنی کنانہ کو منتخب فرمایا اور بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں مجھے منتخب فرمایا۔ اس حدیث میں حضور علیہ السلام کے خاندان کی فضیلت کا بیان ہے۔ آپ کا خاندان جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے۔ انہوں نے بابل سے ہجرت کی۔ آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ سارۃؓ بھی تھیں۔ آپ مصر پہنچے۔ وہاں سے آپ نے حضرت ہاجرۃؓ کے ساتھ نکاح کیا۔ پھر شام و فلسطین آگئے۔ اللہ نے ہاجرۃؓ کے بطن سے اسماعیل علیہ السلام اور سارۃؓ کے بطن سے اسحاق علیہ السلام جیسے فرزند عطار فرمائے اب دنیا کی بیشتر آبادی انہی کی اولاد میں سے ہے۔ حضرت اسحاق ؑ تو فلسطین میں آباد ہوئے اور اللہ نے آپ کی اولاد میں ہزاروں نبی پیدا کئے اور اسماعیل علیہ السلام عرب میں آباد ہوئے۔ اس حدیث میں مذکورہ خاندان آپ ہی کی اولاد میں سے ہیں اور پھر آخر میں اللہ نے اپنے آخری نبی کو آپ ہی کی اولاد میں سے منتخب فرمایا۔

عصبیّت کی تعریف

عَنْ فُسَيْلَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ اَبِیْ يَقُوْلُ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمِنَ الْعَصَبِيَّةِ اَنْ يُّحِبَّ الرَّجُلُ قَوْمَهُ قَالَ لَا وَلٰكِنَّ مِنَ الْعَصَبِيَّةِ اَنْ يَّنْصُرَ الرَّجُلُ قَوْمَهُ عَلَى الظُّلْمِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۷)

فسیلہ حضرت واثلہ بن اسقعؓ کی بیٹی ہیں۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا حضور کیا اپنی قوم سے محبت کرنا عصبیت میں داخل ہے؟ فرمایا قوم، خاندان یا برادری سے محبت کرنا عصبیّت نہیں بلکہ یہ تو خوبی کی بات ہے۔ البتہ عصبیت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے خاندان یا برادری کے کسی شخص کی مدد کرے جبکہ وہ ظلم کا مرتکب ہوا ہے کسی کی ناجائز مدد کرنا خواہ وہ کتنا بھی قریبی ہو۔ ناجائز اور حرام ہے اور یہی تعصب ہے۔ چاہیئے تو یہ کہ آدمی مظلوم کی مدد کرے اور اسے ظالم کے پنجہ استبداد سے نجات دلائے خواہ وہ اپنا ہو یا بیگانہ۔ اسی عصبیت میں لوگ مبتلا ہو کر تباہ ہوتے ہیں کہ وہ ظالم کی مدد کرنے لگے۔ البتہ اپنے عزیز و اقارب کے لیے بہتری کی بات سوچنا تعصب نہیں ہے۔

مسجد قبا میں نماز پڑھنے کا اجر

عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ حَتّٰى يَأْتِيَ هٰذَا الْمَسْجِدَ يَعْنِيْ مَسْجِدَ قُبَاءٍ فَيُصَلِّيَ فِيْهِ كَانَ كَعِدْلِ عُمْرَةٍ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۸۷)

حضرت سہل بن حنیفؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص گھر سے نکلے اور اس مسجد یعنی مسجد قبا میں آکر نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایک عمرے کے برابر ثواب عطا کرتا ہے۔ اس مسجد میں صرف دو رکعت نماز ادا کرنے کا اس قدر ثواب ہے حالانکہ عمرہ ادا کرنے کے لیے سفر کرنا پڑتا ہے، احرام کی پابندی، بیت اللہ کا طواف، صفا و مروہ کی سعی کرنا ہوتی ہے مگر مسجد قبا کو اللہ نے اتنی فضیلت بخشی ہے کہ صرف دو رکعت نماز پڑھنے سے عمرے کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔

مسجد قبا مسجد نبوی سے اڑھائی تین میل کے فاصلہ پر محلہ بنی سالم میں ہے۔ ہجرت پر تشریف لاتے وقت حضور علیہ السلام اس محلہ میں کچھ دن ٹھہرے تھے اور اللہ کے حکم سے اس اولین مسجد کی بنیاد رکھی تھی۔

تین اہم مسائل

مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ مَوْلَى سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ مِنْ بَنِي سَاعِدَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ سَهْلًا أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ قَالَ أَنْتَ رَسُولِي إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ قُلْ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَنِي يَقْرَأُ عَلَيْكُمُ السَّلَامَ وَيَأْمُرُكُمْ بِثَلَاثٍ لَا تَحْلِفُوا بِغَيْرِ اللّٰهِ وَإِذَا تَخَلَّيْتُمْ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا وَلَا تَسْتَنْجُوا بِعَظْمٍ وَلَا بِبَعْرَةٍ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۸۷)

حضرت سہل بن حنیفؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے مجھے فرمایا کہ تم میرے قاصد ہو، اہل مکہ کے پاس جا کر سلام کہو اور پھر ان کو تین باتوں کا حکم دو۔ انہیں بتا دو کہ اللہ کے رسول نے مجھے یہ تین مسائل سمجھانے کے لیے تمہارے پاس بھیجا ہے۔

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اللہ کے نام کے سوا کسی کی قسم نہ کھاؤ۔ قسم اٹھانا تو ویسے ہی اچھی بات نہیں تاہم اگر ایسا کرنا ہی پڑے تو پھر صرف اللہ کے ذاتی یا کسی صفاتی نام کی قسم اٹھاؤ۔ کسی انسان، جن، بھوت پریت یا فرشتے کی قسم اٹھانا جائز نہیں۔ اگر ایسا کرو گے تو اس کا مطلب یہ لیا جائیگا کہ تمہارے دل میں غیر اللہ کی تعظیم ایسی ہی ہے جیسی اللہ کی تعظیم ہوتی ہے اگر یہ بات ہے تو یہ تو قطعی شرک ہو گیا اور اگر محض رواداری میں غیر اللہ کی قسم اٹھالی ہے تو یہ بھی مکروہ ہے۔ لوگ یونہی باپ بیٹے، سر، دودھ، درخت، جنات یا پانی کی قسم اٹھالیتے ہیں جو کہ قطعی ناجائز ہے۔

حضور علیہ السلام نے دوسرا مسئلہ یہ سمجھایا کہ جب قضائے حاجت کے لیے بیٹھو تو قبلے کی طرف نہ رخ کرو اور نہ پیٹھ۔ استنجا پاک کرتے وقت بھی یہی حکم ہے۔ ایسا کرنا اللہ کے مقدس گھر کے ادب کے خلاف ہے۔

آپ نے تیسری بات یہ فرمائی کہ ہڈی یا مینگنی کے ساتھ استنجا پاک نہ کرو بلکہ ڈھیلے، پتھر روئی، کپڑا یا ٹشو پیپر وغیرہ استعمال کرو، اور پانی سے اچھی طرح صاف کرلو۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ ہڈی جنات کی خوراک بنتی ہے لہٰذا اسے ناپاک چیز کے ساتھ آلودہ نہیں کرنا چاہیئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ قضائے حاجت میں استعمال کرنے کے لیے ڈھیلے اٹھا کر لاؤ۔ ان کو صرف دو ڈھیلے ملے وہ لے آئے اور ایک اونٹ کی مینگنی اٹھا لائے۔ آپ نے وہ مینگنی یہ کہتے ہوئے پھینک دی کہ اِنَّھَا رِجْسٌ یہ خود ناپاک ہے اس لیے استنجا پاک نہیں ہو سکتا۔

مظلوم کی مدد ضروری ہے

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ بْنِ سَہْلِ بْنِ حُنَیْفٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ مَنْ اُذِلَّ عِنْدَہٗ مُؤْمِنٌ فَلَمْ یَنْصُرْہُ وَھُوَ قَادِرٌ عَلٰی اَنْ یَّنْصُرَہٗ اَذَلَّہُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰی رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۸۷)

حضرت سہل بن حنیفؓ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کی موجودگی میں کسی مومن آدمی کو ذلیل کیا جارہا ہو۔ گالی گلوچ کی جارہی ہو۔ یا مارا پیٹا جارہا ہو اور پھر دوسرا مومن اس کی مدد نہ کرے حالانکہ وہ اس پر قدرت رکھتا ہو، تو فرمایا ایسے شخص کو اللہ تعالےٰ قیامت والے دن سب لوگوں کے سامنے رسوا کرے گا۔ اس کا فرض تھا کہ وہ مظلوم کی مدد کرتا مگر اس نے اپنے فرض میں کوتاہی کی۔ لہذا اللہ تعالےٰ اسے ساری مخلوق کے سامنے ذلیل و رسوا کردیگا۔ ثابت ہوا کہ مسلمان کو اپنے مسلمان مظلوم بھائی کی حسبِ استطاعت ضرور مدد کرنی چاہیئے ورنہ وہ گنہگار ہوگا۔

اللہ کے سائے میں جگہ

عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعَانَ مُجَاهِدًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ غَارِمًا فِيْ عُسْرَتِهٖ اَوْ مُكَاتَبًا فِيْ رَقَبَتِهٖ اَظَلَّهُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۸۶)

حضرت سہل بن حنیف رضؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے مجاہد کی مدد کی، اس کیلئے سواری کا بندوبست کردیا، اسلحہ مہیا کیا یا زادِ راہ کیلئے کچھ دیا، وہ اس دن اللہ تعالیٰ کے سایہ میں جگہ پائیگا جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا یعنی قیامت والے دن۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جس شخص نے کسی قرضدار کی مدد کی۔ مقروض ہے مگر قرض ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا اسکی ادائیگی میں مدد کی یا اس کو مہلت دی تو وہ بھی قیامت والے دن ظلِ الٰہی میں ہوگا۔ فرمایا تیسرا وہ شخص بھی قیامت والے دن اللہ کے سائے میں ہوگا جس نے مکاتب غلام کی مدد کی۔ وہ معاوضہ ادا کرکے آزادی حاصل کرنا چاہتا ہے مگر اس کے پاس معقول وسائل نہیں ہیں تو یہ شخص اس معاملہ میں اس کی اعانت کرتا ہے تو یہ بھی عنداللہ ماجور ہوگا۔ اور قیامت کے دن ظلِ الٰہی میں ہوگا۔

تنگی اور فراخی کا زمانہ

عَنْ اَبِیْ حَرْبٍ اَنَّ طَلْحَۃَ حَدَّثَہٗ وَ کَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَیْتُ الْمَدِیْنَۃَ وَلَیْسَ لِیْ بِھَا مَعْرِفَۃٌ فَنَزَلْتُ فِی الصُّفَّۃِ مَعَ رَجُلٍ فَکَانَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَہٗ کُلَّ یَوْمٍ مُدٌّ مِنْ تَمْرٍ فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ الصُّفَّۃِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَحْرَقَ بُطُوْنَنَا التَّمْرُ وَ تَخَرَّقَتْ عَنَّا الْخُنُفُ......الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۸۷)

ابو حرب بیان کرتے ہیں کہ صحابی رسول حضرت طلحہؓ نے یہ واقعہ خود ان کے سامنے بیان کیا کہ میں مدینہ طیبہ آیا اور اس وقت شہر میں کوئی جان پہچان نہیں تھی۔ لہٰذا میں ایک اور آدمی کے ساتھ مسجد کے ایک کونے میں قیام پذیر اصحاب صفہ میں شامل ہو گیا۔ یہ وہ بے گھر بار لوگ تھے جو مسجد میں رہ کر دین حاصل کرتے تھے اور ان کی خورد و نوش کا انتظام بھی خود حضور علیہ السلام فرماتے تھے تو یہ حضرت طلحہؓ کہتے ہیں کہ اہل صفہ میں سے مجھے اور میرے دوسرے ساتھی کو ہر روز ایک مُد (قریباً نصف سیر) کھجوریں بطور خوراک ملتی تھیں جو ہم آپس میں تقسیم کر لیتے تھے کہتے ہیں کہ ایک روز حضور علیہ السلام نے صبح کی نماز ادا فرمائی۔ پھر جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اصحاب صفہ میں سے ایک شخص نے عرض کیا، حضور! کھجوریں کھاتے کھاتے ہمارے پیٹ جل گئے ہیں اور اندر سخت گرمی پیدا ہو گئی ہے۔ کھجوروں کے علاوہ کوئی دوسری چیز کھانے کے لیے دستیاب نہیں ہوتی، لہٰذا ہمارے لیے کوئی بندوبست کریں۔ کہتے ہیں کہ یہ بات سن کر حضور علیہ السلام منبر پر تشریف لائے اور لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ وَاللّٰہِ لَوْ وَجَدْتُّ خُبْزًا اَوْ لَحْمًا لَاَطْعَمْتُکُمُوْہُ۔ اللہ کی قسم اگر میرے پاس روٹی یا گوشت ہوتا تو میں ضرور

تمہیں وہی کھلاتا. لیکن یاد رکھو! اِنَّکُمْ تُوْشِکُوْنَ اَنْ تُدْرِکُوْا. کہ تم پر ایک دور ایسا بھی آئیگا کہ تم ان چیزوں کو با افراط پاؤ گے تمہیں کھانے کے لیے مختلف اشیاء میسر ہوں گی وَمَنْ اَدْرَکَ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اَنْ یُّرَاحَ عَلَیْکُمْ بِالْجِفَانِ. اور تمہارے حالات ایسے ہو جائیں گے. کہ صبح شام تم پر گوشت روٹی کے بڑے بڑے پیالے آئیں گے وَتَلْبَسُوْنَ مِثْلَ اَسْتَارِ الْکَعْبَۃِ اور تم کعبہ شریف کے غلاف کی طرح بہترین لباس زیب تن کرو گے.

راوی بیان کرتا ہے کہ میں اور میرا ساتھی اٹھارہ دن رات کی مسافت طے کر کے آئے تھے ہمارے پاس راستے میں کھانے کے لیے بھی کوئی چیز نہ تھی سوائے اس کے کہ ہم پیلو کے درخت کا پھل کھا کھا کر گزارہ کرتے تھے. یہ وہی پیلو ہے جس سے مسواک بنائی جاتی ہے اس کا پھل سیاہ اور سرخ ہوتا ہے اور اس میں چھوٹے دانے ہوتے ہیں. یہ پھل کھا کھا کر ہم نے اٹھارہ دن کا سفر کیا حَتّٰی جِئْنَا اِلٰی اِخْوَانِنَا مِنَ الْاَنْصَارِ یہاں تک کہ ہم اپنے انصاری بھائیوں کے پاس پہنچ گئے. فَوَاسَوْنَا وَ کَانَ خَیْرُ مَا اَصَبْنَا ھٰذَا التَّمْرُ انہوں نے ہمارے ساتھ ہمدردی کا سلوک کیا اور اس وقت ان کے پاس جو بہترین چیز تھی وہ یہی کھجوریں تھیں جو ہمیں ملتی رہیں اور ہم کھاتے رہے. بہرحال ایک شخص نے شکایت کی کہ ہمیں مسلسل کھجوریں کھانے سے گرمی ہو گئی ہے. اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب لوگوں کو تسلی دی کہ آج ذرا تکلیف کا زمانہ ہے جو ملتا ہے کھاؤ. مگر ایک زمانہ عنقریب آنے والا ہے جب تمہیں کھانے کے لیے تمہاری من پسند ہر چیز با افراط ملے گی اور تمہارے لباس بھی بیش قیمت ہوں گے. اب صبر اور برداشت سے کام لو.

مسیلمہ کذاب کی طرف سے قاصدوں کی آمد

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ نُعَيْمِ بْنِ مَسْعُودٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِيهِ نُعَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حِينَ قَرَأَ كِتَابَ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ قَالَ لِلرَّسُولَيْنِ فَمَا تَقُولَانِ أَنْتُمَا قَالَا نَقُولُ كَمَا قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا أَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ أَعْنَاقَكُمَا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۸۷، ۴۸۸)

حضرت ابومسعود اشجعیؓ صحابی رسول بیان کرتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسیلمہ کذاب کا خط پڑھا تو میں نے آپکو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے قاصدو! اس خط کے متعلق تم دونوں کیا کہتے ہو تو وہ کہنے لگے کہ ہم بھی وہی کچھ کہتے ہیں جو اس خط والے یعنی مسیلمہ کذاب نے خط میں کہا ہے۔ اس پر نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر سفیروں کے عدم قتل کا دستور نہ ہوتا تو میں تم دونوں کی گردنیں اڑا دیتا۔

اس حدیث میں مسیلمہ کذاب کے خط کی تفصیلات نہیں ہیں، دوسری روایات سے تفصیل کا پتہ چلتا ہے یہ وہی نبوت کا جھوٹا داعی ہے جس نے حضور علیہ السلام کی زندگی میں ہی دعویٰ نبوت کیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس شخص کے خلاف جنگ کر کے اسے قتل کروا دیا تھا۔ دوسری روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اس کذاب نے خط میں حضور علیہ السلام کو لکھا تھا کہ میں آپ کی نبوت کو تسلیم کرلیتا ہوں۔ بشرطیکہ آپ مجھے اپنا خلیفہ مقرر کردیں۔ ایک اور حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شخص ایک وفد لے کر مدینہ آیا تھا۔ اور حضور علیہ السلام سے بالمشافہ گفتگو بھی کی تھی۔ یہ چاہتا تھا کہ آپ شہری علاقوں پر حکومت کریں اور دیہاتی علاقوں کی خلافت میرے سپرد کردیں۔ اس وقت حضور علیہ السلام کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ آپ نے فرمایا تم حکومت چاہتے ہو میں تو تمہیں ایک

ایسی چھڑی بھی دینے کے لیے تیار نہیں. ثابت ابن قیسؓ انصار مدینہ میں سے بڑے فصیح وبلیغ خطیب تھے. آپ نے فرمایا تیری بات کا جواب میرے یہ صحابی دیں گے یہ کہہ کر آپ تشریف لے گئے.

بہرحال خط پڑھ کر حضور علیہ السلام نے ان قاصدوں سے پوچھا کہ تمہارا اس خط کے مضمون کے متعلق کیا خیال ہے تو انہوں نے خط کے مندرجات کی تائید کی. اس پر نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر قاصدوں کا قتل دستور کے مطابق روا ہوتا تو میں ابھی تمہاری گردنیں تمہارے جسموں سے جدا کر دیتا کیونکہ تم نے جھوٹی نبوت کی تائید کی ہے.

کھانا کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا

عَنْ سُوَيْدِ بْنِ نُعْمَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَهٗ بِالصَّهْبَاءِ عَامَ خَيْبَرَ فَلَمَّا صَلَّى الْعَصْرَ دَعَا بِالْاَطْعِمَةِ فَلَمْ يُؤْتَ اِلَّا بِسَوِيْقٍ قَالَ اَكَلْنَا مِنْهُ فَلَمَّا كَانَتِ الْمَغْرِبُ تَمَضْمَضَ وَ تَمَضْمَضْنَا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۸۸)

صحابی رسول حضرت سوید بن نعمانؓ کہتے ہیں کہ خیبر والے سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صہباء کے مقام پر ٹھہرے۔ خیبر کی جنگ واقعہ حدیبیہ کے بعد ہوئی تھی اور اس میں وہی صحابہ شریک تھے جو واقعہ حدیبیہ میں شامل تھے۔ آپ نے عصر کی نماز اسی صہباء کے مقام پر ادا فرمائی۔ پھر آپ نے کھانا طلب فرمایا تو اس وقت ستو ہی تھے جو آپ کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ دوران سفر لوگ خشک ستو ساتھ رکھتے تھے اور پھر انہیں پانی میں بھگو کر کھاتے تھے۔ بہر حال آپ نے اور صحابہؓ نے وہی ستو کھائے۔ پھر جب مغرب کی نماز کا وقت ہوا تو حضور علیہ السلام اور صحابہ نے محض کلی کر کے نماز پڑھ لی، دوبارہ وضو نہیں کیا اس سے ثابت ہوا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ہاں کھانے کی وجہ سے منہ میں چکناہٹ وغیرہ لگ گئی ہو تو کلی کر لینا کافی ہے اور اگر پہلا وضو ضائع ہو چکا ہے تو دوبارہ مکمل وضو کرنا پڑیگا۔

حضور علیہ السلام کو حجرات کے باہر سے پکارنا

عَنِ الْاَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ اَنَّهٗ نَادٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَمْ يُجِبْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ حَمْدِىْ زَيْنٌ وَ اِنَّ ذَمِّىْ شَيْنٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا حَدَّثَ اَبُوْ سَلَمَةَ ذَاكَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۸۸)

اقرعؓ ابن حابس قبیلہ تمیم کا سردار تھا۔ یہ بدو قسم کے لوگ بڑے اجڈ ہوتے تھے۔ ان کی تربیت آہستہ آہستہ ہوتی اور پھر کبھی جا کر ان میں صلاحیت اور نیکی پیدا ہوتی تھی تو یہ صاحب آئے اور حضور علیہ السلام کے حجرہ مبارک کے باہر کھڑے ہو کر آوازیں دینے لگے۔ بلند آواز سے یارسول اللہ کہہ کر پکارا۔ بعض روایات میں یا محمد کا لفظ بھی آتا ہے۔ بہر حال اس شخص نے باہر کھڑے ہو کر آپ کو آواز دی مگر آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر اس شخص نے کہا اللہ کے رسول، آپ سن لیں کہ میری طرف سے کی گئی تعریف زینت کا باعث ہوتی ہے۔ جب کہ میری طرف سے کی گئی تعریف زینت کا باعث ہوتی ہے جب کہ میری طرف سے کی گئی مذمت معیوب ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس شخص نے کہا۔ کہ جو شخص میری تعریف بیان کرتا ہے وہ اس کے لیے باعث زینت ہوتی ہے اور جو کوئی میری مذمت کرتا ہے وہ اس کے لیے عیب کا باعث بن جاتی ہے اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو بات یہ شخص کہتا ہے وہ تو اللہ تعالےٰ کی شان ہے کہ جس کی تعریف باعث زینت اور جس کی برائی باعث عیب ہو۔ اُس وقت بعض لوگوں میں بدویت غالب تھی اور وہ اس قسم کی فضول باتیں بھی کر جاتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہی لوگوں کے بارے میں سورۃ حجرات کی آیات نازل فرمائیں۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ

(آیت - ۵) اگر یہ صبر کرتے اور آوازیں نہ دیتے یہاں تک کہ حضور علیہ السلام خود باہر آجاتے تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا مگر یہ لوگ جہالت کی وجہ سے آوازیں دینے لگتے ہیں۔ اللہ نے ان کو اپنے نبی کا ادب سکھایا۔

ایک دفعہ حضور علیہ السلام حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف فرما تھے کہ یہ شخص آیا اور پوچھا، یہ عورت کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ ابوبکرؓ کی بیٹی اور میری بیوی ہے۔ کہنے لگا کہ ہم دونوں اپنی بیویوں کا آپس میں تبادلہ نہ کرلیں آپ نے فرمایا کہ یہ تو سخت بیحیائی کی بات ہے مطلب یہ کہ بعض اجڈ قسم کے لوگ ایسی فضول باتیں بھی کر لیتے تھے۔ ان میں بڑی دیر کے بعد تہذیب آئی۔

جنگ میں بے گناہ لوگوں کے قتل کی ممانعت

عَنْ رِبَاحِ بْنِ الرَّبِیعِ أَخِی حَنْظَلَةَ الْکَاتِبِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی غَزْوَةٍ غَزَاهَا وَعَلَی مُقَدِّمَتِهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِیدِ فَمَرَّ رِبَاحٌ وَأَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی امْرَأَةٍ مَقْتُولَةٍ .... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۸۸)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی رباح ابن ربیعؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک جہاد کے لیے حضور علیہ السلام کے ساتھ نکلے اور اس لشکر کے مقدمۃ الجیش کی کمان حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ میں تھی۔ اس زمانہ میں اور کچھ تبدیلی کے ساتھ عام طور پر فوج پانچ حصّوں میں منقسم ہوتی تھی یعنی میمنہ (دایاں بازو) میسرہ (بایاں بازو) قلب (درمیانی حصّہ) ساقہ (پچھلا حصّہ) اور مقدمۃ الجیش (اگلا حصّہ)

راوی بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ مقدمۃ الجیش میں شامل آگے چل رہے تھے کہ ہم نے کسی عورت کی لاش پڑی پائی۔ مقتولہ کی شکل وصورت اچھی تھی اور لوگ متعجب تھے کہ اس کو کس نے اور کیوں قتل کیا پھر پیچھے سے حضور علیہ السلام تشریف لائے۔ آپ سواری پر سوار تھے آپ کو دیکھ کر لوگ اِدھر اُدھر ہٹ گئے۔ حضور علیہ السلام نے اس لاش کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا مَا کَانَتْ هٰذِهٖ لِتُقَاتِلَ اس عورت کو کس نے قتل کر دیا۔ یہ کوئی جنگجو عورت تو معلوم نہیں ہوتی کہ جس نے کوئی مزاحمت کی ہو۔ دستہ کے کمانڈر حضرت خالد بن ولید آگے جا چکے تھے لہٰذا آپ نے ان کے پاس یہ پیغام بھیجا لَا تَقْتُلُوْا ذُرِّيَّةً وَّلَا عَسِيْفًا۔ کہ بچوں اور عورتوں کو قتل نہیں کرنا۔ اور نہ کسی مزدور اور نوکر خدمت گار کو قتل کرو۔ جو مرد یا عورت براہ راست جنگ میں حصّہ نہیں لیتا بلکہ محض خدمت پر مامور ہے ان کو قتل کرنے کی اجازت

نہیں ہے بوڑھوں کے متعلق آتا ہے کہ جو شخص خود تلوار نہیں چلا سکتا اس کو بھی مت مارو. جو راہب اپنی کٹیا میں بیٹھا اللہ اللہ کر رہا ہے اس کو بھی قتل کرنے کا حکم نہیں ہے. اس طرح عورتوں کو بھی قتل نہیں کرنا چاہیئے سوائے ایسی عورت کے جو براہِ راست جنگ کی کمانڈ کرتی ہے یا اس کی تدبیر کرتی ہے.

حضور علیہ السلام کی اس تعلیم کی روشنی میں خلفائے راشدینؓ بھی مجاہدین کو روانہ کرتے وقت ایسی ہی ہدایات دیا کرتے تھے کہ کسی بچے عورت یا بوڑھے کو قتل نہ کرنا کیونکہ ایسا کرنا فساد فی الارض شمار ہوتا ہے. جب کہ مسلمانوں کی جنگ قیام امن کے لیے ہوتی ہے. اس زمانہ میں اقوام عالم اس درس کو بھول چکے ہیں. اب تو فوجی ٹھکانوں کے علاوہ شہری علاقوں حتیٰ کہ ہسپتالوں پر بھی بم پھینکنے سے دریغ نہیں کیا جاتا ہے اور پھر اس بمبارمنٹ کی زد میں عورتیں، بچے، بوڑھے اور بیمار سبھی آجاتے ہیں. ایران میں جو ہوائی جہاز گرایا گیا تھا اس میں ساٹھ ستر کے قریب بچے اور کمزور عورتیں بھی تھیں. ایک میزائل کے ذریعے تین سو جانیں آناً فاناً تلف ہو گئی تھیں غیر ممالک کے بے گناہ مسافر بھی اس حادثہ کا شکار ہو گئے. یہ بڑے ظلم کی بات ہے. کافر، یہودی، عیسائی ہنود، اشتراکی، امریکی، روسی سب اس ظلم و ستم کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں آج کل کے جدید حملوں میں نہ صرف انسانی جانیں ضائع ہوتی ہیں بلکہ عمارتیں، کارخانے، فصلیں اور جانور بھی ہلاک ہو جاتے ہیں. بہر حال حضور علیہ السلام نے ایسے بیگناہ لوگوں کے قتل سے منع فرمایا ہے.

اہل بقیع کے لیے دعا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر آخرت

عَنْ اَبِیْ مُوَیْہِبَۃَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اُمِرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّصَلِّیَ عَلٰی اَھْلِ الْبَقِیْعِ فَصَلّٰی عَلَیْھِمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃً ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ...... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۸۸)

حضرت ابو مویہبہؓ حضور علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ آپ اہل بقیع کے لیے جا کر دعا کریں۔ مسجد نبوی کے قریب ہی پرانا قبرستان ہے جس کو بقیع غرقد بھی کہا جاتا ہے بہر حال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک رات اہل بقیع کے لیے تین مرتبہ دعا کی۔ راوی بیان کرتا ہے۔ فَلَمَّا کَانَتْ لَیْلَۃَ الثَّانِیَۃَ کہ جب دوسری رات ہوئی تو آپ نے مجھے بیدار کر کے فرمایا کہ میرے اس جانور پر کاٹھی ڈال دو۔ چنانچہ قریباً وسط رات میں خادم نے گھوڑے پر کاٹھی ڈال دی اور آپ سوار ہو گئے ۔ جنت البقیع پہنچ کر حضور علیہ السلام سواری سے اتر پڑے اور میں نے سواری کا جانور تھام لیا دوسری روایت کے مطابق خادم کہتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے مجھے بھی ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ بہر حال جب قبرستان میں دعا کے لیے کھڑے ہوئے تو فرمایا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ۔ اے قبروں والو، تم پر سلامتی ہو، احادیث میں بعض دوسرے الفاظ بھی آتے ہیں مثلاً اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَ نَحْنُ بِالْاَثَرِ۔ اے قبر والو! تم پر سلام ہو اللہ تعالےٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔ تم ہم سے آگے جانے والے ہو اور ہم پیچھے پیچھے آرہے ہیں۔ وَ اِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ کے الفاظ بھی آتے ہیں یعنی ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں بہر حال حضور علیہ السلام نے اہل بقیع کو سلام کیا اور ساتھ یہ بھی فرمایا لِیَھْنَ لَکُمْ مَا

أَنْتُمْ فِيهِ مِمَّا فِيهِ النَّاسُ۔ دوسرے لوگوں کی نسبت جس حالت میں تم ہو وہ تمہارے لیے خوشگوار ہے۔ نیز فرمایا لَوْ تَعْلَمُونَ مَا نَجَّاكُمُ اللّٰهُ مِنْهُ أَقْبَلَتِ الْفِتَنُ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ اگر تمہیں علم ہوان باتوں کا جن کی وجہ سے اللہ نے تمہیں بچالیا ہے وہ تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح آنے والے فتنے ہیں جو یکے بعد دیگرے آرہے ہیں اٰخِرُهَا شَرٌّ مِنَ الْأُولٰى۔ اور ہر بعد میں آنے والا فتنہ پہلے سے بڑھ کر ہوگا۔ اللہ نے تمہیں ان فتنوں سے بچالیا ہے لہذا تمہاری یہ حالت تمہیں خوشگوار ہو کہ تم ان فتنوں سے پہلے قبروں میں پہنچ چکے ہو۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ یہ دعا کرنے کے بعد حضور علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا يَا أَبَا مُوَيْهِبَةَ اے ابو مویہبہ! إِنِّي قَدْ أُوتِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الدُّنْيَا مجھے اللہ نے دنیا میں موجود خزانوں کی چابیاں عطاء فرمائی ہیں۔ دوسری حدیث میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ میری امت کے ہاتھ پر ہونے والی فتوحات کے خزانوں کی چابیاں۔ وَالْخُلْدَ فِيهَا اور اس دنیا میں ہمیشہ رہنے ثُمَّ الْجَنَّةَ۔ اور جنت کے حصول میں وَخُيِّرْتُ بَيْنَ ذٰلِكَ وَبَيْنَ لِقَاءِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ وَالْجَنَّةِ۔ فرمایا مجھے ان چیزوں کو اختیار کرنے اور رب العزت کی جنت میں ملاقات کرنے سے متعلق اختیار دیا گیا کہ جونسی چیز چاہوں حاصل کرلوں۔ پھر فرمایا اے ابو مویہبہ! اللہ کی قسم لَقَدِ اخْتَرْتُ لِقَاءَ رَبِّي وَالْجَنَّةَ۔ میں نے رب تعالے کی ملاقات اور جنت کو اختیار کیا ہے اور دنیا کے خزانوں کو نہیں چاہا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر حضور علیہ السلام نے اِسْتَغْفَرَ لِأَهْلِ الْبَقِيعِ اہل بقیع کے لیے بخشش کی دعا کی ثُمَّ انْصَرَفَ پھر آپ واپس تشریف لے آئے فَبَدَأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجَعِهِ الَّذِي قَبَضَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِ حِينَ أَصْبَحَ۔ پھر صبح کے وقت حضور علیہ السلام پر اس بیماری کا حملہ ہوا جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے۔ اس بیماری کے بعد آپ سات یا آٹھ دن تک اس دنیا میں رہے

اور اس کے بعد اللہ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ منگل کے روز بیمار ہوئے۔ بدھ کے روز بیماری میں شدت آگئی اور پھر اگلے پیر کے دن چاشت کے وقت آپ کو اس دنیا سے اٹھا لیا گیا۔

حضور علیہ السلام کی اُمّت کے شہدا

عَنْ رَاشِدِ بْنِ حُبَیْشٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰی عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ یَعُوْدُہٗ فِیْ مَرَضِہٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَعْلَمُوْنَ مَنِ الشَّہِیْدُ فِیْ اُمَّتِیْ۔۔۔۔۔۔ الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۸۹)

حضرت راشد بن حبیش رضؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام حضرت عبادہ بن صامت رضؓ کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت عبادہؓ انصار مدینہ میں سے بڑے صاحب فضیلت صحابی ہیں۔ آپ سیاہ رنگ کے دس فٹ قامت کے آدمی تھے۔ آپ فاتحین مصر میں شامل ہیں۔ تو جب آپ وہاں تشریف لائے تو فرمایا، کیا تم لوگ جانتے ہو کہ میری امت میں شہید کون ہیں ؟ صحابہ خاموش رہے کیونکہ عام طور پر ان کا یہی شیوہ تھا کہ جب حضور علیہ السلام کوئی اس قسم کا سوال کرتے تو وہ احتراماً صرف اس قدر کہتے۔ اَللّٰہُ اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں تاہم بعض اوقات مناسب جواب بھی دے دیتے تھے جب حضور علیہ السلام نے یہ سوال کیا تو حضرت عبادہؓ کہنے لگے کہ لوگو! مجھے ذرا ٹیک دے دو۔ تاکہ میں سیدھا ہو کر بیٹھ جاؤں لوگوں نے آپ کو ٹیک دے دی تو انہوں نے عرض کیا اللہ کے رسول آپ کی امت سے شہید وہ شخص ہوگا اَلصَّابِرُ الْمُحْتَسِبُ جو صابر اور اللہ سے اجر طلب کرنے والا ہوگا اور پھر اسی حالت میں اس کی جان نکل جائے اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا اِنَّ شُہَدَآءَ اُمَّتِیْ اِذًا لَقَلِیْلٌ پھر تو میری امت کے شہید بہت کم ہوں گے پھر حضور علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ اَلْقَتْلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ شَہَادَۃٌ۔ کہ اللہ کی راہ میں مارا جانے والا آدمی بھی شہید ہے وَالطَّاعُوْنُ شَہَادَۃٌ۔ اور جو ایام ندار طاعون کی بیماری سے مر جائے وہ بھی شہید ہے وَالْغَرَقُ شَہَادَۃٌ

اور پانی میں ڈوب کر ہلاک ہونے والا بھی شہید ہے وَالْبَطْنُ شَهَادَةٌ۔ اور پیٹ کی بیماری ہیضہ وغیرہ سے مرنے والا بھی شہید ہے وَالنُّفَسَاءُ يَجُرُّهَا وَلَدُهَا بِسُرَرِهِ إِلَى الْجَنَّةِ۔ اور زچگی کی حالت میں فوت ہونے والی عورت کا بچہ اپنی ماں کو اپنی ناف کے ساتھ گھسیٹ کر جنت میں لے جائیگا۔ نیز فرمایا وَالْحَرَقُ وَالسَّيْلُ۔ اور جل کر مرنے والا اور سیلاب کی نظر ہو کر مرنے والا مسلمان بھی شہید ہے۔

قاری قرآن ابی ابن کعبؓ کی منقبت

عَنْ اَبِیْ حَبَّۃَ الْبَدْرِیِّ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ لَمْ یَکُنْ قَالَ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ رَبَّکَ اَمَرَکَ اَنْ تُقْرِیَٔ ھٰذِہِ السُّوْرَۃَ اُبَیَّ بْنَ کَعْبٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اُبَیُّ اِنَّ رَبِّیْ عَزَّ وَ جَلَّ اَمَرَنِیْ اَنْ اُقْرِئَکَ ھٰذِہِ السُّوْرَۃَ فَبَکٰی وَ قَالَ ذُکِرْتُ ثَمَّۃَ قَالَ نَعَمْ ......

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۸۹)

حضرت ابوحبہ بدریؓ بیان کرتے ہیں کہ جب سورۃ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ (اَلْبَیِّنَۃُ) نازل ہوئی تو اللہ کی طرف سے جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور حضور علیہ السلام سے کہا، اے محمدؐ! اللہ تعالےٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ یہ سورۃ حضرت ابی ابن کعبؓ کو خاص طور پر پڑھادیں۔ یہ انصار مدینہ میں سے جلیل القدر صحابی ہوتے ہیں جن کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میری امت کے سب سے بڑے قاری ہیں تو جب یہ بات آپ نے حضرت ابی ابن کعبؓ سے کہی تو انہوں نے حضور علیہ السلام سے دریافت کیا حضور! کیا اللہ نے میرا نام لے کر آپ کو حکم دیا کہ آپ یہ سورۃ مجھے پڑھادیں آپ نے فرمایا ہاں اللہ نے تمہارا نام لے کر حکم دیا ہے۔ اس پر حضرت ابی ابن کعبؓ کی آنکھیں پرنم ہوگئیں۔ آپ نے عجز و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے کتنی عزت بخشی ہے کہ مجھ جیسے ناچیز پر یہ احسان فرمایا ہے کہ جبریل علیہ السلام کے ذریعے حضور علیہ السلام کو خصوصی حکم دیا ہے کہ آپ مجھے یہ سورۃ سکھلادیں۔

یہ سورۃ مبارکہ اگرچہ چھوٹی ہے مگر اس میں دین اسلام کا سارا پروگرام آگیا ہے۔ اللہ

نے کافروں اور مشرکوں اور اہل کتاب کا شکوہ بیان کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان نہیں لاتے۔ اس سورۃ میں دین کے بنیادی اصول بیان کئے گئے ہیں اور جزائے عمل کا مسئلہ بھی سمجھا دیا گیا ہے۔ غرضیکہ دین کی ساری اہم باتیں اس سورۃ میں آگئی ہیں۔ اس واسطے اللہ نے خصوصی حکم دیا کہ یہ سورۃ حضرت ابی ابن کعبؓ کو پڑھا دیں تاکہ وہ آگے امت کو یہ سورۃ پڑھ کر سنائیں

صدقہ اور ہدیہ میں فرق

عَنْ اَبِیْ عُمَیْرٍ قَالَ کُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا فَجَآءَ رَجُلٌ بِطَبَقٍ عَلَیْہِ تَمْرٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا ھٰذَا اَصَدَقَۃٌ اَمْ ھَدِیَّۃٌ قَالَ صَدَقَۃٌ قَالَ فَقَدَّمَہٗ اِلَی الْقَوْمِ......الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۸۹، ۴۹۰)

صحابی رسول حضرت ابو عمیرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ہم حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص کھجوروں کا ایک طبق (تشتری) لے کر آیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کھجوریں صدقہ کی ہیں یا ہدیہ کی۔ اس شخص نے عرض کیا، حضور! یہ صدقہ کی کھجوریں ہیں۔ چنانچہ آپ نے وہ کھجوریں حاضرین مجلس کی طرف کر دیں اور خود استعمال نہ کیں۔ آپ ہدیہ تو قبول فرما لیتے تھے مگر صدقہ کی چیز نہیں لیتے تھے۔ اس وقت حضرت حسنؓ چھوٹے بچے تھے جو ادھر اُدھر گرتے پڑتے گھوم رہے تھے انہوں نے صدقہ کی ان کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر منہ میں ڈال لی مگر حضور علیہ السلام نے ان کے منہ میں انگلی ڈال کر کھجور کا وہ دانہ نکال لیا اور فرمایا اِنَّا اٰلُ مُحَمَّدٍ لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَۃُ۔ ہم محمدؐ کے گھرانے کے لوگوں پر صدقہ کا مال کھانا روا نہیں ہے۔ اسی لیے حضور علیہ السلام کے خاندان والوں کو زکوٰۃ بھی نہیں لگتی۔

دوسری روایت میں اس طرح بھی آتا ہے کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض اوقات میں اپنے بستر پر کوئی دانہ پڑا پاتا ہوں۔ خدا کے عطا کردہ رزق کی قدردانی کرتے ہوئے میں چاہتا ہوں کہ اس دانے کو منہ میں ڈال لوں مگر پھر شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ صدقہ کا مال نہ ہو جو میرے لیے جائز نہیں ہے۔

*

عورت کی تین زاید وراثتیں

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ اللَّيْثِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْاَةُ تَحُوْزُ ثَلَاثَ مَوَارِيْثَ عَتِيْقَهَا وَ لَقِيْطَهَا وَوَلَدَهَا الَّذِيْ لَاعَنَتْ عَلَيْهَا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۹۰)

حضرت واثلہ ابن الاسقع لیثیؓ اس وقت ایمان لائے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوۂ تبوک کی تیاری فرما رہے تھے اور تقریباً تین سال تک اصحاب صفہ میں شامل ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے۔ حضور علیہ السلام کے بعد یہ صاحب بصرہ میں جا کر مقیم ہو گئے بصرہ اور کوفہ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں آباد ہوئے تھے۔ بصرہ سے حضرت واثلہؓ شام چلے گئے اور دمشق کے قریب بلاط میں اقامت پذیر ہوئے۔ وہاں سے فلسطین چلے گئے اور سو سال کی عمر پا کر وہیں فوت ہوئے۔

یہ حضرت واثلہ ابن الاسقع لیثیؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض عورتیں تین قسم کی اضافی وراثت بھی پاتی ہیں۔ عورتوں کی عام وراثت کا قانون تو سورۃ النساء میں یہ بیان کیا گیا ہے لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ (آیت ۱۱) یعنی ہر مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے۔ بیٹی، بہن، والدہ، بیوی وغیرہ کو جو وراثت ملتی ہے اس کے علاوہ اس حدیث میں تین اضافی وراثتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ پہلی قسم کی وراثت عَتِيْقَهَا ہے۔ اگر کوئی عورت اپنے غلام کو آزاد کر دے اور پھر مرتے وقت اگر اس آزاد کردہ غلام کا کوئی مسلمان حقیقی وارث موجود نہ ہو تو اس کی وراثت، اگر کوئی ہو۔ تو وہ اس عورت کو ملے گی جس نے اسے آزاد کیا تھا۔

فرمایا اضافی وراثت کی دوسری قسم وَ لَقِيْطَهَا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے اگر کوئی عورت کسی لاوارث بچے کو گود لے کر پال لے۔ وہ جوان ہو کر صاحب مال بن جائے۔ پھر وہ مرتے

وقت کوئی جائیداد چھوڑ دے تو اس کی وارث وہ عورت ہوگی جس نے اسے گود لیا تھا۔

اگر کسی میاں بیوی میں لعان کے ذریعے علیحدگی ہو جائے تو ظاہر ہے کہ بچہ تو ماں کی تحویل میں ہی رہیگا۔ یہ بچہ بڑا ہو کر صاحبِ مال بن جائے اور پھر وہ ماں کی موجودگی میں فوت ہو جائے تو اس کی وراثت کی حق دار یہی عورت ہوگی۔ یہ اضافی وراثت کی تیسری قسم ہے۔

مسجد کی تعمیر کا اجر

عَنْ بَشِيرِ بْنِ حَيَّانَ قَالَ جَاءَ وَاثِلَةُ بْنُ الْأَسْقَعِ وَ نَحْنُ نَبْنِيْ مَسْجِدَنَا قَالَ فَوَقَفَ عَلَيْنَا فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا يُصَلّٰى فِيْهِ بَنَى اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ لَهُ فِي الْجَنَّةِ أَفْضَلَ مِنْهُ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۹۰)

حضرت بشر بن حیان تابعی بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر حضرت واثلہ ابن الاسقع رضی ہمارے پاس آکر کھڑے ہو گئے اس وقت ہم اپنی مسجد تعمیر کر رہے تھے۔ آپ نے سلام کہا اور پھر فرمایا کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے مسجد تعمیر کی جس میں نماز پڑھی جاتی ہے تو اللہ تعالےٰ اس کے لیے جنت میں اس سے بہتر گھر تعمیر کریگا۔

کھانے میں برکت

عَنْ وَاثِلَةَ یَعْنِیْ ابْنَ الْاَسْقَعِ قَالَ کُنْتُ مِنْ اَصْحَابِ الصُّفَّةِ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمًا بِقُرْصٍ وَکَسَّرَهٗ فِی الْقَصْعَةِ وَصَنَعَ فِیْهَا مَاءً سَخِنًا ثُمَّ صَنَعَ فِیْهَا وَدَکًا ثُمَّ سَفْسَفَهَا ثُمَّ لَبَّقَهَا ثُمَّ صَبَّعَهَا ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِیْ بِعَشَرَةٍ اَنْتَ عَاشِرُهُمْ ......الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۹۰)

حضرت واثلہ ابن الاسقع رضؓ کہتے ہیں کہ میں اصحاب صفہ میں شامل تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو بیکار تھے مگر تعلیم دین حاصل کرنے کے لیے مسجد نبوی کے قریب برآمدے میں سکونت رکھتے تھے۔ ان میں سے بعض محنت مزدوری بھی کر لیتے تھے ورنہ توکل پر رہتے تھے اگر کوئی کھانے پینے کی چیز آتی تو حضور علیہ السلام سب سے پہلے اسے اصحاب صفہ میں تقسیم کرتے کیونکہ یہ آپ ہی کے مہمان ہوتے تھے۔ ان لوگوں کی تعداد کم و بیش ہوتی رہتی تھی۔ جو کہ بعض اوقات تین چار سو تک پہنچ جاتی۔ اگر کسی وقت اصحاب صفہ کو کھلانے کے لیے حضورؐ کے پاس کچھ نہ ہوتا تو آپ خود بھی فاقہ کرتے۔

حضرت واثلہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضور علیہ السلام نے گھر سے ایک روٹی طلب فرمائی۔ پھر اس کے ٹکڑے کر کے ایک پیالے میں ڈال دیا اور اوپر گرم پانی ڈال دیا۔ آپ نے ان ٹکڑوں کو الٹ پلٹ کر خوب ترکیا۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ اصحاب صفہ میں سے دس آدمیوں کو بلا لاؤ جن میں تم دسویں ہو۔ میں بلا لایا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر اس پیالے میں موجود روٹی کو کھاؤ مگر اوپر سے نہیں بلکہ کھانے کے نچلے حصے سے کھانا۔ فَاِنَّ الْبَرَکَةَ تَنْزِلُ

مِنْ اَعْلَاهَا کیونکہ برکت اوپر سے نازل ہوتی ہے۔ حضرت واثلہؓ بیان کرتے ہیں۔ فَاَكَلُوْا مِنْهَا حَتّٰی شَبِعُوْا۔ کہ ان دس آدمیوں نے وہ کھانا کھایا حتّیٰ کہ بالکل سیر ہو گئے۔ اللہ نے اس کھانے میں خصوصی برکت نازل فرمائی۔

مسواک کی اہمیت

عَنْ وَاثِلَۃَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ بِالسِّوَاكِ حَتّٰی خَشِیْتُ اَنْ یُّکْتَبَ عَلَیَّ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۹۰)

حضرت واثلہ ابن الاسقع بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے مسواک کرنے کا حکم تاکید سے دیا گیا ہے حتیٰ کہ مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں یہ مجھ پر فرض ہی نہ کر دی جائے۔

حضور علیہ السلام نے امت کو مسواک کرنے کا حکم کثرت سے دیا ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ مسواک کر کے پڑھی گئی نماز کا اجر بغیر مسواک کے پڑھی گئی سے ستر گنا بڑھ جاتا ہے۔ بہر حال مسواک امت کے لیے فرض تو نہیں ہوئی البتہ اسے سنت کا درجہ حاصل ہے یہ بڑی فضیلت والی چیز ہے مسواک کرنے سے منہ کی صفائی بھی ہوتی ہے اور اللہ تعالےٰ کی رضا بھی حاصل ہوتی ہے یہ پیٹ کی بیماریوں کے لیے بھی مفید ہے۔ دانتوں کی پایوریا کی مرض میں بھی مفید ثابت ہوتی ہے۔ غرضیکہ مسواک کرنے میں روحانی اور جسمانی دونوں فوائد پائے جاتے ہیں۔

مسجد میں تھوکنے کا مسئلہ

قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعْدٍ قَالَ رَاَیْتُ وَاثِلَۃَ بْنَ الْاَسْقَعِ یُصَلِّیْ فِیْ مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَبَزَقَ تَحْتَ رِجْلِہِ الْیُسْرٰی ثُمَّ عَرَکَھَا بِرِجْلِہٖ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْتُ اَنْتَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَبْزُقُ فِی الْمَسْجِدِ قَالَ ھٰکَذَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَفْعَلُہٗ قَالَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۹۰)

ابو سعد بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت واثلہ ابن الاسقعؓ نے دمشق میں قیام کے دوران مسجد میں نماز پڑھی اور دوران نماز اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوک دیا اور پھر اس کو پاؤں کے ساتھ مل دیا۔ تو دیکھنے والا شخص کہتا ہے کہ میں نے حضرت واثلہؓ سے کہا آپ صحابی رسول ہو کر مسجد میں تھوکتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اللہ کے رسول کو ایسا ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے مطلب یہ کہ اگر مسجد کا فرش کچا ہو، ریت وغیرہ پڑی ہو جیسا کہ ابتدائے اسلام کے زمانہ میں ہوتا تھا تو پھر بائیں پاؤں کے نیچے تھوک کر اوپر پیر مل دینے میں کوئی حرج نہیں ہے ہاں اگر آج کل کی طرح کسی مسجد میں پکا فرش ہو تو وہاں ایسا نہیں کرنا چاہیئے اگر بلغم کا زور ہو تو اپنے پاس کسی کپڑے میں لے لینا چاہیئے اور کپڑے کو مل لے۔

سودا کرتے وقت مال کا نقص ظاہر کرنا

عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ مَالِكٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ سِبَاعٍ قَالَ اشْتَرَيْتُ نَاقَةً مِنْ دَارِ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ فَلَمَّا خَرَجْتُ بِهَا اَدْرَكَنَا وَاثِلَةُ وَهُوَ يَجُرُّ رِدَاءَهُ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اشْتَرَيْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ هَلْ بَيَّنَ لَكَ مَا فِيْهَا قُلْتُ وَمَا فِيْهَا قَالَ اِنَّهَا سَمِيْنَةٌ ظَاهِرَةُ الصِّحَّةِ قَالَ فَقَالَ اَرَدْتَ بِهَا سَفَرًا اَمْ اَرَدْتَ بِهَا لَحْمًا قُلْتُ بَلْ اَرَدْتُ عَلَيْهَا الْحَجَّ ...... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۹۱)

ابو سباع بیان کرتے ہیں کہ میں نے صحابی رسول حضرت واثلہ ابن الاسقعؓ سے اونٹنی خریدی یہ سودا حضرت واثلہؓ کے آدمیوں نے ان کی حویلی میں ان کے علم کے بغیر کیا ہو گا۔ کہتے ہیں کہ جب میں اونٹنی خرید کر باہر نکلا تو حضرت واثلہؓ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے پیچھے آئے اور کہنے لگے، اے عبداللہ! کیا تم نے یہ جانور خریدا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ کہنے لگے کیا اُن لوگوں نے تمہیں اس جانور کے نقص سے آگاہ کیا ہے؟ میں نے دریافت کیا، اس میں کیا نقص ہے تو کہنے لگے کہ یہ بڑی موٹی تازی صحت منداونٹنی ہے تم اس پر سفر کرنا چاہتے ہو یا ذبح کر کے گوشت استعمال کرنا ہے۔ میں نے کہا کہ میں اس پر سوار ہو کر حج کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت واثلہؓ نے بتایا کہ اس اونٹنی کا نقص یہ ہے فَاِنَّ بِخُفِّهَا نَقْبًا کہ اس کے پاؤں میں سوراخ ہے کوئی پتھر یا کانٹا وغیرہ لگنے سے سوراخ ہو گیا ہے۔ قَالَ فَقَالَ صَاحِبُهَا اَصْلَحَكَ اللّٰهُ اَيَّ هٰذَا تُفْسِدُ عَلَيَّ۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اس کے خریدنے والے نے کہا اللہ تمہاری اصلاح کرے، اس نقص کا کیا نقصان ہو سکتا ہے؟ اس کی وجہ سے چلنے میں کوئی دقت تو پیش نہیں آتی۔ اس پر حضرت واثلہؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ يَبِيْعُ شَيْئًا اِلَّا يُبَيِّنُ مَا فِيْهِ کہ کسی چیز کے بیچنے والے کے لیے یہ حلال نہیں ہے

مگر یہ کہ اس چیز کے نقص کو ظاہر کرے۔ وَ لَا یَحِلُّ لِمَنْ یَعْلَمُ ذٰلِکَ اِلَّا یُبَیِّنُہٗ
اور جو شخص کسی خرابی کو جانتا ہے اس کو بھی چاہیئے کہ خریدار کو اس سے آگاہ کرے۔ حضرت واثلہؓ
نے اس حدیث کے مطابق اپنا فریضہ ادا کر دیا اور نقص کو بیان کر دیا اگرچہ یہ نقص دوران سفر کسی
تکلیف کا باعث نہ تھا۔ کسی بھی چیز کا لین دین ہو، کپڑا ہو یا کوئی جانور ہو، یہ بائع کی ذمہ داری ہے
کہ اس کے نقص کو خریدار پر واضح کر دے، ورنہ وہ گنہگار ہو گا۔

*

اپنے آپ کو سزا کے لیے پیش کرنا

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ شَهِدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ وَ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَصَبْتُ حَدًّا مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَاَقِمْ فِیَّ حَدَّ اللّٰهِ فَاَعْرَضَ ...... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۹۱)

حضرت واثلہ ابن الاسقعؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر تھا کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور عرض کیا، حضور! مجھ سے ایک غلطی ہو گئی ہے لہذا آپ میرا فیصلہ کریں اور مجھ پر حد جاری کریں۔ دراصل اس شخص نے راستہ چلتی کسی عورت کو ہاتھ لگایا تھا یا کوئی اشارہ کنایہ کیا تھا جو کہ ایک صغیرہ گناہ شمار ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ نادم ہو گیا اور اپنے آپ کو سزا کے لیے حضور علیہ السلام کے سامنے پیش کر دیا۔ آپ اس کی بات سن کر خاموش رہے اس شخص نے دوسری بار وہی بات کی تو آپ نے پھر اعراض کیا۔ اس نے تیسری مرتبہ بھی بات دہرائی ثُمَّ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ پھر نماز کا وقت ہو گیا تو نماز ادا کی گئی۔ نماز ختم ہو گئی تو وہ شخص چوتھی دفعہ پھر حاضر ہوا اور وہی بات دہرائی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اَلَمْ تُحْسِنِ الطُّهُوْرَ اَوِ الْوُضُوْءَ کیا تم نے اچھی طرح پاکیزگی اختیار نہیں کی، یا فرمایا وضو نہیں کیا۔ ثُمَّ شَهِدْتَ الصَّلٰوۃَ مَعَنَا پھر کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟ اس شخص نے عرض کیا۔ بلی۔ حضور کیوں نہیں میں نے اچھی طرح وضو کیا ہے اور پھر نماز پڑھی ہے۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذْهَبْ فَهِیَ کَفَّارَتُكَ جاؤ یہی تمہاری غلطی کا کفارہ ہے۔ اب مزید کسی سزا کی ضرورت نہیں اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ تم نے نماز پڑھی ہے تو اس کی بدولت اللہ نے تمہارا یہ صغیرہ گناہ معاف کر دیا ہے

ہاں اگر کبیرہ گناہ ہو تو وہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا اور اگر کسی کا حق دینا ہو تو اس کی ادائگی کرنی ضروری ہے یا صاحبِ حق معاف کر دے، ورنہ اس کی معافی نہیں ہے۔

صحابی رسول کے ساتھ محبت

قَالَ حَدَّثَنِی حَبَّانُ اَبُو النَّضْرِ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ عَلٰی اَبِی الْاَسْوَدِ الْجُرَشِیِّ فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْهِ فَسَلَّمَ عَلَیْهِ وَجَلَسَ قَالَ فَاَخَذَ اَبُو الْاَسْوَدِ یَمِیْنَ وَاثِلَةَ فَمَسَحَ بِهَا عَلٰی عَیْنَیْهِ وَوَجْهِهٖ لِبَیْعَتِهٖ بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ...الخ

(مسند احمد طبع بیروت ج ۳ ص ۴۹۱)

ابو نضر کہتے ہیں کہ میں اور حضرت واثلہ ابن الاسقعؓ ایک بیمار بزرگ تابعی ابو الاسود جرشی کی بیمار پرسی کے لیے گئے جب کہ وہ مرض الموت میں مبتلا تھے۔ انہوں نے سلام کیا اور بیٹھے۔ پھر ابو الاسود نے حضرت واثلہؓ کا دایاں ہاتھ پکڑ کر اپنی آنکھوں پر لگایا اور کہا کہ یہ وہ ہاتھ ہے جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک پر بیعت کی، لہذا میں اسے تبرکاً اپنی آنکھوں اور چہرے پر لگا رہا ہوں۔ پھر حضرت واثلہؓ نے ابو الاسود سے پوچھا کہ اس آخری وقت میں اپنے پروردگار کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے تو انہوں نے سر ہلا کر کہا کہ میرا پروردگار کے متعلق اچھا گمان ہے۔ پھر حضرت واثلہؓ نے کہا کہ میں نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فَلْیَظُنَّ بِیْ مَا شَآءَ۔ میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوتا ہوں بندہ جیسا میرے متعلق گمان کریگا مجھے ویسا ہی پائیگا، لہذا ہر شخص کو اپنے پروردگار کے متعلق اچھا ہی گمان کرنا چاہیئے کہ وہ یکتا ہے، غفار و رحیم اور کریم ہے۔

★

جنازے کی ایک دعا

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلَا اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِيْ ذِمَّتِكَ وَ حَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهِ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَ عَذَابَ النَّارِ اَنْتَ اَهْلُ الْوَفَآءِ وَالْحَقِّ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۹۱)

احادیث میں جنازے کی مختلف دعائیں وارد ہوئی ہیں اس ضمن میں حضرت واثلہ ابن الاسقعؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو ایک میت کے حق میں اس طرح دعا کرتے ہوئے سنا۔ آپ فرما رہے تھے پروردگار! فلاں ابن فلاں اب تیری ذمہ داری میں ہے اور تیرے پڑوس میں ہے (مطلب یہ ہے کہ بندہ تیرے پاس پہنچ چکا ہے) پس تو اس کو قبر کے فتنہ سے بچا اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔ تو وفا اور حق والا ہے۔ اے اللہ! اس کو معاف کردے اور اس پر رحم فرما، بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے۔ بہرحال جنازے کی کوئی مسنون دعا پڑھی جا سکتی ہے۔

مسلمان بھائیوں کیلئے ایک دوسرے پر حقوق

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلْمُسْلِمُ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُہٗ وَعِرْضُہٗ وَ مَالُہٗ اَلْمُسْلِمُ اَخُوالْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یَخْذُلُہٗ وَالتَّقْوٰی ھٰھُنَا وَ اَوْمَا بِیَدِہٖ اِلَی الْقَلْبِ وَحَسْبُ امْرِیٍٔ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَحْقِرَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۹۱)

حضرت واثلہ بن اسقع رضؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک مسلمان کا خون، آبرو اور مال دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ نہ کسی مسلمان کا خون بہانا چاہیئے نہ بے عزتی کرنی چاہیئے، نہ اس کے کسی مال پر ناجائز قبضہ کرنا چاہیئے۔ اس میں گالی گلوچ، مار پیٹ، دھمکی وغیرہ سب چیزیں آجاتی ہیں۔ ابوداؤد شریف کی روایت میں آتا ہے کسی مسلمان کا مال لَا یَطِیْبُ اِلَّا بِطِیْبٍ مِنْ نَفْسِہٖ۔ جائز نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ کوئی شخص اپنی خوشی خاطر سے کوئی چیز دے دے۔

حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا۔ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور اس کی رسوائی کرتا ہے۔ اگر کسی مسلمان بھائی پر ظلم ہو رہا ہو۔ تو دوسرے بھائی کو خاموش بیٹھے رہنا روا نہیں ہے۔ بلکہ مظلوم کی مدد کرنی چاہیئے صحابہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم سے عہد لیا تھا کہ ہر مظلوم آدمی کی مدد کریں اور کمزور کی اعانت کریں۔

اس کے بعد نبی علیہ السلام نے اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا وَالتَّقْوٰی ھٰھُنَا انسان کا تقویٰ یہاں دل میں ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی محبت، اس کا خوف، اس

لی توحید سب دل میں ہوتے ہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا وَحَسْبُ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ يَحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ کسی شخص میں برائی ثابت کرنے کے لیے اتنی بات ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرتا ہے۔ کسی دوسرے بھائی کو کم تر نہیں سمجھنا چاہیئے بلکہ اس کا اکرام کرنا چاہیئے۔

ذی المجاز میں دعوتِ اسلام

عَنْ رَبِیْعَۃَ بْنِ عَبَّادٍ الدَّیْلِیِّ وَ کَانَ جَاہِلِیًّا اَسْلَمَ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَصُرَ عَیْنِیْ بِسُوْقِ ذِی الْمَجَازِ یَقُوْلُ یٰاَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا وَ یَدْخُلُ فِیْ فِجَاجِھَا مُتَقَصِّفُوْنَ عَلَیْہِ .... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۹۲)

حضور علیہ السلام کے ایک صحابی ربیعہ بن عبادؓ ہیں جن کا خاندان دیلی ہے۔ یہ زمانہ جاہلیت میں موجود تھے، پھر اللہ نے اسلام قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائی وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ذی المجاز کے بازار میں فرما رہے تھے، اے لوگو! لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ دو تو فلاح پا جاؤ گے۔ ذی المجاز منیٰ کے قریب ایک جگہ ہے جہاں سالانہ منڈی لگتی تھی جو ایک ماہ تک جاری رہتی۔ لوگ اطراف سے آکر اس منڈی میں شریک ہوتے اور خرید و فروخت کرتے۔

اس منڈی کے دوران حضور علیہ السلام مختلف ٹولیوں کے پاس جاتے اور انہیں اسلام کی دعوت دیتے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا کہ لوگ عام طور پر آپ کی دعوت کو رد نہیں کرتے تھے بلکہ قبول کرتے تھے۔ کہتے ہیں آپ کی اس عمومی دعوت کے دوران میں نے اچانک دیکھا کہ آپ کے پیچھے پیچھے ایک شخص آرہا ہے۔ نہایت خوبصورت چہرہ، سر پر بال دو زلفیں اور آنکھ میں کسی قدر بھینگا پن ہے میں نے دیکھا کہ وہ کہہ رہا تھا۔ اِنَّہٗ صَابِیٌٔ کَاذِبٌ۔ لوگو! اس شخص کی باتوں میں نہ آنا، یہ بے دین ہے اور جھوٹا ہے (العیاذ باللہ)

حضور علیہ السلام اس شخص سے بچنے کی کوشش کرتے تھے مگر وہ برابر تعاقب کر رہا تھا اور آپ کی دعوت میں رکاوٹ بن رہا تھا۔ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ یہ شخص تمہیں تمہارے

آباؤ اجداد کے دین اور تمہارے لات، منات اور عزیٰ سے تمہیں چھڑانا چاہتا ہے۔ کیا تم ان بتوں کو چھوڑ دو گے؟

راوی کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ یہ دعوت دینے والا کون شخص ہے تو لوگوں نے بتایا کہ یہ محمد ابن عبداللہ ہے جو اپنی نبوت کا اعلان کر کے لوگوں کو ایمان قبول کرنے پر آمادہ کر رہا ہے۔ پھر میں نے پوچھا ان کو جھٹلانے والا کون ہے؟ تو انہوں نے بتایا عَمُّهُ اَبُوْ لَهَبٍ یہ ان کا چچا ابولہب ہے۔ کہتے ہیں کہ پھر میں نے کہا اِنَّكَ يَوْمَئِذٍ صَغِيْرٌ میں نے کہا آپ تو اس وقت بچے ہونگے۔ مگر انہوں نے جواب دیا لَا وَ اللّٰهِ اِنِّیْ يَوْمَئِذٍ لَاَعْقِلُ نہیں اللہ کی قسم! میں تو اس وقت عقلمند تھا۔

دورانِ جنگ شناختی الفاظ

عَنْ مُهَلَّبِ بْنِ اَبِیْ صُفْرَۃَ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اُرَاھُمُ اللَّیْلَۃَ اِلَّا سَیُبَیِّتُوْنَکُمْ فَاِنْ فَعَلُوْا فَشِعَارُکُمْ حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۵)

مہلب ابن ابی صفرہؒ تابعین میں سے ہیں۔ انہوں نے خارجیوں کے خلاف جنگوں میں بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے ایک صحابی نے اس طرح بیان کیا کہ ایک جنگ کے موقع پر اللہ کے نبی نے فرمایا تھا کہ لوگو! میرا خیال ہے کہ دشمن ہم پر رات کے وقت حملہ آور ہونگے یعنی شبخون ماریں گے۔ فرمایا اگر انہوں نے ایسا ہی کیا تو تمہاری پہچان کی علامت ہوگی حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ ۔

جنگ کے موقع پر اپنے ساتھیوں کی پہچان کے لیے کوئی خاص نشانی مقرر کر لی جاتی ہے آج کے جدید دور میں اسے کوڈ ورڈ (CODE WORD) کہتے ہیں۔ اس خاص لفظ کے ذریعے سپاہی اپنے خاص ساتھیوں کو پہچانتے ہیں تو راوی بیان کرتا ہے کہ مذکورہ جنگ کے موقع پر حضور علیہ السلام نے مجاہدین کی پہچان کے لیے حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ کے خاص الفاظ مقرر فرمائے۔

حضور علیہ السلام کی چند بیش قیمت نصائح

عَنْ اَبِیْ تَمِیْمَۃَ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ قَوْمِہٖ اَنَّہٗ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَ شَہِدْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَتَاہُ رَجُلٌ فَقَالَ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَ مُحَمَّدٌ فَقَالَ نَعَمْ .... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۵)

ابی تمیمہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آکر نبی علیہ السلام سے اس طرح بات کی۔ کہنے لگا، کیا آپ اللہ کے رسول ہیں یا کہا کہ آپ محمد ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا، ہاں وہ شخص کہنے لگا، آپ کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اَدْعُوْ اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَحْدَہٗ۔ میں اللہ کی توحید کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے اور تم اس کو پکارو تو وہ تمہاری تکلیف کو دور کر دے اور جب تم کو قحط لاحق ہو اور پھر تم دعا کرو تو وہ تمہارے لئے اناج اور سبزہ اگائے اور وہ وہ ذات ہے کہ جب تم کسی بیابان میں ہو اور تمہاری سواری کا جانور گم ہو جائے اور تم اس ذات کو پکارو تو وہ تمہاری سواری کو واپس پلٹا دے۔ میں اس ذات کی توحید کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہوں۔ اس شخص نے کہا ٹھیک ہے میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ اس نے حضور علیہ السلام کی دعوت کا مقصد سمجھ لیا۔

پھر وہ شخص کہنے لگا اَوْصِنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اللہ کے رسول مجھے کوئی وصیت فرما دیجئے جس پر میں عمل کرتا رہوں۔ آپ نے فرمایا، لَا تَسُبَّنَّ شَیْئًا۔ کسی چیز کو گالی نہ دینا یا کسی ایک کو بھی گالی نہ دینا۔ وہ شخص بیان کرتا ہے کہ فَمَا سَبَبْتُ بَعِیْرًا وَلَا شَاۃً۔ کہ اس کے بعد میں نے کبھی کسی اونٹ یا بکری کو بھی گالی نہیں دی۔ حضور علیہ السلام

نے اس شخص کو یہ وصیت بھی کی وَلَا تَزْھَدَ فِی الْمَعْرُوْفِ کسی چھوٹی سے چھوٹی نیکی کے کام میں بھی کوتاہی نہ کرنا حتیٰ کہ اگر تم کسی بھائی سے کلام کر رہے ہو تو ہنس مکھ چہرے کے ساتھ بات کرو۔ تمہارے چہرے پر ترشروئی نظر نہیں آنی چاہیئے۔ پھر فرمایا اگر تمہارے برتن میں پانی موجود ہو اور کوئی پانی پینے والا آجائے تو اس کے برتن میں پانی ڈال دو۔ یہ نیکی ہے اس میں کوتاہی نہ کرنا۔

پھر فرمایا وَاتَّزِرْ اِلٰی نِصْفِ السَّاقِ فَاِنْ اَبَیْتَ فَاِلَی الْکَعْبَیْنِ۔ اپنا تہ بند، شلوار، پاجامہ وغیرہ نصف پنڈلی تک باندھو۔ اگر اس سے نیچے رکھنا چاہو تو زیادہ سے زیادہ ٹخنوں تک رکھو۔ اس سے نیچے مت لٹکاؤ۔ پھر فرمایا وَاِیَّاکَ وَاِسْبَالَ الْاِزَارِ فَاِنَّھَا مِنَ الْمَخِیْلَۃِ۔ خبردار! اپنے آپ کو تہ بند کے لٹکانے سے بچاؤ کیونکہ ایسا کرنا تکبر کی علامت ہے وَاللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی لَا یُحِبُّ الْمَخِیْلَۃَ۔ اور اللہ تعالیٰ تکبر کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اللہ کے نزدیک مغرور آدمی سخت ناپسندیدہ ہے۔ قرآن میں بھی اللہ کا فرمان ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝ (لقمان - ۱۸) بیشک اللہ تعالیٰ اترانے والے اور تکبر کرنے والے کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کی مختلف احادیث میں مذمت بیان کی گئی ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے مَا اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ فَفِی النَّارِ۔ جو ٹخنوں سے نیچے تہ بند لٹکائے گا وہ دوزخ میں جائیگا بہرحال اس ضمن میں سخت وعید آئی ہے۔

اسلام لانے کے بعد اس شخص نے حضور علیہ السلام سے چند نصائح کی فرمائش کی جس کے جواب میں حضور علیہ السلام نے یہ نصیحتیں کیں جن پر وہ شخص ساری عمر عمل پیرا رہا۔

سورۃ کافرون اور اخلاص کی فضیلت

عَنْ رَجُلٍ لَمْ یُسَمِّہٖ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ سَمِعَ رَجُلًا یَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ قَالَ اَمَّا ھٰذَا فَقَدْ بَرِئَ مِنَ الشِّرْکِ وَسَمِعَ اٰخَرَ یَقْرَأُ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ فَقَالَ اَمَّا ھٰذَا فَقَدْ غُفِرَ لَہٗ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۵)

حضور علیہ السلام کے صحابہؓ میں سے ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ آپ نے سنا کہ ایک شخص سورۃ کافرون تلاوت کر رہا ہے آپ نے فرمایا کہ یہ شخص شرک سے بری ہو گیا پھر آپ نے سنا کہ ایک دوسرا آدمی سورۃ اخلاص پڑھ رہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص کو اللہ نے معاف کر دیا۔ آپ نے دونوں سورتوں کی فضیلت بیان فرمادی۔

دراصل سورۃ کافرون میں اللہ کی توحید اور کفر و شرک سے بیزاری کا اظہار ہے اور دوسری سورۃ اخلاص صفاتِ کمالِ الٰہیہ پر مشتمل ہے اور اللہ کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہے یہ بڑی فضیلت والی سورتیں ہیں اس لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عام طور پر نماز میں تلاوت فرماتے تھے۔ عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ سورتیں نماز میں بکثرت پڑھتے ہوئے سنا۔

رویت الٰہی کا مسئلہ

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِشٍ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَیْہِمْ ذَاتَ غَدَاۃٍ وَھُوَ طَیِّبُ النَّفْسِ مُسْفِرُ الْوَجْہِ اَوْ مُشْرِقُ الْوَجْہِ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا نَرَاکَ طَیِّبَ النَّفْسِ مُسْفِرَ الْوَجْہِ اَوْ مُشْرِقَ الْوَجْہِ فَقَالَ وَمَا یَمْنَعُنِیْ وَ اَتَانِیْ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ اللَّیْلَۃَ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ......الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۶)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی علیہ السلام صبح کے وقت ہمارے پاس تشریف لائے جب کہ آپ بہت خوش تھے۔ آپکا چہرہ چمک رہا تھا اور خوشی کی حالت ظاہر تھی۔ دیکھنے والوں نے عرض کیا، حضور! ہم آپکو بہت خوشی کی حالت میں دیکھ رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا، میرے خوش ہونے میں کونسی چیز مانع ہے جب کہ میں نے رات کو خواب میں اپنے پروردگار کو بہت ہی حسین صورت میں دیکھا ہے اور پھر اس مکالمہ کا ذکر کیا جو حضور علیہ السلام اور اللہ تعالےٰ کے درمیان ہوا۔

خواب کی حالت بیداری کی حالت سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ دوسری حدیث میں حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے اَنَّکُمْ لَنْ تَرَوْا رَبَّکُمْ حَتّٰی تَمُوْتُوْا۔ تم مر کر دوسرے جہاں میں پہنچے بغیر اپنے پروردگار کو نہیں دیکھ سکتے۔ موسیٰ علیہ السلام نے بھی کوہ طور پر جا کر رویت الٰہی کی درخواست کی تھی مگر اللہ نے فرمایا لَنْ تَرَانِیْ تم مجھے اس جہاں میں نہیں دیکھ سکتے اس جہاں کی قوتیں کمزور ہیں اور نگاہوں میں وہ طاقت نہیں کہ تجلیاتِ الٰہی کا مشاہدہ کر سکیں البتہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ آخرت میں تمام اہل ایمان کو جنت میں اپنے پروردگار کی رویت نصیب ہوگی۔ یہ بالکل صحیح اور تقریباً متواتر قسم کی روایات سے ثابت ہے اور اہل

ایمان کے عقیدہ میں داخل ہے رویت الٰہی کا انکار کرنے والے معتزلہ، خارجی اور رافضی وغیرہ گمراہ فرقے ہیں۔

بہرحال اس جہاں میں بیداری کی حالت میں تو رویتِ الٰہی ممکن نہیں، البتہ خواب کی حالت میں ایسا ہو سکتا ہے کیونکہ یہ ایک بالکل الگ عالم ہوتا ہے۔ خواب میں رُوح انسانی بہت سی چیزوں کو دیکھ سکتی ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ انسان کے ظاہری حواس معطل ہو جاتے ہیں تو اس کی رُوح کا تعلق عالمِ ملکوت یا عالمِ مثال کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے عالمِ مثال ایک ایسا جہان ہے جو اس مادی جہان سے بہت لطیف البتہ اوپر والے جہانوں سے نسبتاً کثیف ہے اس درمیانی جہان میں ہر چیز کی شکل وصورت نظر آسکتی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ خواب کے دوران مختلف چیزیں متشکل ہو کر سامنے آجاتی ہیں۔ اس مادی جہان میں تو مادہ اور صورت دونوں چیزیں ہوتی ہیں لیکن عالم مثال میں صرف صورت ہوتی ہے، مادہ نہیں ہوتا، بالکل آئینہ کی طرح جس میں ہمیں صرف صورت نظر آتی ہے مگر مادہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح عالم مثال میں انسان کے اعمال متشکل ہو کر نظر آسکتے ہیں۔ انسان کی کی ہوئی نیکی یا بدی بلکہ پوری خصلتیں متشکل ہو کر نظر آسکتی ہیں۔ بہرحال اس عالم میں پروردگار کو بھی دیکھا جا سکتا ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے نہایت خوشی کے عالم میں فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار کو بہت ہی اچھی صورت میں دیکھا ہے پروردگار نے فرمایا یَا مُحَمَّدُ میں نے عرض کیا لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ اے پروردگار! میں حاضر ہوں اور تیرے حکم کی تعمیل میں سعادت محسوس کرتا ہوں۔ اللہ نے فرمایا فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْاَعْلٰی یہ ملاء اعلیٰ کی جماعت کس بات پر جھگڑ رہی ہے۔ قُلْتُ لَا اَدْرِیْ اَیْ رَبِّ۔ پروردگار! میں تو نہیں جانتا کہ یہ کس معاملے میں جھگڑ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سوال دو یا تین مرتبہ کیا مگر میں نے نفی میں جواب دیا فَوَضَعَ کَفَّیْهِ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ پھر رب تعالیٰ نے اپنے دونوں دستِ قدرت میرے کندھوں پر رکھے جن کی ٹھنڈک میں نے اپنی چھاتی میں محسوس کی اور اس حالت میں میرے لیے آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں منکشف ہو گئیں۔ یہ حالت ہمیشہ نہیں رہتی بلکہ کسی خاص وقت پر قائم ہوتی ہے۔ جیسا کہ ، صاحب کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کو ڈھائی سو میل

سے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آگئی جب آپکا قاصد آپکی قمیص لیکر مصر سے چلا تھا مگر جب یوسف علیہ السلام قریب ہی کنوئیں میں پڑے تھے تو آپکو پتہ نہ چل سکا۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہماری حالت تو چمکنے والی بجلی کی سی ہے جب وہ چمکتی ہے تو ہر چیز نظر آنے لگتی ہے۔ مگر جب وہ چلی جاتی ہے تو کچھ نظر نہیں آتا۔ ہم کبھی تو بڑے اونچے محل میں بیٹھے ہوتے ہیں جہاں سے تمام چیزیں نظر آتی ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اپنے پاؤں پر پڑی ہوئی چیز بھی نظر نہیں آتی۔ پھر حضور علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَكَذٰلِكَ نُرِیْ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝

اور اسی طرح ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اور اس کے راز دکھلئے جب انہوں نے اپنی قوم اور باپ کے سامنے اللہ کی توحید پر دلیل قائم کی۔

اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے پھر فرمایا، اے محمد! فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْاَعْلٰى ملأ اعلیٰ کے فرشتے کس بات میں جھگڑ رہے ہیں چونکہ اس وقت ہر چیز روشن ہو چکی تھی میں نے عرض کیا قُلْتُ فِی الْكَفَّارَاتِ یہ فرشتے کفارات کے بارے میں آپس میں تکرار کر رہے ہیں۔ فرمایا وَ مَا الْكَفَّارَاتُ کفارے کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا اَلْمَشْیُ عَلَى الْاَقْدَامِ اِلَى الْجَمَاعَاتِ۔ اس کا مطلب نماز با جماعت کے لیے پاؤں پر چل کر جانا ہے۔ یہ عمل گناہوں اور خطاؤں کا کفارہ بنتا ہے۔ نیز فرمایا وَالْجُلُوْسُ فِی الْمَسْجِدِ خِلَافَ الصَّلٰوٰتِ نماز کی ادائیگی کے بعد مسجد میں بیٹھ کر ذکر الٰہی میں مصروف ہونا یا دوسری نماز کا انتظار کرنا بھی کفارات میں شامل ہے کہ یہ بھی انسان کی لغزشوں کا کفارہ بنتا ہے۔ پھر فرمایا وَاِبْلَاغُ الْوُضُوْءِ فِی الْمَكَارِهِ تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے یعنی گرمی سردی کی صعوبتیں برداشت کر کے مکمل وضو کرنا بھی باعث کفارہ ہے پھر فرمایا مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ عَاشَ بِخَيْرٍ وَ مَاتَ بِخَيْرٍ۔ جس شخص نے مذکورہ کام کر لیے وہ بہتری کے ساتھ زندہ رہیگا اور اس کو موت بھی اچھائی کے ساتھ آئے گی۔ ایسا شخص نوزائیدہ بچہ کی طرح گناہوں سے پاک صاف ہو گیا۔

پھر فرمایا کہ درجات کے بارے میں بھی فرشتے تکرار کرتے ہیں اور درجات یہ ہیں جن کے

ذریعے انسان کو مراتبِ عالیہ حاصل ہوتے ہیں؟ فرمایا طِیْبُ الْکَلَامِ یعنی خوش گفتاری ایک دوسرے کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنے سے انسانوں کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے وَ بَذْلُ السَّلَامِ۔ ہر ملنے والے مسلمان کو سلام کرنا بھی بلندیٔ درجات کا باعث ہے۔ آدمی کو چاہیئے کہ وہ دوسرے کی طرف سے سلام کا انتظار نہ کرے بلکہ سلام کرنے میں خود پہل کرے۔ پھر فرمایا اِطْعَامُ الطَّعَامِ۔ محتاجوں کو کھانا کھلانے سے بھی انسان کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ وَالصَّلٰوۃُ بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ۔ اور رات کے وقت نماز پڑھنے سے بھی جب کہ دوسرے لوگ سو رہے ہوں۔ اس سے تہجد کی نماز مراد ہے اللہ تعالیٰ تہجد گزار کے درجات میں بھی اضافہ فرماتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اتنی باتیں ہو چکنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد جب آپ نماز پڑھیں تو اس کے بعد یوں دعا کیا کریں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ الطَّیِّبَاتِ وَ تَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ وَ حُبَّ الْمَسَاکِیْنِ۔ اے اللہ! میں تجھ سے پاک چیزوں کا سوال کرتا ہوں، بری چیزوں کو ترک کرنے کی توفیق مانگتا ہوں اور مسکینوں کے ساتھ جذبۂ محبت کا طلبگار ہوں۔ دوسری روایت میں الطیبات کی جگہ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ کے الفاظ آتے ہیں یعنی اے اللہ! میں تجھ سے نیک کام کی توفیق مانگتا ہوں۔ ایک اور روایت میں یوں آتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ احْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسٰکِیْنِ۔ یعنی اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ، اسی حالت میں موت دے اور پھر میرا حشر بھی مسکینوں کے گروہ کے ساتھ ہی فرما۔ لوگ تو مسکینوں سے نفرت کرتے ہیں مگر حضور علیہ السلام کی تعلیم یہ ہے کہ خصوصی وقت میں مسکینوں کے ساتھ محبت کی دعا مانگو۔

آگے حضور علیہ السلام نے یہ کلمات بھی سکھلائے۔ وَ اَنْ تَتُوْبَ عَلَیَّ۔ اے اللہ! میری توبہ کو قبول فرما۔ میری طرف مہربانی کے ساتھ رجوع فرما تاکہ میری کوتاہیاں اور لغزشیں معاف ہو جائیں۔ وَ اِذَا اَرَدْتَ فِتْنَۃً فِی النَّاسِ فَتَوَفَّنِیْ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ۔ اور جب تو لوگوں میں فتنہ ڈالنے کا ارادہ کرے تو مجھے ایسی

حالت میں وفات دے دے کہ میں کسی ایسے فتنے میں مبتلا نہ ہوں اور صحیح سلامت ایمان اور نیکی کے ساتھ اس دنیا سے چلا جاؤں۔ آپ نے یہ خصوصی دعا بھی سکھلا دی۔ اور یہ تعلیم بھی دے دی کہ درجات کن چیزوں سے بلند ہوتے ہیں اور کفارہ کون سی چیزیں بنتی ہیں۔

حضور علیہ السلام کی نبوّت کا آغاز

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ شَقِیْقٍ عَنْ رَجُلٍ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَتٰی جُعِلْتَ نَبِیًّا قَالَ وَ اٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۶)

حضرت عبداللہ بن شقیقؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، حضور! آپ کو نبی کب بنایا گیا؟ آپ نے فرمایا، مجھے اس وقت نبی بنایا گیا تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے یعنی ان کی روح انکے جسم میں نہیں پڑی تھی مطلب یہ کہ اللہ تعالےٰ نے عالمِ ارواح میں نبی بنا دیا تھا۔ گویا نبوت کے احکام اس وقت جاری ہو گئے تھے جب کہ آدم علیہ السلام کی ابھی تخلیق بھی نہیں ہوئی تھی۔ پس اس وقت بھی اللہ کے نزدیک خاتم النبیینؐ تھا اور نبوت کے احکام اس عالم کی مناسبت سے جاری ہو گئے تھے۔

اسلامی اخوّت اور تقویٰ

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ اَنَّ شَيْخًا مِّنْ بَنِیْ سُلَيْطٍ اَخْبَرَهٗ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُکَلِّمُهٗ فِیْ سَبْیٍ اُصِيْبَ لَنَا فِی الْجَاهِلِيَّةِ فَاِذَا هُوَ قَاعِدٌ وَّعَلَيْهِ حَلْقَةٌ قَدْ اَطَافَتْ بِهٖ۔۔۔۔۔۔۔الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۶)

حضرت حسنؓ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ بنی سلیط کے ایک شخص آئے اور انہوں نے کہا کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں آپ سے کسی قیدی کے بارے میں بات چیت کر رہا تھا جو زمانہ جاہلیت میں قیدی رہا تھا اور ہماری قوم قبیلے کا آدمی تھا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ آپ بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کے اردگرد اور لوگ بھی حلقہ باندھے بیٹھے ہیں آپ لوگوں سے بات چیت کر رہے تھے اور آپ کے اوپر ایک چادر بھی جو قطر کی بنی ہوئی تھی میں نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے اور ساتھ انگلی کے ساتھ اشارہ بھی کر رہے تھے اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اس سے مراد صوبائی، قومی یا لسانی اخوت نہیں بلکہ دینی اخوت ہے ایک مسلمان کہیں بھی رہتا ہے کسی رنگ اور نسل سے تعلق رکھتا ہے مگر وہ دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ سورۃ الحجرات میں بھی اللہ کا فرمان ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ۔ بیشک سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں تو یہاں بھی فرمایا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ۔ اسے نہ تو دوسرے مسلمان پر ظلم کرنا چاہیئے اور نہ اسے رسوا چھوڑنا چاہیئے۔ اگر ایک مسلمان بھائی پر زیادتی ہو رہی ہے تو دوسرے کو خاموش نہیں بیٹھے رہنا چاہیئے۔ بلکہ اگر استطاعت رکھتا ہے تو اپنے بھائی کی مدد کرے اور اسے ظلم سے نجات دلائے۔

پھر حضورؐ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا يَقُوْلُ اَیْ فِی الْقَلْبِ

کہ تقویٰ یہاں ہوتا ہے، آپ نے دل کی طرف اشارہ فرمایا گویا تقویٰ یعنی خوف خدا، شریعت کا احترام، حدود اللہ کی پاسداری، محاسبے کا خوف اور پرہیزگاری کا مقام دل ہے۔ یہ چیزیں دل ہی سے اٹھتی ہیں۔ اگر دل میں بدنیتی ہوگی تو اعضاء و جوارح اچھے کام نہیں کر سکیں گے۔ ہاں اگر قلب درست ہے تو تمام اعضاء و جوارح درست کام کریں گے اور انسان نیکی کے راستے پر گامزن ہوگا۔

ہام نظرِ بد اور فال

حَدَّثَنِیْ حَیَّۃُ التَّمِیْمِیُّ اَنَّ اَبَاہُ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا شَیْءَ فِی الْھَامِ وَالْعَیْنُ حَقٌّ وَ اَصْدَقُ الطَّیْرِ الْفَالُ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۷)

حیۃ تمیمیؒ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے یہ سنا کہ ہام میں کچھ نہیں ہے بلکہ یہ ایک وہمی چیز ہے۔ مشرکین عرب اسی بات پر یقین رکھتے تھے کہ اگر کسی مقتول کا قصاص نہ لیا جائے تو اس کے سر سے ایک پرندہ نکل کر اُسْقُوْنِیْ اُسْقُوْنِیْ پکارتا رہتا ہے۔ یعنی مجھے سیراب کرو۔ میں سخت پیاسا ہوں فرمایا اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ہام اُلّو کو بھی کہا جاتا ہے مشہور ہے کہ یہ پرندہ جس جگہ پر بیٹھتا ہے وہاں ویرانی ہو جاتی ہے۔ فرمایا یہ بھی ایک وہمِ محض ہے مخلوقِ خدا میں اُلّو بھی ایک جانور ہے اور کوئی مخلوق بذاتہٖ منحوس نہیں ہے لہٰذا اُلّو کو منحوس خیال کرنا بھی درست نہیں۔

آپ نے یہ بھی فرمایا وَالْعَیْنُ حَقٌّ نظرِ بد کا لگ جانا برحق ہے۔ بعض آدمی کسی چیز کے متعلق استعجاب کا اظہار کرتے ہیں تو وہ چیز یا شخص مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے تاہم یہ چیز بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے اس کا علاج یہ ہے کہ جب ایسا شخص کسی خوش کن چیز کو دیکھے تو اسے یوں کہنا چاہیئے۔ بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے۔ اس طرح کہنے سے دوسرا آدمی نظرِ بد سے محفوظ رہیگا۔ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں ایسا واقعہ پیش آیا کہ ایک شخص کو دوسرے کی نظر لگ گئی اور وہ شدید بخار میں مبتلا ہو کر قریب المرگ ہو گیا۔ جب نبی علیہ السلام کو بتایا گیا تو آپ نے اللہ کا کلام پڑھ کر دم کیا اور جس شخص کی نظرِ بد لگی تھی اس کو بلا کر ڈانٹا اور فرمایا ھَلَّا بَرَّکْتَ تو نے اس شخص کے لیے برکت کی دعا کیوں نہ کی؟ پھر آپ نے یہ علاج بھی بتایا کہ جس شخص کی نظر لگی ہے اس کے وضو کا مستعمل پانی لے کر مریض کے سر پہ یکدم ڈال

دیا جائے تو اللہ تعالیٰ شفا دے دیتا ہے۔ وضو کا پانی اس طریقے سے حاصل کیا جاتا ہے کہ جس کی نظر لگی ہو وہ کلی کر کے پانی کسی برتن میں انڈیل دیتا ہے اور یہ برتن اس دوران زمین پر نہیں رکھا جاتا بلکہ دوسرا آدمی اسے ہاتھوں پر اٹھائے رکھتا ہے پھر منہ ہاتھ دھوتا ہے اور پانی برتن میں ڈالا جاتا ہے۔ پھر وہ اسی برتن میں اپنی ران کا کنارہ دھوتا ہے اور پھر یہ سارا پانی پیچھے کی طرف سے مریض کے سر پر ڈال دیا جاتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جس شخص سے وضو کا پانی طلب کیا جائے اسے انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ بطیب خاطر دے دینا چاہیئے۔ تاکہ مریض شفایاب ہو جائے۔

حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا وَ اَصْدَقُ الطِّیَرِ، اَلْفَالُ۔ شگون کوئی چیز نہیں ہے البتہ فال درست ہے۔ دوسری حدیث میں فال سے مراد کوئی ایسی اچھی بات ہے جس کو سن کر طبیعت خوش ہو جائے۔ فال سے مراد یہ فال ہرگز نہیں جو جفر اور نجوم والے نکالتے ہیں اور قسمت کا حال معلوم کرتے ہیں یا کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق ہدایات لیتے ہیں۔ بعض لوگ قرآن شریف سے فال نکالتے ہیں اور بعض دیوانِ حافظ یا ہیر کی کتاب کو فال نکالنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ سب باطل چیزیں ہیں اور شگون میں آتے ہیں جبکہ شگون لینا ہرگز جائز نہیں ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ اَلطِّیَرَۃُ مِنَ الشِّرْکِ شگون لینا شرک میں داخل ہے۔ بعض لوگ جانور اڑا کر یا تیر نکال کر فال لیتے ہیں یہ بھی شرک میں داخل ہے فال کا صحیح مطلب یہ ہے کہ کسی زبان سے اچھا کلمہ سن کر انسان کی طبیعت خوش ہو جائے۔

تہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹکانیوالے کی نماز مکروہ ہوتی ہے

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يُصَلِّيْ وَ هُوَ مُسْبِلٌ اِزَارَهُ اِذْ قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْهَبْ فَتَوَضَّأْ قَالَ فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْهَبْ فَتَوَضَّأْ......الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۷)

حضرت عطار بن یسارؒ جو تابعین میں سے ہیں وہ ایک صحابی کے بارے میں روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا جبکہ اسکا تہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹک رہا تھا حضور علیہ السلام نے دیکھا تو اس سے فرمایا جاؤ جاکر وضو کرو۔ وہ شخص گیا وضو کیا اور پھر نماز پڑھی۔ آپ نے پھر فرمایا جاؤ جاکر وضو کرو۔ اس نے دو بارہ وضو کیا تو دوسرے شخص نے دریافت کیا حضرت! آپ نے اس شخص سے دو بارہ وضو کرایا جب کہ اس نے تو پہلے ہی وضو کر کے نماز پڑھی تھی۔ آپ کچھ دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا اِنَّهُ كَانَ يُصَلِّيْ وَهُوَ مُسْبِلٌ اِزَارَهُ۔ اس شخص نے ایسی حالت میں نماز پڑھی کہ اس کا تہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹک رہا تھا وَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَقْبَلُ صَلٰوةَ عَبْدٍ مُسْبِلٍ اِزَارَهُ۔ اور اللہ تعالٰے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والے کی نماز قبول نہیں کرتا لہذا میں نے اسے دو بارہ وضو کرنے کے لیے کہا۔ اگرچہ کپڑا لٹکانے سے وضو تو نہیں ٹوٹتا مگر آپ نے بطور تنبیہ ایسا فرمایا تاکہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے کہ ایسی نماز نامقبول ہوتی ہے۔

تہ بند ٹخنوں سے نیچے تکبر کی بنا پر لٹکایا جائے تو سب ائمہ کے نزدیک حرام ہے امام ابو حنیفہؒ اس کو مطلقاً مکروہ خیال کرتے ہیں خواہ نماز میں ہو یا باہر اور انسان گنہگار ہوتا ہے۔ تاہم ایسے شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

جانوروں کے باڑے میں نماز پڑھنا

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی عَنْ ذِی الْغُرَّۃِ قَالَ عَرَضَ اَعْرَابِیٌّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسِیْرُ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تُدْرِکُنَا الصَّلٰوۃُ وَ نَحْنُ فِیْ اَعْطَانِ الْاِبِلِ اَفَنُصَلِّیْ فِیْھَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا ...... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۷)

صحابی رسول ذی الغرۃؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم راستے میں تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک دیہاتی نے آکر عرض کیا حضور! کبھی ہم اونٹوں کے باڑے میں ہوتے ہیں اور نماز کا وقت ہو جاتا ہے تو کیا ہم وہاں پر نماز پڑھ سکتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا نہیں۔ پھر اس شخص نے سوال کیا۔ اَفَنَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُوْمِھَا کیا ہم اونٹوں کا گوشت کھانے کے بعد دوبارہ وضو کر لیا کریں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر اس شخص نے عرض کیا اَفَنُصَلِّیْ فِیْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ۔ کیا ہم بھیڑ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیا کریں؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا، ہاں پڑھ لیا کرو۔ اس شخص نے پھر سوال کیا۔ اَفَنَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُوْمِھَا کیا ہم بھیڑ بکریوں کا گوشت کھانے پر دوبارہ وضو کر لیا کریں، آپ نے فرمایا، نہیں کوئی ضرورت نہیں۔

دراصل اونٹوں کے باڑہ میں اگر جگہ پاک ہو تو وہاں پر نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے اس شخص کو جو منع فرما دیا تو یہ شفقت کی بنا پر تھا تاکہ نماز کا سکون خراب نہ ہو۔ اسی طرح اگر بھیڑ بکریوں کے باڑہ میں جگہ ناپاک ہے تو نماز وہاں بھی نہیں ہو سکتی۔ نماز کے لیے تو جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے صرف پاک جگہ پر ہی نماز ادا کی جا سکتی ہے۔ محدثین کرام فرماتے ہیں کہ اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے منع فرما دیا کہ اونٹ ایک بڑا

جانور ہے اور متحرک بھی ہے۔ دوران نماز اگر اونٹ اپنی گردن یا ٹانگ کو ہلا دے تو نماز کو درہم برہم کر کے رکھ دیگا۔ برخلاف اس کے بھیڑ بکری ایک چھوٹا اور کمزور جانور ہے اس کی حرکت سے نماز میں خرابی آنے کا خطرہ نہیں ہوتا، لہذا حضور علیہ السلام نے بھیڑ بکریوں کے باڑہ میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دی۔

اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کرنے کی توجیہہ بعض محدثین یہ بیان کرتے ہیں کہ اس گوشت میں زیادہ چکناہٹ ہوتی ہے لہذا منہ کو صاف کر لینا چاہیئے۔ اس کے برخلاف بھیڑ بکری کے گوشت میں زیادہ چکناہٹ نہیں ہوتی لہذا ان کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔ تاہم اکثر محدثین کہتے ہیں کہ اونٹ یا بھیڑ بکری کا گوشت کھانے کے بعد وضو کی ضرورت نہیں ہے۔

تقدیر کا مسئلہ

عَنْ ذِی اللّحیۃِ الْکِلابِیِّ اَنَّہٗ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) اَلْعَمَلُ فِیْ اَمْرٍ مُسْتَاْنِفٍ اَوْ فِیْ اَمْرٍ قَدْ فُرِغَ مِنْہُ قَالَ بَلْ فِیْ اَمْرٍ قَدْ فُرِغَ مِنْہُ قَالَ فَفِیْمَ الْعَمَلُ فَقَالَ اِعْمَلُوْا فَکُلٌّ مُیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَہٗ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۷)

صحابی رسول حضرت ذی اللحیہ کلابیؓ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا، اللہ کے رسول! ہم جو کام کرتے ہیں کیا یہ مستانف ہوتا ہے یعنی یہ بعد میں ظاہر ہوتا ہے جب اس سے فراغت حاصل کرلی جائے یا ہر کام پہلے ہی سے طے شدہ ہے اور اسی کے مطابق ہر شخص عمل کرتا ہے۔ دراصل یہ بعض گمراہ فرقوں کا رد ہے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ کسی کام کے انجام دینے سے قبل اللہ کو علم نہیں ہوتا، جب کوئی شخص کوئی عمل کر گزرتا ہے تو اللہ کو علم ہو جاتا ہے اور اسے لکھ لیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز کا علم اللہ کے پاس ازل سے ہے اور اسی کے مطابق لوگ کام کرتے ہیں۔ سائل کا مقصد یہ تھا کہ اگر ہر چیز پہلے سے طے شدہ ہے تو پھر ہمارے عمل کرنے کا کیا فائدہ؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا اِعْمَلُوْا کام کرتے چلے جاؤ۔ کیونکہ وَکُلٌّ مُیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَہٗ۔ ہر شخص کو اس کام کے لیے توفیق دی جاتی ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ اگر وہ نیک امور کی انجام دہی کے لیے پیدا کیا گیا ہے تو اس کو نیکی کی توفیق ملتی رہے گی، اور برائی کے لیے تخلیق ہوا ہے تو برائی کی توفیق ملتی رہے گی۔ تم بہر حال عمل کرتے جاؤ۔ باقی ہر چیز اللہ کے علم میں پہلے سے موجود ہے کہ فلاں شخص فلاں وقت پر فلاں کام کریگا غرضیکہ ہر نیک و بد کام کی انجام دہی اللہ تعالےٰ کے علم میں موجود ہے اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

بیت المقدس کی فضیلت

عَنْ ذِی الْاَصَابِعِ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) اِنِ ابْتُلِیْنَا بَعْدَکَ بِالْبَقَاءِ اَیْنَ تَاْمُرُنَا قَالَ عَلَیْکَ بِبَیْتِ الْمُقَدَّسِ فَلَعَلَّہٗ اِنْ یَّنْشَاَلَکَ ذُرِّیَّۃٌ یَغْدُوْنَ اِلٰی ذٰلِکَ الْمَسْجِدِ وَ یَرُوْحُوْنَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۷)۔

ذی الاصابعؓ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پیغمبر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا حضور! اگر ہم آپکے بعد زندہ رہے تو آپ ہمیں کس جگہ جاکر ٹھہرنے کا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر خدا تعالےٰ تمہیں زندگی دے تو بیت المقدس کے قریب جاکر رہنا یہ صحابی شام وغیرہ کے علاقے کے رہنے والے تھے اس لیے آپ نے اس کو ادھر ہی جاکر آباد ہونے کے لیے کہا اور آپ نے اس کی توجیہہ یہ بیان فرمائی کہ اگر تمہاری کوئی اولاد ہوگی تو وہ بیت المقدس کی مسجد میں صبح اور پچھلے پہر جاکر عبادت کریں گے جو کہ بڑی فضیلت والا مقام ہے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ تین مسجدوں کے علاوہ کسی دوسری مسجد میں قصد کر کے نہ جاؤ کیونکہ ان تینوں مساجد یعنی بیت اللہ شریف بیت المقدس اور مسجد نبوی کی فضیلت منصوص ہے۔ بیت اللہ شریف یعنی مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے جب کہ بیت المقدس اور مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے باقی کسی مسجد کو یہ مرتبہ حاصل نہیں کہ تم وہاں پر احرام باندھ کر یا نیت کر کے جاؤ کہ وہاں جا کر نماز پڑھیں تاکہ ثواب زیادہ ہو۔ غرضیکہ حضور علیہ السلام نے اس صحابی کو بیت المقدس کے قریب آباد ہونے کا مشورہ دیا تاکہ وہاں کی مسجد میں عبادت و ریاضت کر کے اپنا وافر حصہ ثواب حاصل کر سکیں۔

ذی الجوشن کے قبول اسلام کا واقعہ

عَنْ ذِی الْجَوْشَنِ الضِّبَابِیِّ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ اَنْ فَرَغَ مِنْ اَھْلِ بَدْرٍ بِابْنِ فَرَسٍ لِیْ یُقَالُ لَھَا الْقَرْحَاءُ فَقُلْتُ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ جِئْتُکَ بِابْنِ الْقَرْحَاءِ لِتَتَّخِذَہٗ قَالَ لَا حَاجَۃَ لِیْ فِیْہِ وَاِنْ اَرَدْتَ اَنْ اُقِیْضَکَ فِیْھَا الْمُخْتَارَۃَ مِنْ دُرُوْعِ بَدْرٍ فَعَلْتُ........ الخ

(مسند احمد طبع بیرت جلد ۴ صفحہ ۶۷، ۶۸)

ذی الجوشن بھی صحابی رسول ہیں۔ جوشن ذرہ کو کہتے ہیں جو لوہے کی قمیض ہوتی ہے جنگ کے دوران دفاع کے لیے پہنی جاتی ہے۔ جوشن خاص قسم کی ذرہ رکھتے تھے اس لیے ان کا یہ لقب مشہور ہو گیا یہ شخص حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ ابھی اسلام نہیں لایا تھا اس نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں ایک گھوڑا بطور تحفہ پیش کیا۔ آپ نے اس کے مشرک ہونے کی وجہ سے یہ تحفہ قبول نہ کیا اور فرمایا کہ اگر تم اس گھوڑے کو بیچنا چاہو تو اس کے بدلے میں ذرہ لے سکتے ہو۔ یہ ذرہ جنگ بدر میں غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی تھی وہ شخص کہنے لگا کہ میں اس گھوڑے کو بیچنا نہیں چاہتا۔ پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا، تم اسلام کیوں نہیں قبول کر لیتے تاکہ اولین مسلمانوں میں شمار ہو جاؤ۔ اس نے انکار کر دیا کہ میں تو اسلام قبول نہیں کرتا۔ حضور علیہ السلام نے پوچھا تمہیں اسلام لانے سے کونسی چیز منع کرتی ہے؟ کہنے لگا کہ میں نے دیکھا ہے کہ آپ کی قوم نے آپ کو جھٹلایا ہے اور اپنی بستی سے نکال دیا ہے پھر آپ کے ساتھ جنگ بھی کی ہے۔ اب میں انجام دیکھ رہا ہوں۔ اگر آپ غالب آگئے تو میں ایمان قبول کر لوں گا۔ اور اگر وہ غالب رہے تو میں ایمان نہیں لاؤں گا۔ آپ نے فرمایا ذی الجوشن! شاید کہ تم یہ چیز بھی دیکھ لو۔ آپ نے اشارہ کر دیا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کس طرح مسلمانوں کو غالب کرتا ہے۔

ذی الجوشن بیان کرتا ہے کہ میں اپنے علاقے غور میں بیٹھا آنے جانے والوں سے خبریں

دریافت کرتا تھا کہ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان کیا فیصلہ ہوا۔ آخر مجھے بتایا گیا کہ مکہ فتح ہو گیا اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنی قوم پر غالب آ گئے ہیں۔ کہتا ہے کہ اس وقت میں نے افسوس کا اظہار کیا کہ کتنا بد قسمت ہوں۔ اگر میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر اسلام قبول کر لیتا تو حضور سے جو مطالبہ کرتا مجھے مل جاتا۔ پھر اس نے اسلام قبول کر لیا۔ بہر حال جب پہلی بار اس شخص نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور آپ نے اس کا گھوڑا قبول نہ کیا تو آپ نے خادم سے فرمایا کہ اس کو راستہ کا توشہ دے دو۔ چنانچہ حضرت بلال رضؓ نے اچھی قسم کی کھجوریں اس کی تھیلی میں ڈال دیں۔

عقیقہ اور صلہ رحمی

عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَعَ الْغُلَامِ عَقِیْقَۃٌ فَاھْرِقُوْا عَنْہُ دَمًا وَاَمِیْطُوْا عَنْہُ الْاَذٰی قَالَ وَسَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ صَدَقَتُکَ عَلَی الْمِسْکِیْنِ صَدَقَۃٌ وَعَلٰی ذِی الْقُرْبٰی ذِی الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَۃٌ وَصِلَۃٌ۔ (مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۱۴)

سلمان ابن عامرؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے سنا کہ آپ فرماتے تھے، بچے کے لیے عقیقہ ہے لہٰذا اس کے لیے خون بہاؤ اور الاذٰی یعنی سر کے بال دور کرو۔ بچے کی پیدائش کے ساتویں دن لڑکے کے لیے دو بکریاں اور لڑکی کے لیے ایک بکری ذبح کرنا مستحب ہے۔ اس دن بچے کا سر بھی منڈوا دیا جائے اگر کوئی شخص صاحبِ توفیق ہے تو بچے کے بالوں کے برابر وزن کا سونا یا چاندی صدقہ کرے۔ ساتویں دن بچے کا نام بھی رکھے، تاہم اس سے پہلے بھی رکھ سکتا ہے البتہ عقیقہ ساتویں دن ہی مستحب ہے اگرچہ یہ ضروری نہیں ہے مستدرک حاکم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر عقیقہ ساتویں دن نہ کیا جاسکے تو چودھویں یا اکیسویں دن بھی کیا جاسکتا ہے اگر اس کے بعد کریگا تو وہ عقیقہ تو نہیں ہوگا، البتہ صدقہ شمار ہوگا بعض لوگ اس موقع پر غلط رسومات شروع کر دیتے ہیں جیسے سر مونڈ کر اس پر خون وغیرہ مل دیتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ بچے کا عقیقہ کرنے کا یہ فائدہ ہے کہ اگر وہ بچہ بچپن میں فوت ہو گیا تو والدین کے لیے سفارش کریگا اور اگر صاحبِ استطاعت ہونے کے باوجود عقیقہ نہیں کیا تو بچہ سفارش نہیں کریگا۔

اس حدیث مبارک میں دوسری بات حضور علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمائی ہے کہ تم جو صدقہ کسی غریب مسکین پر کرتے ہو وہ تو صدقہ ہی ہوتا ہے یعنی اس کے بدلے میں صدقے ہی کا ثواب ملتا ہے تاہم اگر یہی صدقہ کسی قرابتدار محتاج پر کیا جائے تو اس کا

دوہرا اجر ملیگا۔ ایک ثواب صدقہ کا ہوگا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔ دوسری روایت میں نبی علیہ السلام کا یہ فرمان بھی موجود ہے کہ تمہارا قریبی رشتہ دار اگرچہ تمہارا مخالف ہو اور تمہیں گالیاں دیتا ہو پھر بھی اس پر صدقہ کرنے کا دوہرا اجر حاصل ہوگا۔ قرابتداروں کے ساتھ صلہ رحمی اسلام کا بہت بڑا اصول ہے اور اسکی بہت بڑی تاکید آئی ہے۔ اس کے برخلاف قطع رحمی حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔

مشرک کی اجر سے محرومی

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ بْنِ فُضَالَۃَ الْاَنْصَارِیِّ وَکَانَ مِنَ الصَّحَابَۃِ اَنَّہٗ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا جَمَعَ اللّٰہُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْہِ یُنَادِیْ مُنَادٍ مَنْ کَانَ اَشْرَکَ فِیْ عَمَلٍ عَمِلَہٗ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ اَحَدًا فَلْیَطْلُبْ ثَوَابَہٗ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ اَغْنَی الشُّرَکَآءِ عَنِ الشِّرْکِ ۔

(مسند احمد طبع بیرت : جلد ۴ صفحہ ۲۱۵)

صحابی رسول حضرت ابو سعید بن ابو فضالہ رض کہتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ قیامت والے دن جب اللہ تعالیٰ تمام اولین اور آخرین کو جمع کریگا تو ایک اعلان کرنے والا اعلان کریگا کہ جس شخص نے کسی ایسے کام میں شریک بنایا جو کام اس نے محض اللہ کے لیے کرنا تھا تو اس شخص کو چاہیئے کہ وہ اس عمل کا بدلہ غیر اللہ سے طلب کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو شریکوں سے بے نیاز ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ایسا عمل قطعاً منظور نہیں ہے جس میں اللہ کے سوا دوسروں کو شریک کیا گیا ہو۔ بتوں، قبروں، استھانوں، زندہ یا مردہ انسانوں، جنات، فرشتوں یا بھوت پریت کو خدا کا شریک بنانا تو شرک جلی ہے۔ البتہ ریاکاری بھی شرک خفی میں داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖٓ اَحَدًا ۔ (الکھف - ۱۱۰)

جو شخص اپنے پروردگار سے ملاقات کی امید رکھتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے جزائے عمل کی امید رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ بنائے۔ مطلب یہ ہے کہ اجر کی امید اسے رکھنی چاہیئے جو خالص اللہ کی رضا کے لیے عمل کرتا ہے۔ اگر کسی نے عمل میں دکھاوا کیا تو اس کا عمل خالص نہ رہا اور اس میں شرک داخل ہو گیا۔

ایسے شخص کے متعلق اللہ تعالےٰ قیامت والے دن اعلان کریگا کہ جس نے کوئی عمل غیر اللہ کی رضا کے لیے کیا ہے، وہ اس کا بدلہ بھی اس سے طلب کرے، اللہ کے ہاں اس کے لیے بدلہ نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ شریکوں سے بے نیاز ہے اور اسے ایسے عمل کی کوئی ضرورت نہیں ہے جس میں شرک کو داخل کیا گیا ہو۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ جو شخص دکھاوے کے لیے کوئی کام کریگا، اللہ تعالےٰ اس کو قیامت والے دن لوگوں کے سامنے رسوا کریگا، کہ دیکھو یہ شخص دکھاوے اور نیک نامی کے لیے کام کیا کرتا تھا۔

نماز پڑھنے کے بعد جماعت کیساتھ شمولیت

عَنْ حَنْظَلَةَ ابْنِ عَلِيٍّ الْأَسْلَمِيِّ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ بَنِي الدِّيْلِ قَالَ صَلَّيْتُ الظُّهْرَ فِي بَيْتِي ثُمَّ خَرَجْتُ بِأَبَاعِرَ لِي لِأُصْدِرَهَا إِلَى الرَّاعِي فَمَرَرْتُ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فَمَضَيْتُ فَلَمْ أُصَلِّ مَعَهُ .... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۱۵)

حضرت حنظلہ ابن علی اسلمیؓ بنی دیل کے ایک شخص سے روایت بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے ظہر کی نماز اپنے گھر میں ادا کی اور پھر میں اپنے اونٹوں کو لے کر نکلا تاکہ انہیں چرواہے کے پاس پہنچا دوں۔ دریں اثنا میں مسجد کے قریب سے گزرا جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ میں وہاں سے گزر گیا اور جماعت کے ساتھ نماز ادا نہ کی کیونکہ میں گھر میں نماز ادا کر چکا تھا۔ پھر جب میں رات کو اونٹوں کو لے کر واپس آیا تو اس بات کا تذکرہ حضور علیہ السلام کے سامنے ہوا کہ فلاں آدمی اونٹ لیکر چلا گیا تھا اور اس نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا مَا مَنَعَكَ يَا فُلَانُ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَنَا حِيْنَ مَرَرْتَ بِنَا. تم نے ہمارے ساتھ نماز کیوں نہ پڑھی جبکہ تم ہمارے قریب سے گزر گئے؟ صحابی عرض کرتا ہے کہ میں نے عرض کیا اللہ کے رسول! إِنِّي قَدْ كُنْتُ صَلَّيْتُ فِي بَيْتِي میں تو پہلے اپنے گھر میں نماز پڑھ چکا تھا اس لیے میں نے دوبارہ جماعت کے ساتھ شمولیت اختیار نہ کی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، اگرچہ تم پہلے نماز پڑھ چکے تھے پھر بھی جماعت میں شامل ہو جانا چاہیئے تھا۔

اس قسم کے مواقع دو نمازوں یعنی ظہر اور عشاء میں پیش آ سکتے ہیں۔ اگر کوئی شخص پہلے نماز پڑھ چکا ہے اور پھر اسے جماعت مل جاتی ہے تو اسے شامل ہو جانا چاہیئے۔ یہ نماز اس کی نفل شمار ہو جائے گی۔ کیونکہ فرض کی ادائیگی وہ پہلے کر چکا ہے۔ اگر مغرب کی جماعت ہو رہی ہو تو اس میں شریک نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ یہ نماز تین رکعت ہے۔ اور نفل تین رکعت نہیں ہو سکتے۔

کوئی شخص فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد بھی دوبارہ نماز نہیں پڑھ سکتا کیوں کہ ان دونوں نمازوں کے بعد نوافل نہیں پڑھے جا سکتے۔ صرف ظہر اور عشاء کی نمازوں کے بعد ہی جماعت کے ساتھ دوبارہ نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

☆

حضور علیہ السلام کا سنِ ولادت

عَنْ قَیْسِ بْنِ مَخْرَمَۃَ قَالَ وُلِدْتُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِیْلِ فَنَحْنُ لِدَانِ وُلِدْنَا مَوْلِدًا وَاحِدًا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۱۵)

حضور علیہ السلام کے ایک صحابی قیس ابن مخرمہؓ بیان کرتے ہیں کہ میری اور نبی علیہ السلام کی ولادت ایک ہی سال یعنی عام الفیل میں ہوئی جس سال ہاتھی والوں نے مکے پر چڑھائی کی تھی یمن کا عیسائی بادشاہ ابرہہ ساٹھ ہزار کے لشکر کے ساتھ مکہ کی طرف آیا جس کے ساتھ ہاتھیوں کی ایک خاصی تعداد بھی تھی مگر اللہ نے ہاتھیوں کو وادیٔ محسر میں غیر معمولی طور پر روک کر لشکر کو غیر معمولی طریقے سے ہلاک کر دیا تھا۔ اس واقعہ کا ذکر قرآن پاک کی سورۃ الفیل میں مذکور ہے۔ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحَابِ الْفِیْلِ۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ تیرے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ وہ خانہ کعبہ کو گرانے کے لیے آئے تھے مگر اللہ نے انہیں نیست و نابود کر دیا مکے والوں اور عربوں میں یہ سال عام الفیل کے نام سے مشہور تھا بعض روایات کے مطابق حضور علیہ السلام کی ولادت واقعہ مذکور سے چھ ماہ بعد اور بعض کے مطابق پچاس دن بعد ہوئی۔ بہر حال راوی بیان کرتا ہے کہ میری اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش اسی سال میں ہوئی۔

شہدا کی دنیا میں واپسی کی تمنا

عَنْ اَبِیْ عُمَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
قَالَ مَا مِنَ النَّاسِ نَفْسٌ مُسْلِمٌ یَقْبِضُھَا اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ تُحِبُّ
اَنْ تَعُوْدَ اِلَیْکُمْ وَ اَنَّ لَھَا الدُّنْیَا وَ مَا فِیْھَا غَیْرُ شَہِیْدٍ.....الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۱۶)

حضرت عبد الرحمان بن ابی عمیرہ رض روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مسلمان نفس ایسا نہیں ہے جس کو اللہ تعالےٰ موت سے ہمکنار کر دے اور پھر وہ پسند کرے کہ تمہاری طرف دنیا میں واپس پلٹ آئے اگرچہ اس کو دنیا و مافیہا کی ہر چیز دے دی جائے، سوائے شہید کے جو چاہتا ہے کہ اسے دنیا میں واپس کر دیا جائے تاکہ وہ اللہ کی راہ میں اسی طرح دوبارہ شہید ہو جس طرح پہلے ہوا تھا۔ وہ شہید کہے گا کہ میرے نزدیک اللہ کی راہ میں شہادت اس چیز سے بہتر ہے۔ کہ تمام دیہات اور شہر میرے قبضہ میں آجائیں۔ دبر کا معنی دیہات ہیں جہاں عموماً خیموں میں رہائش کی جاتی ہے اور مدر سے مراد شہر ہیں جہاں مکانوں میں سکونت رکھی جاتی ہے شہیدوں کے علاوہ کافر بھی تمنا کریں گے کہ انہیں دنیا میں ایک دفعہ بھیج دیا جائے تاکہ وہ سابقہ اعمال سے توبہ کر کے توحید اور اعمالِ صالحہ کو اختیار کر لیں۔

امیر معاویہؓ کیلئے ہادی اور مہدی ہونے کی دعا

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عُمَیْرَۃَ الْاَزْدِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ ذَکَرَ مُعَاوِیَۃَ وَقَالَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا مَّھْدِیًّا وَّاھْدِ بِہٖ۔ (مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۱۶)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمیرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے حضرت امیر معاویہؓ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے انکے حق میں اس طرح دعا کی۔ اے اللہ! اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا دے اور اس کے ذریعے دوسروں کو ہدایت نصیب فرما۔ امیر معاویہؓ جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں۔ عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد انکا حضرت علیؓ سے اختلاف رائے ہو گیا۔ تنازعہ نے طول پکڑا تو قتل و قتال تک نوبت پہنچی۔ اس کے باوجود اس عظیم المرتبت صحابی رسول کے متعلق کوئی بدگمانی نہیں کرنی چاہیئے۔ شیعہ، رافضی اور خارجی گمراہ لوگ ہیں جو آپ کے متعلق بدگمانی کرتے ہیں ان حضرات کا اختلاف ضد اور نفسیات کی بنا پر نہیں بلکہ محض اجتہادی تھا۔ امیر معاویہؓ بذاتہٖ ہدایت یافتہ تھے۔ اور دوسروں کو ہدایت کی راہ دکھانے والے تھے۔ شیعہ ان کو منافق کہہ کر بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے اور ان کے باپ ابوسفیانؓ نے اسلام کی بڑی خدمت کی جب تک مخالف رہے ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے مگر جب اللہ نے ایمان لانے کی توفیق بخشی تو پھر دین کے شیدائی بن گئے کہا کرتے تھے کہ ہم نے اسلام کی مخالفت کر کے سخت غلطی کی، اب اسلام کی خدمت بھی اگلی صفوں میں کھڑے ہو کر کریں گے۔ آپ اپنے خاندان والوں کو بھی یہی نصیحت کرتے تھے چنانچہ اس خاندان کے لوگوں نے اسلام کے لیے نمایاں خدمات انجام دیں اور کسی طرح بھی پیچھے نہیں ہٹے ان پر زمانہ جاہلیت کی بنا پر اعتراض کرنا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ کفر کی حالت میں انہوں نے مسلمانوں کے خلاف بڑی جنگیں لڑیں حتیٰ کہ جنگ بدر میں ان کا ایک لڑکا بھی مارا گیا۔ مگر جب اسلام قبول کر لیا تو پھر پکے سچے مسلمان ہو گئے۔ جو شخص

ان کے متعلق نفاق کا فتویٰ لگاتا ہے، وہ خود گمراہ ہے۔ خدانخواستہ اگر آپ کے ایمان میں شک ہوتا تو حضور علیہ السلام ان کے لیے کبھی ہدایت یافتہ اور ہدایت دہندہ ہونے کی دعا نہ کرتے۔

بیت المقدس کی فضیلت

عَنْ ذِی الْاَصَابِعِ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِ ابْتُلِیْنَا بَعْدَكَ بِالْبَقَاءِ اَیْنَ تَاْمُرُنَا قَالَ عَلَیْكَ بِبَیْتِ الْمَقْدِسِ فَلَعَلَّهُ اِنْ یَنْشَاَ لَكَ ذُرِّیَّۃٌ یَغْدُوْنَ اِلٰی ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ وَیَرُوْحُوْنَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۷)

حضور علیہ السلام کے صحابی ذی الاصابع رضؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر ہم آپ کے بعد زندہ رہے تو آپ کیا حکم دیتے ہیں کہ ہم کس جگہ جاکر ٹھہریں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر خدا زندگی دے تو بیت المقدس کے قریب رہنا یہ صحابی شام وغیرہ کے علاقہ کے رہنے والے تھے۔ فرمایا اگر کوئی تمہاری اولاد ہوگی تو وہ بیت المقدس کی مسجد میں صبح اور پچھلے پہر جائیں گے جو کہ بڑی فضیلت والا مقام ہے جہاں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے، فرمایا اس کے قریب رہنے کی کوشش کرنا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تین مسجدوں یعنی بیت اللہ شریف، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ کہیں قصد کر کے کجاوہ باندھ کر نہ جاؤ کہ ان تین مساجد کی فضیلت منصوص ہے۔ مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے جبکہ مسجد نبوی اور مسجد بیت المقدس میں پچاس پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ اگر خدا زندگی دے تو بیت المقدس کے قریب جاکر رہنا۔

ادارہ نشر و اشاعت جامعہ نصرۃ العلوم کی مطبوعات

نمبر شمار	نام کتب	نمبر شمار	نام کتب
۱	قرآن مجید (مترجم)	۲۶	خطبات صدارت
۲	دمغ الباطل (فارسی)	۲۷	دلیل المشرکین
۳	مقالات سواتی	۲۸	فیوضات حسینی
۴	مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے علوم و افکار	۲۹	تکمیل الاذہان
۵	مفسر قرآن نمبر	۳۰	تفسیر آیت النور
۶	شاہ ولی اللہ اور ان کے صاحبزادگان	۳۱	مجموعہ رسائل (حصہ دوئم)
۷	الطاف القدس	۳۲	نور و بشر
۸	مجموعہ رسائل (حصہ اول)	۳۳	سعدیات فارسی
۹	مباحث کتاب الایمان مسلم شریف	۳۴	کریما سعدی (مترجم)
۱۰	احکام حج	۳۵	عقیدۃ الطحاوی
۱۱	نماز مسنون خورد	۳۶	احکام عمرہ
۱۲	تشریحات سواتی	۳۷	میزان البلاغہ
۱۳	الفقہ الاکبر	۳۸	فیض المحدثین
۱۴	اصطلاحات تیسیر المنطق	۳۹	امام اعظمؒ عزم و استقلال (تابعیت اور صحابہؓ سے روایات)
۱۵	حجۃ الاسلام (عربی)	۴۰	بیس تراویح
۱۶	نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت	۴۱	امام محمد اور ان کی کتب کا اجمالی تعارف
۱۷	نام نہاد اہل حدیث	۴۲	صرف ولی اللہی
۱۸	امام زہریؒ	۴۳	مختصر ترین اور جامع اذکار
۱۹	حی علی الفلاح	۴۴	احکام قربانی
۲۰	دینی مدارس اور ان کا نصاب تعلیم	۴۵	درس الحدیث (مکمل 4 جلد)
۲۱	احکام رمضان	۴۶	عون الخبیر شرح الفوز الکبیر
۲۲	اجوبہ اربعین	۴۷	فیض الحدیث
۲۳	مبادی تاریخ الفلسفہ (عربی)	۴۸	درس مشکوٰۃ
۲۴	حاصل مطالعہ	۴۹	مفسر قرآن کی تفسیر اہل علم کے نظر میں
۲۵	نماز مسنون کلاں	50	خطبہ حجۃ الوداع تکمیل انسانیت کا عالمی پروگرام اور ٠ سن کا چارٹر
		51	فیض القرآن